تفسیر ابن کثیر

پارہ نمبر ۷

چند اہم مضامین کی فہرست

- ایمان والوں کی پہچان ۱۰۶
- راہبانیت (خانقاہ نشینی) اسلام میں ممنوع ہے ۱۰۷
- غیر ارادی قسمیں اور کفارہ ۱۱۰
- پانسہ بازی' جوا اور شراب ۱۱۲
- حرمت شراب کی مزید وضاحت ۱۱۳
- احرام میں شکار کے مسائل کی تفصیلات ۱۱۸
- طعام اور شکار میں فرق اور حلال وحرام کی مزید تشریحات ۱۲۳
- رزق حلال کم ہو تو برکت' حرام زیادہ بھی ہو تو بے برکت ۱۲۷
- بتوں کے نام کئے ہوئے جانوروں کے نام؟ ۱۳۰
- اپنی اصلاح آپ کرو ۱۳۲
- معتبر گواہی کی شرائط ۱۳۴
- روز قیامت انبیاء سے سوال ۱۳۶
- حضرت عیسیٰ کے معجزات ۱۳۷
- بنی اسرائیل کی ناشکری اور عذاب الٰہی ۱۳۸
- روز قیامت نصاریٰ کی شرمندگی ۱۴۳
- موحدین کے لیے خوش خبریاں ۱۴۶
- اللہ کی بعض صفات ۱۴۸
- کفار کو نافرمانی پر سخت انتباہ ۱۴۹
- انسانوں میں سے ہی رسول اللہ کا عظیم احسان ہے ۱۵۰
- ہر چیز کا مالک اللہ ہے ۱۵۱
- قرآن حکیم کا باغی جہنم کا ایندھن ۱۵۳
- قیامت کے دن مشرکوں کا حشر ۱۵۵
- کفار کا واویلا مگر سب بے سود ۱۵۷
- پشیمانی مگر جہنم دیکھ کر! ۱۵۸
- حق کے دشمن کو اس کے حال پہ چھوڑیئے' آپ ﷺ سچے ہیں ۱۵۸
- معجزات کے عدم اظہار کی حکمت ۱۶۱
- سخت لوگ اور کثرت دولت ۱۶۳
- محروم اور کامران کون؟ ۱۶۵
- مسلمانو! طبقاتی عصبیت سے بچو ۱۶۶
- نیک وبد کی وضاحت کے بعد؟ ۱۷۰
- نیند موت کی چھوٹی بہن ۱۷۳
- احسان فراموش نہ بنو ۱۷۵
- غلط تاویلیں کرنے والوں سے نہ ملو ۱۷۸
- اسلام کے سوا سب راستوں کی منزل جہنم ہے ۱۸۰
- ابراہیم علیہ السلام اور آزر میں مکالمہ ۱۸۷
- مشرکین کا توحید سے فرار ۱۹۱
- خلیل الرحمٰن کو بشارت اولاد ۱۹۳
- تمام رسول انسان ہی ہیں ۱۹۷
- مغضوب لوگ ۱۹۸
- اس کی حیرت ناک قدرت ۲۰۰
- قدرت کی نشانیاں ۲۰۲
- شیطانی وعدے دھوکہ ہیں ۲۰۳
- اللہ بے مثال ہے وحدہ لاشریک ہے ۲۰۴
- ہماری آنکھیں اور اللہ جل شانہ ۲۰۴
- ہدایت وشفا قرآن وحدیث میں ہے ۲۰۶
- وحی کے مطابق عمل کرو ۲۰۷
- سودا بازی نہیں ہوگی ۲۰۷
- معجزوں کے طالب لوگ ۲۰۸

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ
الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا
مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ
وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ
اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾ ع ۹

اور جب وہ اس قرآن کو سنتے ہیں جو اس رسولؐ پر اتارا گیا تو تو دیکھ لے گا کہ ان کی آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں کیونکہ وہ حق کو جانتے پہچانتے ہیں۔ کہنے لگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے۔ پس تو ہمیں بھی گواہوں میں لکھ لے ○ آخر اس کی کیا وجہ کہ ہم اللہ کو اور جو حق ہمارے پاس آ پہنچا اس کو نہ مانیں؟ ہماری تو دلی منشا یہ ہے کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کی جماعت میں شامل کر لے ○ پس ان کے اس قول کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے ثواب میں وہ جنتیں عطا فرمائیں جن کے نیچے چشمے جاری ہیں جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے۔ نیک کاروں کا یہی بدلہ ہے ○ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا' وہ جہنمی ہیں ○

ایمان والوں کی پہچان : ☆☆ (آیت:۸۳-۸۶) اوپر بیان گذر چکا ہے کہ عیسائیوں میں سے جو نیک دل لوگ اس پاک مذہب اسلام کو قبول کیے ہوئے ہیں' ان میں جو اچھے اوصاف ہیں مثلاً عبادت' علم' تواضع' انکساری وغیرہ' ساتھ ہی ان میں رحمدلی وغیرہ بھی ہے۔ حق کی قبولیت بھی ہے۔ اللہ کے احکامات کی اطاعت بھی ہے' ادب اور لحاظ سے کلام اللہ سنتے ہیں۔ اس سے اثر لیتے ہیں اور نرم دلی سے رو دیتے ہیں کیونکہ وہ حق کے جاننے والے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی نبوت کی بشارت سے پہلے ہی آگاہ ہو چکے ہیں۔ اس لئے قرآن سنتے ہی دل موم ہو جاتے ہیں۔ ایک طرف آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں' دوسری جانب زبان سے حق کو تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' یہ آیتیں حضرت نجاشیؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ کچھ لوگ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حبشہ سے آئے تھے' حضورؐ کی زبان مبارک سے قرآن کریم سن کر ایمان لائے اور بے تحاشہ رونے لگے۔ آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کہیں اپنے وطن پہنچ کر اس سے پھر تو نہیں جاؤ گے؟ انہوں نے کہا' ناممکن ہے۔ اسی کا بیان ان آیتوں میں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' شاہدوں سے مراد آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی تبلیغ کی شہادت ہے۔

پھر اس قسم کے نصرانیوں کا ایک اور وصف بیان ہو رہا ہے۔ ان ہی کا دوسرا وصف اس آیت میں ہے وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ الخ یعنی اہل کتاب میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ پر اور اس قرآن پر اور جو ان پر نازل کیا گیا ہے' سب پر ایمان رکھتے ہیں اور پھر اللہ سے ڈرنے والے بھی ہیں۔ ان ہی کے بارے میں فرمان ربانی ہے اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ سے لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ تک ہے۔ کہ یہ لوگ اس کتاب کو اور اس کتاب کو بھی

جانتے ہیں اور دونوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ پس یہاں بھی فرمایا کہ وہ کہتے ہیں کہ جب ہمیں صالحین میں ملنا ہے تو اللہ پر اور اس کی اس آخری کتاب پر ہم ایمان کیوں نہ لائیں؟ ان کے اس ایمان وتصدیق اور قبولیت حق کا بدلہ اللہ نے انہیں یہ دیا کہ وہ ہمیشہ رہنے والے تر و تازہ باغات وچشموں والی جنتوں میں جائیں گے۔ محسن' نیکوکار' مطیع حق' تابع فرمان الٰہی لوگوں کو جزا یہی ہے۔ وہ کہیں کے بھی ہوں' کوئی بھی ہوں' جو ان کے خلاف ہیں' انجام کے لحاظ سے بھی ان کے برعکس ہیں۔ کفر وتکذیب اور مخالفت یہاں ان کا شیوہ ہے اور وہاں جہنم ان کا ٹھکانا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ کرو اور نہ حد سے آگے بڑھو ○ ایسی زیادتی کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں فرماتا۔ ستھری اور حلال چیزیں جو بھی اللہ تعالیٰ نے تمہیں دے رکھی ہیں' ان میں سے کھاؤ پیو اور اس اللہ سے ڈرتے رہا کرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو ○

رہبانیت (خانقاہ نشینی) اسلام میں ممنوع ہے: ☆☆ (آیت: ۸۷-۸۸) ابن ابی حاتم میں ہے کہ چند صحابہؓ نے آپس میں کہا کہ خصی ہو جائیں۔ دنیوی لذتوں کو ترک کر دیں۔ بستی چھوڑ کر جنگلوں میں جا کر تارک دنیا لوگوں کی طرح زندگی یاد الٰہی میں بسر کریں۔ آنحضرت ﷺ کو ان کی یہ باتیں معلوم ہو گئیں۔ آپؐ نے انہیں یاد فرمایا اور ان سے پوچھا۔ انہوں نے اقرار کیا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا' تم دیکھ نہیں رہے کہ میں نفلی روزے رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا۔ رات کو نفلی نماز پڑھتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ میں نے نکاح بھی کر رکھے ہیں۔ سنو جو میرے طریقے پر ہو وہ تو میرا ہے اور جو میری سنتوں کو نہ لے' وہ میرا نہیں'' صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ ''لوگوں نے امہات المؤمنینؓ سے حضورؐ کے اعمال کی نسبت سوال کیا۔ پھر بعض نے کہا کہ ہم گوشت نہیں کھائیں گے۔ بعض نے کہا ہم نکاح نہیں کریں گے۔ بعض نے کہا ہم بستر پر سوئیں گے ہی نہیں۔ جب یہ واقعہ حضورؐ کے گوش گذار ہوا تو آپؐ نے فرمایا' ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ان میں سے بعض یوں کہتے ہیں حالانکہ میں روزہ رکھتا ہوں' اور نہیں بھی رکھتا' سوتا بھی ہوں اور تہجد بھی پڑھتا ہوں' گوشت بھی کھاتا ہوں اور نکاح بھی کئے ہوئے ہوں۔ جو میری سنت سے منہ موڑے' وہ میرا نہیں۔ ترمذی وغیرہ میں ہے کہ ایک شخص نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کہا کہ گوشت کھانے سے میری قوت باہ بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے میں نے اپنے اوپر گوشت کو حرام کر لیا ہے اس پر یہ آیت اتری۔ امام ترمذیؒ اسے حسن غریب بتاتے ہیں۔ اور سند سے بھی یہ روایت مرسلاً مروی ہے اور موقوفاً بھی۔ واللہ اعلم۔ بخاری ومسلم میں ہے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' ہم آنحضرت ﷺ کی ماتحتی میں جہاد کرتے تھے اور ہمارے ساتھ ہماری بیویاں نہیں ہوتی تھیں تو ہم نے کہا' اچھا ہو اگر ہم خصی ہو جائیں لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں اس سے روکا اور مدت معینہ تک کے لئے کپڑے کے بدلے پر نکاح کرنے کی رخصت ہمیں عطا فرمائی۔ پھر حضرت عبداللہؓ نے یہی آیت پڑھی۔ یہ یاد رہے کہ یہ نکاح کا واقعہ متعہ کی حرمت سے پہلے کا ہے۔ واللہ اعلم۔ معقل بن مقرن نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو کہا کہ میں نے تو اپنا بستر اپنے اوپر حرام کر لیا ہے تو آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ حضرت ابن مسعودؓ کے سامنے کھانا لایا جاتا ہے تو ایک شخص اس مجمع سے الگ ہو جاتا ہے۔ آپؓ اسے بلاتے ہیں کہ آؤ ہمارے ساتھ کھالو۔ وہ کہتا ہے' میں نے تو اس چیز کا کھانا اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں' آؤ کھالو' اپنی قسم کا کفارہ دے دینا' پھر آپ نے اسی آیت

کی تلاوت فرمائی (مستدرک حاکم)

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے گھر کوئی مہمان آئے۔ آپ حضورؐ کے پاس سے رات کو جب واپس گھر پہنچے تو معلوم ہوا کہ گھر والوں نے آپؓ کے انتظار میں اب تک مہمان کو بھی کھانا نہیں کھلایا۔ آپؓ کو غصہ آیا اور فرمایا' تم نے میری وجہ سے مہمان کو بھوکا رکھا' یہ کھانا مجھ پر حرام ہے۔ بیوی صاحبہ بھی ناراض ہو کر یہی کہہ بیٹھیں۔ مہمان نے یہ دیکھ کر اپنے اوپر بھی حرام کر لیا' اب تو حضرت عبداللہؓ بہت گھبرائے۔ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور سب سے کہا چلو بسم اللہ کرو۔ کھا پی لیا۔ پھر جب حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے' سارا واقعہ کہہ سنایا۔ پس یہ آیت اتری۔ لیکن اثر منقطع ہے۔ صحیح بخاری شریف میں اس جیسا ایک قصہ حضرت ابوبکرؓ کا اپنے مہمانوں کے ساتھ کا ہے۔ اس سے امام شافعیؒ وغیرہ علماء کا وہ قول ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص علاوہ عورتوں کے کسی اور کھانے پینے کی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لے تو وہ اس پر حرام نہیں ہو جاتی اور نہ اس پر اس میں کوئی کفارہ ہے۔ دلیل یہ آیت اور دوسری وہ حدیث ہے جو اوپر گذر چکی کہ جس شخص نے اپنے اوپر گوشت حرام کر لیا تھا' اسے حضورؐ نے کسی کفارے کا حکم نہیں فرمایا۔ لیکن امام احمدؒ اور ان کی ہم خیال جماعت علماء کا خیال ہے کہ جو شخص کھانے پہننے وغیرہ کی کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لے تو اس پر قسم کا کفارہ ہے۔ جیسے اس شخص پر جو کسی چیز کے ترک پر قسم کھا لے۔ حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ یہی ہے اور اس کی دلیل یہ آیت یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ الخ④ بھی ہے اور اس آیت کے بعد ہی کفارہ قسم کا ذکر بھی اسی امر کا مقتضی ہے کہ یہ حرمت قائم مقام قسم کے ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں' بعض حضرات نے ترک دنیا کا' خصی ہو جانے کا' اور ٹاٹ پہننے کا عزم مصمم کر لیا۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان بن مظعونؓ حضرت علی بن ابی طالبؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت مقداد بن اسودؓ حضرت سالم مولیٰ' حضرت ابی حذیفہؓ وغیرہ ترک دنیا کا ارادہ کر کے گھروں میں بیٹھ رہے' باہر آنا جانا ترک کر دیا' عورتوں سے علیحدگی اختیار کر لی' ٹاٹ پہننے لگے' اچھا کھانا اور اچھا پہننا حرام کر لیا اور بنی اسرائیل کے عابدوں کی وضع کر لی بلکہ ارادہ کر لیا کہ خصی ہو جائیں تاکہ یہ طاقت ہی سلب ہو جائے اور یہ بھی نیت کر لی کہ تمام راتیں عبادت میں اور تمام دن روزے میں گذاریں گے۔ اس پر یہ آیت اتری یعنی یہ خلاف سنت ہے۔ پس حضور ﷺ نے انہیں بلا کر فرمایا کہ تمہاری جانوں کا تم پر حق ہے' تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے۔ نفل روزے رکھو اور کبھی کبھی چھوڑ بھی دو۔ نفل نماز رات کو پڑھو اور کچھ دیر سو بھی جاؤ۔ جو ہماری سنت کو چھوڑ دے' وہ ہم میں سے نہیں۔ اس پر ان بزرگوں نے فرمایا' یا اللہ ہم نے سنا اور جو فرمان ہوا' اس پر ہماری گردنیں خم ہیں۔ یہ واقعہ بہت سے تابعین سے مرسل سندوں سے مروی ہے۔ اس کی شاہد وہ مرفوع حدیث بھی ہے جو اوپر بیان ہو چکی۔ فالحمد للہ۔

ابن جریر میں ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کے سامنے وعظ کیا اور اس میں خوف اور ڈر کا ہی بیان تھا۔ اسے سن کر دس صحابیوں نے جن میں حضرت علیؓ' حضرت عثمان بن مظعونؓ وغیرہ تھے' آپس میں کہا کہ ہمیں تو کوئی بڑے بڑے طریقے عبادت کے اختیار کرنا چاہئیں' نصرانیوں کو دیکھو کہ انہوں نے اپنے نفس پر بہت سی چیزیں حرام کر رکھی ہیں' اس پر کسی نے گوشت اور چربی وغیرہ کھانا اپنے اوپر حرام کیا' کسی نے دن کو کھانا بھی حرام کر لیا' کسی نے رات کو نیند اپنے اوپر حرام کر لی' کسی نے عورتوں سے مباشرت حرام کر لی۔ حضرت عثمان بن مظعونؓ نے اپنی بیوی سے میل جول اسی بنا پر ترک کر دیا۔ میاں بیوی اپنے صحیح تعلقات سے الگ رہنے لگے۔ ایک دن یہ بیوی صاحبہ حضرت خولہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس آئیں وہاں حضورؐ کی ازواج مطہرات بھی تھیں۔ انہیں پراگندہ حالت میں دیکھ کر سب نے پوچھا کہ تم نے اپنا یہ حلیہ کیا بنا رکھا ہے؟ نہ کنگھی نہ چوٹی کی خبر ہے نہ لباس ٹھیک ٹھاک ہے نہ صفائی اور خوبصورتی کا خیال ہے؟ کیا بات ہے؟ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے اب اس بناؤ سنگھار کی ضرورت ہی کیا رہی؟ اتنی مدت ہوئی جو میرے میاں مجھ سے ملے ہی نہیں نہ کبھی

انہوں نے میرا کپڑا اٹھایا- یہ سن کر اور بیویاں ہنسنے لگیں- اتنے میں حضورؐ تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ یہ ہنسی کیسی ہے؟ حضرت عائشہؓ نے سارا واقعہ بیان فرمایا- آپؐ نے اسی وقت آدمی بھیج کر حضرت عثمانؓ کو بلوایا اور فرمایا یہ کیا قصہ ہے؟ حضرت عثمانؓ نے کل واقعہ بیان کر کے کہا کہ میں نے اسے اس لئے چھوڑ رکھا ہے کہ اللہ کی عبادت دلچسپی اور فارغ البالی سے کر سکوں بلکہ میرا ارادہ ہے کہ میں خصی ہو جاؤں تا کہ عورتوں کے قابل ہی نہ رہوں- آپؐ نے فرمایا' میں تجھے قسم دیتا ہوں' جا اپنی بیوی سے میل کر لے اور اس سے بات چیت کر- جواب دیا کہ رسول اللہ اس وقت تو میں روزے سے ہوں' فرمایا جاؤ روزہ توڑ ڈالو چنانچہ انہوں نے حکم برداری کی' روزہ توڑ دیا اور بیوی سے بھی ملے- اب پھر جو حضرت خولہؓ آئیں تو وہ اچھی ہیئت میں تھیں- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ہنس کر پوچھا' کہو اب کیا حال ہے- جواب دیا کہ اب حضرت عثمانؓ نے اپنا عہد توڑ دیا ہے اور کل وہ مجھ سے ملے بھی- حضورؐ نے لوگوں میں فرمایا' لوگو یہ تمہارا کیا حال ہے کہ کوئی بیویاں حرام کر رہا ہے' کوئی کھانا' کوئی سونا- تم نہیں دیکھتے کہ میں سوتا بھی ہوں اور قیام بھی کرتا ہوں' افطار بھی کرتا ہوں اور روزے سے بھی رہتا ہوں' عورتوں سے ملتا بھی ہوں' نکاح بھی کر رکھے ہیں- سنو جو مجھ سے بے رغبتی کرے' وہ مجھ سے نہیں ہے' اس پر یہ آیت اتری-

''حد سے نہ گذرو'' سے مطلب یہ ہے کہ عثمانؓ کو خصی نہیں ہونا چاہئے- یہ حد سے گذر جانا ہے اور ان بزرگوں کو اپنی قسموں کا کفارہ ادا کرنے کا حکم ہوا اور فرمایا لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰهُ الخ پس لا تعتدو سے مراد یا تو یہ ہے کہ اللہ نے جن چیزوں کو تمہارے لئے مباح کیا ہے' تم انہیں اپنے اوپر حرام کر کے تنگی نہ کرو اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ حلال بقدر کفایت لے لو اور اس حد سے آگے نہ نکل جاؤ- جیسے فرمایا کھاؤ پیو لیکن حد سے نہ بڑھو- ایک اور آیت میں ہے' ایمانداروں کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ وہ خرچ کرنے میں اسراف اور بخیلی کے درمیان رہتے ہیں- پس افراط و تفریط اللہ کے نزدیک بری بات ہے اور درمیانی روش رب کو پسند ہے- اسی لئے یہاں بھی فرمایا' حد سے گذر جانے والوں کو اللہ ناپسند فرماتا ہے- پھر فرمایا' اللہ تعالیٰ نے جو حلال و طیب چیزیں تمہیں دے رکھی ہیں' انہیں کھاؤ پیو اور اپنے تمام امور میں اللہ سے ڈرتے رہو- اس کی اطاعت اور طلب رضامندی میں رہا کرو- اس کی نافرمانی اور اس کی حرام کردہ چیزوں سے الگ رہو- اسی اللہ پر تم یقین رکھتے ہو' اسی پر تمہارا ایمان ہے- پس ہر امر میں اس کا لحاظ رکھو-

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

فضول اور بے قصد قسموں پر تو اللہ تعالیٰ تمہاری پکڑ نہیں کرے گا لیکن جن قسموں کو تم بہ تاکید اور بہ قصد مضبوط کر دو ان پر مواخذہ ہے- ایسی قسموں کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا دینا ہے درمیانہ درجے کا جو عموماً تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے رہتے ہو یا انہیں کپڑا پہنانا یا ایک گردن کا آزاد کرنا- اگر کسی کو مقدور ہی نہ ہو تو تین دن کے روزے- یہ ہے تمہاری قسموں کا کفارہ جبکہ تم قسم کھا کر (توڑ دو) تمہیں اپنی قسمیں پورا کرنا چاہئیں- اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنے احکام بیان فرما رہا ہے

تاکہ تم شکر گذاری کرو○

غیر ارادی قسمیں اور کفارہ: ☆☆ (آیت:۸۹) لغو قسمیں کیا ہوتی ہیں؟ ان کے کیا احکام ہیں؟ یہ سب سورۂ بقرہ کی تفسیر میں بالتفصیل بیان کر چکے ہیں۔ اس لئے یہاں ان کے دوہرانے کی ضرورت نہیں۔ فالحمدللہ۔ مقصد یہ ہے کہ روانی کلام میں انسان کے منہ سے بغیر قصد کے جو قسمیں عادۃً نکل جائیں، وہ لغو قسمیں ہیں۔

امام شافعیؒ کا یہی مذہب ہے۔ مذاق میں قسم کھا بیٹھنا' اللہ کی نافرمانی کے کرنے پر قسم کھا بیٹھنا' زیادتی گمان کی بنا پر قسم کھا بیٹھنا بھی اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے۔ غصے اور غضب میں' نسیان اور بھول چوک سے کھانے پینے' پہننے اوڑھنے کی چیزوں میں قسم کھا بیٹھنا مراد ہے۔ اس قول کی دلیل میں آیت لاتحرموا طیبات الخ کو پیش کیا جاتا ہے۔ بالکل صحیح بات یہ ہے کہ لغو قسموں سے مراد بغیر قصد کی قسمیں ہیں اور اس کی دلیل ولکن یواخذ کم بما عقدتم الایمان ہے یعنی جو قسمیں بالقصد اور بالعزم ہوں ان پر گرفت ہے اور ان پر کفارہ ہے۔

کفارہ دس مسکینوں کا کھلانا جو محتاج فقیر ہوں' جن کے پاس بقدر کفایت کے نہ ہو۔ اوسط درجے کا کھانا جو عموماً گھر میں کھایا جاتا ہو' وہی انہیں کھلا دینا۔ مثلاً دودھ روٹی' گھی روٹی' زیتون کا تیل روٹی۔ یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ بعض لوگوں کی خوراک بہت اعلیٰ ہوتی ہے' بعض لوگ بہت ہی ہلکی غذا کھاتے ہیں تو نہ وہ ہو نہ یہ ہو۔ تکلیف بھی نہ ہو اور بخل بھی نہ ہو۔ سختی اور فراخی کے درمیان ہو۔ مثلاً گوشت روٹی ہے' سرکہ اور روٹی ہے' روٹی اور کھجوریں ہیں۔ جیسی جس کی درمیانی حیثیت' اسی طرح قلت اور کثرت کے درمیان ہو۔ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ صبح شام کا کھانا' حسنؒ اور محمد بن حنفیہ کا قول ہے کہ دس مسکینوں کو ایک ساتھ بٹھا کر روٹی گوشت کھلا دینا کافی ہے یا اپنی حیثیت کے مطابق روٹی کسی اور چیز سے کھلا دینا۔ بعض نے کہا ہے' ہر مسکین کو آدھا صاع گیہوں کھجوریں وغیرہ دے دینا۔ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ گیہوں تو آدھا صاع کافی ہے اور اس کے علاوہ ہر چیز کا پورا صاع دے دے۔

ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ حضورؐ نے ایک صاع کھجوروں کا کفارے میں ایک ایک شخص کو دیا ہے۔ اور لوگوں کو بھی یہی حکم فرمایا ہے لیکن جس کی اتنی حیثیت نہ ہو' وہ آدھا صاع گیہوں کا دے دے۔ یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے لیکن اس کا ایک راوی بالکل ضعیف ہے جس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے۔ دارقطنی نے اسے متروک کہا ہے۔ اس کا نام عمر بن عبداللہ ہے۔ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ ہر مسکین کو ایک مد گیہوں مع سالن کے دے دے۔ امام شافعیؒ بھی یہی فرماتے ہیں لیکن سالن کا ذکر نہیں ہے اور دلیل ان کی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ رمضان شریف کے دن میں اپنی بیوی سے جماع کرنے والے کو ایک مکتل (خاص پیمانہ) میں سے ساٹھ مسکینوں کو کھلانے کا حکم حضورؐ نے دیا تھا۔ اس میں پندرہ صاع آتے ہیں تو ہر مسکین کے لئے ایک مد ہوا۔

ابن مردویہ کی ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قسم کے کفارے میں گیہوں کا ایک مد مقرر کیا ہے لیکن اس کی اسناد بھی ضعیف ہے کیونکہ نضیر بن زرارہ کوفی کے بارے میں امام ابوحاتم رازیؒ کا قول ہے کہ وہ مجہول ہے گو اس سے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے اور امام ابن حبانؒ نے اسے ثقہ کہا ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر ان کے استاد عمری بھی ضعیف ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ گیہوں کا ایک مد اور باقی اناج کے دو مد دے۔ واللہ اعلم (یہ یاد رہے کہ صاع انگریزی اسی روپے بھر کے سیر کے حساب سے تقریباً پونے تین سیر کا ہوتا ہے اور ایک صاع کے چار مد ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم' مترجم) یا ان دس کو کپڑا پہنانا۔ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ ہر ایک کو خواہ کچھ ہی کپڑا دے دے جس پر کپڑے کا اطلاق ہوتا ہو' کافی ہے۔ مثلاً کرتہ ہے' پاجامہ ہے' تہہ ہے' پگڑی ہے یا سر پر لپیٹنے کا رومال ہے۔ پھر امام صاحب

کے شاگردوں میں سے بعض تو کہتے ہیں' ٹوپی بھی کافی ہے۔

بعض کہتے ہیں' یہ ناکافی ہے۔ کافی کہنے والے یہ دلیل دیتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصینؓ سے جب اس کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو آپؓ فرماتے ہیں اگر کوئی وفد کسی امیر کے پاس آئے اور وہ انہیں ٹوپیاں دے تو عرب تو یہی کہیں گے کہ قد کسوا نہیں کپڑے پہنائے گئے۔ لیکن اس کی اسناد بھی ضعیف ہیں۔ کیونکہ محمد بن زبیر ضعیف ہیں۔ واللہ اعلم۔ موزے پہنانے کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ کم سے کم اتنا اور ایسا کپڑا ہو کہ اس میں نماز جائز ہو جائے۔ مرد کو دیا ہے تو اس کی اور عورت کو دیا ہے تو اس کی (نماز ہو جائے)۔ واللہ اعلم۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں' عبا ہو یا شملہ ہو۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں' ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ایک کپڑا ہو اور اس سے زیادہ جو ہو۔ غرض کفارہ قسم میں ہر چیز سوائے جانگئے کے جائز ہے۔ بہت سے مفسرین فرماتے ہیں' ایک ایک کپڑا ایک ایک مسکین کو دے دے۔ ابراہیم نخعیؒ کا قول ہے' ایسا کپڑا ہو جو پورا کارآمد ہو مثلاً لحاف' چادر وغیرہ' نہ کہ کرتہ دوپٹہ وغیرہ۔ ابن سیرین اور حسن دو دو کپڑے کہتے ہیں سعید بن مسیب کہتے ہیں' عمامہ جسے سر پر باندھے اور عبا جسے بدن پر پہنے۔ حضرت ابوموسیٰؓ قسم کھاتے ہیں اور پھر اسے توڑتے ہیں تو دو کپڑے بحرین کے دے دیتے ہیں۔ ابن مردویہ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ہر مسکین کے لئے ایک عبا۔ یہ حدیث غریب ہے۔ یا ایک غلام کا آزاد کرنا۔ امام ابوحنیفہؒ تو فرماتے ہیں کہ یہ مطلق ہے۔ کافر ہو یا مسلمان۔

امام شافعی اور دوسرے بزرگان دین فرماتے ہیں' اس کا مومن ہونا ضروری ہے کیونکہ قتل کے کفارے میں غلام کی آزادی کا حکم ہے اور وہ مقید ہے کہ وہ مسلمان ہونا چاہئے۔ دونوں کفاروں کا سبب چاہے جداگانہ ہے لیکن وجہ ایک ہی ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جو مسلم وغیرہ میں ہے کہ حضرت معاویہ بن حکم اسلمیؓ کے ذمے ایک گردن آزاد کرنا تھی۔ وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ساتھ ایک لونڈی لئے ہوئے آئے۔ حضورؐ نے اس سیاہ لونڈی سے دریافت فرمایا کہ اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان میں' پوچھا ہم کون ہیں؟ جواب دیا کہ آپ رسول اللہ ہیں (ﷺ) آپؐ نے فرمایا' اسے آزاد کر دو۔ یہ ایماندار عورت ہے۔ پس ان تینوں کاموں میں سے جو بھی کرلے' وہ قسم کا کفارہ ہو جائے گا اور کافی ہوگا۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ قرآن کریم نے ان چیزوں کا بیان سب سے زیادہ آسان چیز سے شروع کیا ہے اور بتدریج اوپر کو پہنچایا ہے۔ پس سب سے' سہل تو کھانا کھلانا ہے۔ پھر اس سے قدرے بھاری کپڑا پہنانا ہے اور اس سے بھی زیادہ بھاری غلام کو آزاد کرنا ہے۔ پس اس میں ادنیٰ سے اعلیٰ بہتر ہے۔ اب اگر کسی شخص کو ان تینوں میں سے ایک کی بھی قدرت نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھ لے۔ سعد بن جبیرؒ اور حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ جس کے پاس تین درہم ہوں' وہ تو کھانا کھلا دے ورنہ روزے رکھ لے اور بعض متاخرین سے منقول ہے کہ یہ اس کے لئے ہے جس کے پاس ضروریات سے فاضل چیز نہ ہو۔ معاش وغیرہ پونجی کے بعد جو فالتو ہو' اس سے کفارہ ادا کرے۔

امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں جس کے پاس اس دن کے اپنے اور اپنے بال بچوں کے کھانے سے کچھ بچے' اس میں سے کفارہ ادا کرے۔ قسم کے توڑنے کے کفارے کے روزے پے در پے رکھنے واجب ہیں یا مستحب ہیں' اس میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ واجب نہیں۔ امام شافعیؒ نے کتاب الایمان میں اسے صاف لفظوں میں کہا ہے۔ امام مالکؒ کا قول بھی یہی ہے کیونکہ قرآن کریم میں روزوں کا حکم مطلق ہے تو خواہ پے در پے ہوں خواہ الگ الگ ہوں تو سب پر یہ صادق آتا ہے جیسے کہ رمضان کے روزوں کی قضا کے بارے میں فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ فرمایا گیا ہے' وہاں بھی پے در پے کی یا علیحدہ علیحدہ کی قید نہیں اور حضرت امام شافعیؒ نے کتاب الام میں ایک جگہ

صراحت سے کہا ہے کہ قسم کے کفارے کے روزے پے درپے رکھنے چاہئیں- یہی قول حنفیہ اور حنابلہ کا ہے- اس لئے کہ حضرت ابی بن کعبؓ وغیرہ سے مروی ہے کہ ان کی قرات فصیام ثلثة ایام متتابعات ہے ابن مسعودؓ سے بھی یہی قرات مروی ہے- اس صورت میں اگر چہ اس کا متواتر قرات ہونا ثابت نہ ہو- تاہم خبر واحد یا تفسیر صحابہؓ سے کم درجے کی تو یہ قرات نہیں- پس حکماً یہ بھی مرفوع ہے-

ابن مردویہ کی ایک بہت ہی غریب حدیث میں ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے پوچھا' یا رسول اللہ ہمیں اختیار ہے؟ آپ نے فرمایا' ہاں تو اختیار پر ہے خواہ گردن آزاد کر' خواہ کپڑا پہنا دے' خواہ کھانا کھلا دے اور جو نہ پائے وہ پے درپے تین روزے رکھ لے- پھر فرماتا ہے کہ تم جب قسم کھا کر توڑ دو تو یہ کفارہ ہے لیکن تمہیں اپنی قسموں کی حفاظت کرنی چاہئے- انہیں بغیر کفارے کے نہ چھوڑنا چاہئے- اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی آیتیں واضح طور پر بیان فرما رہا ہے تاکہ تم شکر گذاری کرو-

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ
رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۹۰
اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ
فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ
الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝۹۱

اے ایمان والو! شراب' جوا' فال کے تیر اور پانسے گندے پلید اور شیطانی کام ہیں- تم ان سے رک جاؤ اور بچتے رہا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ○ شیطان کا ارادہ تو یہی ہے کہ شراب اور جوئے کی وجہ سے تم میں آپس میں بغض وعداوت ڈلوا دے اور تمہیں یاد اللہ سے اور نماز سے روک دے- پس اب تم اس سے باز آ جاؤ گے؟○

پانسہ بازی' جوا اور شراب: ☆☆ (آیت: ۹۰-۹۱) ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ بعض چیزوں سے روکتا ہے- شراب کی ممانعت فرمائی' پھر جوئے کی روک کی- امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شطرنج بھی جوئے میں داخل ہے (ابن ابی حاتم) عطا' مجاہد اور طاؤس سے یا ان میں سے دو سے مروی ہے کہ جوئے کی ہر چیز میسر میں داخل ہے گو بچوں کے کھیل کے طور پر ہو- جاہلیت کے زمانے میں جوئے کا بھی عام رواج تھا جسے اسلام نے غارت کیا- ان کا ایک جوا یہ بھی تھا کہ گوشت کو بکری کے بدلے بیچتے تھے- پانسے پھینک کر مال یا پھل لینا بھی جوا ہے- حضرت قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ جو چیز ذکر اللہ اور نماز سے غافل کر دے' وہ جوا ہے- ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع غریب حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ان پانسوں سے بچو جن سے لوگ کھیلا کرتے تھے- یہ بھی جوا ہے-

صحیح مسلم شریف میں ہے' پانسوں سے کھیلنے والا گویا اپنے ہاتھوں کو سور کے خون اور گوشت میں آلودہ کرنے والا ہے- سنن میں ہے کہ وہ اللہ اور رسولؐ کا نافرمان ہے- حضرت ابوموسیٰ کا قول بھی اسی طرح مروی ہے- واللہ اعلم- مسند میں ہے' پانسوں سے کھیل کر نماز پڑھنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص قے اور گندگی سے اور سور کے خون سے وضو کر کے نماز ادا کرے- حضرت عبداللہ فرماتے ہیں' میرے نزدیک شطرنج اس سے بھی بری ہے- حضرت علیؓ سے شطرنج کا جوئے میں سے ہونا پہلے بیان ہو چکا ہے- امام مالکؒ' امام ابوحنیفہؒ' امام احمدؒ تو کھلم کھلا اسے حرام بتاتے ہیں اور امام شافعیؒ بھی اسے مکروہ بتاتے ہیں-

انصاب ان پتھروں کو کہتے ہیں جن پر مشرکین اپنے جانور چڑھایا کرتے تھے اور انہیں وہیں ذبح کرتے تھے ازلام ان تیروں کو کہتے

ہیں جن میں وہ فال لیا کرتے تھے- ان سب چیزوں کی نسبت فرمایا کہ یہ اللہ کی ناراضگی کے اور شیطانی کام ہیں- یہ گناہ کے اور برائی کے کام ہیں- تم ان شیطانی کاموں سے بچو- انہیں چھوڑ دو تا کہ تم نجات پاؤ- اس فقرے میں مسلمانوں کو ان کاموں سے روکنے کی ترغیب ہے- پھر رغبت آمیز دھمکی کے ساتھ مسلمانوں کو ان چیزوں سے روکا گیا ہے-

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع ۱۲/۷

تمہیں اللہ کی اور رسول کی اطاعت کرنی چاہئے اور احتیاط اور ڈر رکھنا چاہئے' اب بھی اگر تم منہ موڑ لو گے تو جان رکھو کہ ہمارے رسولوں کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہی تھا ○ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیکیوں کے پابند ہیں' وہ جو کچھ کھا پی گذرے' اس میں کوئی گناہ نہیں جبکہ وہ پرہیزگاری کریں اور ایمان لائیں- اور نیک عمل کریں- پھر ڈرتے رہیں اور ایمان لائیں- پھر تقویٰ کریں اور احسان و اخلاص کو کام میں لائیں- اللہ تعالیٰ نیکوکاروں سے محبت رکھتا ہے ○

حرمت شراب کی مزید وضاحت: ☆☆ (آیت: ۹۲-۹۳) اب ہم یہاں پر حرمت شراب کی مزید احادیث وارد کرتے ہیں- مسند احمد میں ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' شراب تین مرتبہ حرام ہوئی- آنحضرت ﷺ جب مدینے شریف میں آئے تو لوگ جواری شرابی تھے- حضورؐ سے اس بارے میں سوال ہوا اور آیت يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ الخ' نازل ہوئی- اس پر لوگوں نے کہا یہ دونوں چیزیں ہم پر حرام نہیں کی گئیں بلکہ یہ فرمایا گیا ہے کہ ان میں بہت گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فوائد بھی ہیں- چنانچہ شراب پیتے رہے- ایک دن ایک صحابی اپنے ساتھیوں کو مغرب کی نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو قرات غلط ملط ہو گئی- اس پر آیت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى الخ نازل ہوئی- یہ بہ نسبت پہلی آیت کے زیادہ سخت تھی- اب لوگوں نے نمازوں کے وقت شراب چھوڑ دی لیکن عادت برابر جاری رہی- اس پر اس سے بھی زیادہ سخت اور صریح آیت انما الخمر و المیسر الخ' نازل ہوئی- اسے سن کر سارے صحابہ بول اٹھے انتھینا ربنا اے اللہ ہم اب باز رہے' ہم رک گئے- پھر لوگوں نے ان لوگوں کے بارے میں دریافت فرمایا جو شراب اور جوئے کی حرمت کے نازل ہونے سے پیشتر اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے تھے- اس کے جواب میں اس کے بعد کی آیت لیس علی الذین الخ' نازل ہوئی اور آپؐ نے فرمایا' اگر ان کی زندگی میں یہ حکم اترا ہوتا تو وہ بھی تمہاری طرح اسے مان لیتے-

مسند احمد میں ہے' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تحریم شراب کے نازل ہونے پر فرمایا' یا اللہ ہمارے سامنے اور کھول کر بیان فرما- پس سورہ بقرہ کی آیت فیھما اثم کبیر نازل ہوئی- حضرت عمر فاروقؓ کو بلوایا گیا اور ان کے سامنے اس کی تلاوت کی گئی لیکن پھر بھی آپؓ نے یہی فرمایا کہ اے اللہ تو ہمیں اور واضح لفظوں میں فرما- پس سورہ نساء کی آیت و انتم سکاری نازل ہوئی- اور مؤذن جب حیی علی الصلوۃ کہتا تو ساتھ ہی کہہ دیتا کہ نشہ باز ہرگز ہرگز نماز کے قریب بھی نہ آئیں- حضرت عمرؓ کو بلوایا گیا اور یہ

آیت اتری- آپ کو بلوایا گیا اور یہ آیت سنائی گئی- جب فھل انتم منتھون تک سنا تو فرمانے لگے انتھینا انتھینا ہم رک گئے- ہم رک گئے- بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے منبر نبویؐ پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ شراب کی حرمت جب نازل ہوئی' اس وقت شراب پانچ چیزوں کی بنائی جاتی تھی- انگور' شہد' کھجور' گیہوں اور جو- ہر وہ چیز جو عقل پر غالب آ جائے' خمر ہے-[2] یعنی شراب کے حکم میں ہے اور حرام ہے-

صحیح بخاری میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ شراب کی حرمت کی آیت کے نزول کے موقع پر مدینے شریف میں پانچ قسم کی شرابیں تھیں- ان میں انگور کی شراب نہ تھی- ابوداؤد طیالسی میں ہے' ابن عمرؓ فرماتے ہیں' شراب کے بارے میں تین آیتیں اتریں- اول تو یسئلو نک عن الخمر والی آیت اتری تو کہا گیا کہ شراب حرام ہو گئی- اس پر بعض صحابہؓ نے فرمایا' یارسول اللہؐ ہمیں اس سے نفع اٹھانے دیجئے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا- آپؐ خاموش ہو گئے- پھر وانتم سکاری والی آیت اتری اور کہا گیا کہ شراب حرام ہو گئی- لیکن صحابہؓ نے فرمایا' یارسول اللہؐ ہم بوقت نماز نہ پئیں گے- آپ پھر چپ رہے- پھر یہ دونوں آیتیں اتریں اور خود رسول اللہ ﷺ نے فرمادیا کہ اب شراب حرام ہو گئی- مسلم وغیرہ میں ہے کہ حضورؐ کا ایک دوست تھا قبیلہ ثقیف میں سے یا قبلہ دوس میں سے- فتح مکہ والے دن وہ آپؐ سے ملا اور ایک مشک شراب کی آپ کو تحفہ دینے لگا- آپؐ نے فرمایا' کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام کر دیا ہے- اب اس شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ جا اسے بیچ ڈال' آپؐ نے فرمایا کیا کہا؟ اس نے جواب دیا کہ بیچنے کو کہہ رہا ہوں آپؐ نے فرمایا- جس اللہ نے اس کا پینا حرام کیا ہے' اسی نے اس کا بیچنا بھی حرام کیا ہے- اس نے اسی وقت کہا' جاؤ اسے لے جاؤ اور بطحا کے میدان میں بہا آؤ-[4] ابویعلی موصلی میں ہے کہ حضرت تمیم داریؓ آنحضرت ﷺ کو تحفہ دینے کے لئے ایک مشک شراب کی لائے' آپؐ اسے دیکھ کر ہنس دیئے اور فرمایا' یہ تو تمہارے جانے کے بعد حرام ہو گئی ہے- کہا خیر یارسول اللہؐ میں اسے واپس لے جاتا ہوں اور بیچ کر قیمت وصول کر لوں گا- یہ سن کر آپؐ نے فرمایا' یہودیوں پر اللہ کی لعنت ہوئی کہ ان پر جب گائے بکری کی چربی حرام ہوئی تو انہوں نے اسے پگھلا کر بیچنا شروع کیا- اللہ تعالیٰ نے شراب کو اور اس کی قیمت کو حرام کر دیا ہے-

مسند احمد میں بھی یہ روایت ہے- اس میں ہے کہ ہر سال حضرت داریؓ ایک مشک ہدیہ کرتے تھے- اس کے آخر میں حضورؐ کا دو مرتبہ یہ فرمانا ہے کہ شراب بھی حرام اور اس کی قیمت بھی حرام- ایک حدیث مسند احمد میں اور ہے' اس میں ہے کہ حضرت کیسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شراب کے تاجر تھے- جس سال شراب حرام ہوئی' اس سال یہ شام کے ملک سے بہت سی شراب تجارت کے لئے لائے تھے- حضورؐ سے ذکر کیا- آپؐ نے فرمایا' اب تو حرام ہو گئی' پوچھا پھر میں اسے بیچ ڈالوں؟ آپؐ نے فرمایا' یہ بھی حرام ہے اور اس کی قیمت بھی حرام ہے- چنانچہ حضرت کیسانؓ نے وہ ساری شراب بہا دی- مسند احمد میں ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں- میں حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ حضرت ابی بن کعبؓ حضرت سہل بن بیضاؓ اور صحابہ کرام کی ایک جماعت کو شراب پلا رہا تھا- دور چل رہا تھا- سب لذت اندوز ہو رہے تھے- قریب تھا کہ نشے کا پارہ بڑھ جائے- اتنے میں کسی صحابی نے آ کر خبر دی کہ کیا تمہیں علم نہیں شراب تو حرام ہو گئی؟ انہوں نے کہا- بس کرو انس- جو باقی بچی ہے اسے لنڈھا دو- اللہ کی قسم اس کے بعد ایک قطرہ بھی ان میں سے کسی کے حلق میں نہیں گیا- یہ شراب کھجور کی تھی اور عموماً اسی کی شراب بنا کرتی تھی-

یہ روایت بخاری و مسلم میں بھی ہے- اور روایت میں ہے کہ شراب خوری کی یہ مجلس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر تھی- ناگاہ منادی کی آواز پڑی- مجھ سے کہا گیا' باہر جاؤ دیکھو کیا منادی ہو رہی ہے؟ میں نے جا کر سنا- منادی ندا دے رہا ہے کہ شراب تم پر حرام

کی گئی ہے- میں نے آ کر خبر دی تو حضرت ابوطلحہؓ نے فرمایا' اٹھو جتنی شراب ہے' سب بہا دو- میں نے بہادی اور میں نے دیکھا کہ مدینے کے گلی کوچوں میں شراب بہہ رہی ہے- بعض اصحابؓ نے کہا' ان کا کیا حال ہوگا جن کے پیٹ میں شراب تھی اور وہ قتل کر دیئے گئے؟ اس پر اس کے بعد کی آیت لیس علی الذین الخ نازل ہوئی یعنی ان پر کوئی حرج نہیں- ابن جریر کی روایت میں اس مجلس والوں کے ناموں میں حضرت ابودجانہؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کا نام بھی ہے اور یہ بھی ہے کہ ندا سنتے ہی ہم نے شراب بہادی- مٹکے اور پیپے توڑ ڈالے- کسی نے وضو کر لیا' کسی نے غسل کر لیا اور حضرت ام سلیمؓ کے ہاں سے خوشبو منگوا کر لگائی اور مسجد پہنچے تو دیکھا حضور ﷺ یہ آیت پڑھ رہے تھے- ایک شخص نے سوال کیا کہ حضورؐ اس سے پہلے جو لوگ فوت ہو گئے ہیں' ان کا کیا حکم ہے؟ پس اس کے بعد آیت اتری- کسی نے حضرت قتادہؒ سے پوچھا کہ آپ نے یہ حدیث خود رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ فرمایا' ہاں ہم جھوٹ نہیں بولتے بلکہ ہم تو جانتے بھی نہیں کہ جھوٹ کسے کہتے ہیں؟ مسند احمد میں ہے' حضورؐ فرماتے ہیں' اللہ تبارک وتعالیٰ نے شراب اور پانسے اور بربط کا باجا حرام کر دیا ہے- شراب سے بچو' غبیرا نام کی شراب عام ہے-

مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جو شخص مجھ سے وہ بات منسوب کرے جو میں نے نہ کہی ہو وہ اپنی جگہ جہنم میں بنالے- میں نے آپؐ سے سنا ہے کہ شراب' جوا' پانسے اور غبیرا سب حرام ہیں اور ہر نشے والی چیز حرام ہے- مسند احمد میں ہے شراب کے بارے میں دس لعنتیں ہیں- خود شراب پر' اس کے پینے والے پر' اس کے پلانے والے پر' اس کے بیچنے والے پر' اس کے خریدنے والے پر' اس کے نچوڑنے والے پر' اس کے بنانے والے پر' اس کے اٹھانے والے پر اور اس پر بھی جس کے پاس یہ اٹھا کر لے جایا جائے اور اس کی قیمت کھانے والے پر (ابوداؤد' ابن ماجہ) مسند میں ہے' ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ باڑے کی طرف نکلے- میں آپ کے ساتھ تھا- آپؐ کے دائیں جانب چل رہا تھا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ آئے میں ہٹ گیا اور آپؐ کے داہنے حضرت صدیقؓ چلنے لگے- تھوڑی دیر میں حضرت عمرؓ آ گئے- میں ہٹ گیا- آپؓ حضورؐ کے بائیں طرف ہو گئے- جب آپ باڑے میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں پر مشکیں شراب کی رکھی ہوئی ہیں- آپؐ نے مجھے بلایا- اور فرمایا چھری لاؤ' میں لایا تو آپؐ نے حکم دیا کہ یہ مشکیں کاٹ دی جائیں' پھر فرمایا' شراب پر' اس کے پینے والے پر' پلانے والے پر' بیچنے والے پر' خریدار پر' اٹھانے والے پر' اٹھوانے والے پر' بنانے والے پر' بنوانے والے پر' قیمت لینے والے پر سب پر لعنت ہے-

مسند احمد کی اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نے یہ مشکیں کٹوا دیں- پھر مجھے اور میرے ساتھیوں کو چھری دے کر فرمایا' جاؤ جتنی مشکیں شراب کی جہاں پاؤ سب کاٹ کر بہا دو- پس ہم گئے اور سارے بازار میں ایک مشک بھی نہ چھوڑی- بیہقی کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص شراب بیچتا تھا اور بہت خیرات کیا کرتا تھا- حضرت ابن عباسؓ سے شراب فروشی کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا' یہ حرام ہے اور اس کی قیمت بھی حرام ہے- اے امت محمدؐ اگر تمہاری کتاب کے بعد کوئی کتاب اترنے والی ہوتی اور اگر تمہارے نبی کے بعد کوئی نبی اور آنے والا ہوتا' جس طرح اگلوں کی رسوائیاں اور ان کی برائیاں تمہاری کتاب میں اتریں' تمہاری خرابیاں ان پر نازل ہوتیں لیکن تمہارے افعال کا اظہار قیامت کے دن پر موخر رکھا گیا ہے اور یہ بہت بھاری اور بڑا ہے- پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا' سنو میں حضورؐ کے ساتھ مسجد میں تھا- آپ گوٹھ لگائے ہوئے بیٹھے تھے- فرمانے لگے' جس کے پاس جتنی شراب ہو وہ ہمارے پاس لائے- لوگوں نے لانی شروع کی- جس کے پاس جتنی تھی' حاضر کی- آپؐ نے فرمایا' جاؤ' اسے بقیع کے میدان میں فلاں فلاں جگہ رکھو- جب سب جمع ہو جائے' مجھے خبر کرو- جب جمع ہو گئی اور آپؐ سے کہا گیا تو آپؐ اٹھے- میں آپ کے داہنے جانب تھا- آپ مجھ پر ٹیک لگائے چل رہے تھے-

حضرت ابوبکر صدیقؓ جب آئے تو آپؐ نے مجھے ہٹا دیا۔ اپنے بائیں کر دیا اور میری جگہ حضرت ابوبکرؓ نے لے لی۔ پھر حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو آپؐ نے مجھے اور پیچھے ہٹا دیا اور جناب فاروقؓ کو اپنے بائیں لے لیا اور وہاں پہنچے۔ لوگوں سے فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ سب نے کہا ہاں جانتے ہیں۔ یہ شراب ہے' فرمایا سنو اس پر' اس کے بنانے والے پر' بنوانے والے پر' پینے والے پر' پلانے والے پر' اٹھانے والے پر' اٹھوانے والے پر' بیچنے والے پر' خریدنے والے پر' قیمت لینے والے پر' اللہ کی پھٹکار ہے۔ پھر چھری منگوائی اور فرمایا اسے تیز کو لو۔ پھر اپنے ہاتھ سے مشکیں پھاڑنی اور مٹکے توڑنے شروع کئے' لوگوں نے کہا بھی کہ حضورؐ مشکوں اور مٹکوں کو رہنے دیجئے۔ اور کام آئیں گی۔ فرمایا ٹھیک ہے لیکن میں تو اب ان سب کو توڑ کر ہی رہوں گا۔ یہ غضب و غصہ اللہ کے لئے ہے کیونکہ ان تمام چیزوں سے رب ناراض ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا' حضورؐ آپ خود کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ ہم حاضر ہیں۔ فرمایا نہیں۔ میں اپنے ہاتھ سے انہیں نیست و نابود کروں گا۔ بیہقی کی حدیث میں ہے کہ شراب کے بارے میں چار آیتیں اتری ہیں۔ پھر حدیث بیان فرما کر کہا کہ ایک انصاری نے دعوت کی۔ ہم دعوت میں جمع ہوئے۔ خوب شرابیں پیں۔ نشے میں جھومتے ہوئے اپنے نام و نسب پر فخر کرنے لگے' ہم افضل ہیں۔ قریش نے کہا ہم افضل ہیں۔ ایک انصاری نے اونٹ کا جبڑا لے کر حضرت سعدؓ کو مارا اور ہاتھا پائی ہونے لگی۔ پھر شراب کی حرمت کی آیت اتری۔ یہ شراب پی کر بدمست ہو گئے اور آپس میں لاف زنی ہونے لگی۔ جب نشے اترے تو دیکھتے ہیں' اس کی ناک پر زخم ہے۔ اس کے چہرے پر زخم ہے۔ اس کی داڑھی نچی ہوئی ہے اور اسے چوٹ لگی ہوئی ہے' کہنے لگے مجھے فلاں نے مارا۔ میری بے حرمتی فلاں نے کی۔ اگر اس کا دل میری طرف سے صاف ہوتا تو میرے ساتھ یہ حرکت نہ کرتا' دلوں میں نفرت اور دشمنی بڑھنے لگی۔ پس یہ آیت اتری۔ اس پر بعض لوگوں نے کہا جب یہ گندگی ہے تو فلاں فلاں صحابہؓ تو اسے پیتے ہوئے ہی رحلت کر گئے ہیں۔ ان کا کیا حال ہوگا؟ ان میں سے بعض احد کے میدان میں شہید ہوئے ہیں۔ اس کے جواب میں اگلی آیت اتری۔ ابن جریر میں ہے' حضرت ابو بریدہؓ کے والد کہتے ہیں کہ ہم چار شخص ریت کے ایک ٹیلے پر بیٹھے شراب پی رہے تھے۔ دور چل رہا تھا۔ جام گردش میں تھا۔ ناگہاں میں کھڑا ہوا اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلام کیا۔ وہیں حرمت شراب کی یہ آیت نازل ہوئی۔ میں پچھلے پیروں اپنی اسی مجلس میں آیا اور اپنے ساتھیوں کو یہ آیت پڑھ کر سنائی' بعض وہ بھی تھے جن کے منہ سے جام لگا ہوا تھا لیکن واللہ انہوں نے اسی وقت اسے الگ کر دیا اور جتنا پیا تھا' اسے قے کر کے نکال دیا اور کہنے لگے' یا اللہ ہم رک گئے' ہم باز آ گئے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جنگ احد کی صبح بعض لوگوں نے شرابیں پی تھیں اور میدان میں اسی روز اللہ کی راہ میں شہید کر دیئے گئے' اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی۔ بزار میں یہ زیادتی بھی ہے کہ اسی پر بعض یہودیوں نے اعتراض کیا اور جواب میں آیت لیس علی الذین امنوا الخ' نازل ہوئی۔ ابو یعلی موصلی میں ہے کہ ایک شخص خیبر سے شراب لا کر مدینے میں فروخت کیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ لا رہا تھا۔ ایک صحابی راستے میں ہی اسے مل گئے اور فرمایا شراب تو اب حرام ہو گئی۔ وہ واپس مڑ گیا اور ایک ٹیلے تلے اسے کپڑے سے ڈھانپ کر آ گیا اور حضورؐ سے کہنے لگا' کیا یہ سچ ہے کہ شراب حرام ہو گئی؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں سچ ہے' کہا پھر مجھے اجازت دیجئے کہ جس سے لی ہے اسے واپس کر دوں۔ فرمایا' اس کا لوٹانا بھی جائز نہیں۔ کہا پھر اجازت دیجئے کہ میں اسے ایسے شخص کو تحفہ دوں جو اس کا معاوضہ مجھے دے۔ آپ نے فرمایا یہ بھی ٹھیک نہیں۔ کہا حضورؐ اس میں یتیموں کا مال بھی لگا ہوا ہے۔ فرمایا۔ دیکھو جب ہمارے پاس بحرین کا مال آئے گا' اس سے ہم تمہارے یتیموں کی مدد کریں گے۔ پھر مدینہ میں منادی ہو گئی۔ ایک شخص نے کہا حضورؐ شراب کے برتنوں سے نفع حاصل کرنے کی اجازت

دیجئے۔ آپ نے فرمایا جاؤ مشکوں کو کھول ڈالو اور شراب بہا دو۔ اس قدر شراب بہی کہ میدان بھر گئے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم ﷺ سے سوال کیا کہ میرے ہاں جو یتیم بچے پل رہے ہیں' ان کے ورثے میں انہیں شراب ملی ہے۔ آپؐ نے فرمایا' جاؤ اسے بہا دو۔ عرض کیا' اگر اجازت ہو تو اس کا سرکہ بنالوں فرمایا نہیں۔ یہ حدیث مسلم' ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حق کو نازل فرمایا تاکہ اس کی وجہ سے باطل کو دور کر دے اور اس سے کھیل تماشے' باجے گاجے' بربط' دف طنبورہ' راگ راگنیاں فنا کر دے۔ شرابی کے لئے شراب نقصان دہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے کہ جو اسے حرمت کے بعد پئے گا' اسے میں قیامت کے دن پیاسا رکھوں گا اور حرمت کے بعد جو اسے چھوڑے گا' میں اسے جنت کے پاکیزہ چشمے سے پلاؤں گا۔ حدیث شریف میں ہے جس شخص نے نشہ کی وجہ سے ایک وقت کی نماز چھوڑ دی' وہ ایسا ہے جیسے کسی سے روئے زمین کی سلطنت چھن گئی اور جس شخص نے چار بار کی نماز نشے میں چھوڑ دی' اللہ تعالیٰ اسے طينة الخبال پلائے گا۔ پوچھا گیا کہ طينة الخبال کیا ہے؟ فرمایا جہنمیوں کا لہو پیپ پسینہ پیشاب وغیرہ (مسند احمد)

ابوداؤد میں ہے کہ ہر عقل کو ڈھانپنے والی چیز خمر ہے اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے اور جو شخص نشے والی چیز پئے گا' اس کی چالیس دن کی نمازیں نامقبول ہیں۔ اگر وہ توبہ کرے گا تو توبہ قبول ہوگی۔ اگر اس نے چوتھی مرتبہ شراب پی تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور طينة الخبال پلائے گا' پوچھا گیا وہ کیا ہے؟ فرمایا جہنمیوں کا نچوڑ اور ان کی پیپ اور جو شخص اسے کسی بچہ کو پلائے گا جو حلال حرام کی تمیز نہ رکھتا ہو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے بھی جہنمیوں کا پیپ پلائے۔ بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے' دنیا میں جو شراب پئے گا اور توبہ نہ کرے گا وہ جنت کی شراب سے محروم رہے گا۔

صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' ہر نشے والی چیز خمر ہے اور ہر نشے والی چیز حرام ہے اور جس شخص نے شراب کی عادت ڈالی اور بے توبہ مر گیا وہ جنت کی شراب سے محروم رہے گا۔ نسائی وغیرہ میں ہے تین شخصوں کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر رحمت سے نہ دیکھے گا' ماں باپ کا نافرمان' شراب کی عادت والا اور اللہ کی راہ میں دے کر احسان جتلانے والا۔ مسند احمد میں ہے کہ دے کر احسان جتلانے والا' ماں باپ کا نافرمان اور شرابی جنت میں نہیں جائے گا۔ مسند احمد میں اس کے ساتھ ہی ہے کہ زنا کی اولاد بھی۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شراب سے پرہیز کرو۔ وہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ سنو اگلے لوگوں میں ایک ولی اللہ تھا جو بڑا عبادت گذار تھا اور تارک دنیا تھا۔ بستی سے الگ تھلگ ایک عبادت خانے میں شب و روز عبادت الٰہی میں مشغول رہا کرتا تھا۔ ایک بدکار عورت اس کے پیچھے لگ گئی' اس نے اپنی لونڈی کو بھیج کر اسے اپنے ہاں ایک شہادت کے بہانے بلوایا۔ یہ چلے گئے۔ لونڈی اپنے گھر میں انہیں لے گئی۔ جس دروازے کے اندر یہ پہنچ جاتے' پیچھے سے لونڈی اسے بند کرتی جاتی۔ آخری کمرے میں جب گئے تو دیکھا کہ ایک بہت ہی خوبصورت عورت بیٹھی ہے' اس کے پاس ایک بچہ ہے اور ایک جام شراب لبالب بھرا رکھا ہے۔ اس عورت نے اس سے کہا' سنئے جناب میں نے آپ کو در حقیقت کسی گواہی کے لئے نہیں بلوایا۔ فی الواقع اس لئے بلوایا ہے کہ یا تو آپ میرے ساتھ بدکاری کریں یا اس بچے کو قتل کر دیں یا شراب کو پی لیں۔ درویش نے سوچ کر تینوں کاموں میں ہلکا کام شراب کا پینا جان کر جام کو منہ سے لگا لیا' سارا پی گیا۔ کہنے لگا اور لاؤ اور لاؤ' خوب پیا' جب نشے میں مدہوش ہو گیا تو اس عورت کے ساتھ زنا بھی کر بیٹھا اور اس لڑکے کو بھی قتل کر دیا۔ پس اے لوگو! تم شراب سے بچو۔ سمجھ لو کہ شراب اور ایمان جمع نہیں ہوتے۔ ایک کا آنا دوسرے کا جانا ہے (بیہقی) امام ابوبکر بن ابی الدنیا رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ذم المسکر میں بھی اسے وارد کیا ہے اور اس میں مرفوع ہے لیکن زیادہ صحیح اس کا موقوف ہونا ہے۔ واللہ اعلم۔ اس کی شاہد بخاری و مسلم کی مرفوع حدیث بھی ہے

جس میں ہے کہ زانی زنا کے وقت' چور چوری کے وقت' شرابی شراب خوری کے وقت مومن نہیں رہتا۔

مسند احمد میں ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' جب شراب حرام ہوئی تو صحابہؓ نے سوال کیا کہ اس کی حرمت سے پہلے جو لوگ انتقال کر چکے ہیں' ان کا کیا حکم ہے؟ اس پر یہ آیت لیس علی الذین الخ' نازل ہوئی یعنی ان پر اس میں کوئی حرج نہیں اور جب بیت المقدس کا قبلہ بدلا اور بیت اللہ شریف قبلہ ہوا' اس وقت بھی صحابہؓ نے پہلے قبلہ کی طرف نمازیں پڑھتے ہوئے انتقال کر جانے والوں کی نسبت دریافت کیا تو آیت مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيمَانَكُم الخ نازل ہوئی یعنی ان کی نمازیں ضائع نہ ہوں گی۔ مسند احمد میں ہے' جو شخص شراب پئے' چالیس دن تک اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اس پر رہتی ہے۔ اگر وہ اسی حالت مر گیا تو کافر مرے گا۔ ہاں اگر اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا اور اگر اس نے پھر بھی شراب پی تو اللہ تعالیٰ دوزخیوں کا فضلہ پلائے گا۔ اور روایت میں ہے کہ جب یہ حکم اترا کہ ایمانداروں پر حرمت سے پہلے پی ہوئی کا کوئی گناہ نہیں تو حضورؐ نے فرمایا' مجھ سے کہا گیا ہے کہ تو انہی میں سے ہے۔ مسند احمد میں ہے پانسوں کے کھیل سے بچو۔ یہ عجمیوں کا جوا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ
اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ
فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٩٤﴾

مسلمانو! یاد رکھو اللہ تعالیٰ تمہیں کچھ ایک شکار کے حکم سے ضرور آزمائے گا جس تک تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچ جائیں گے۔ یہ اس لئے کہ جو اس سے غائبانہ بھی ڈرتے رہتے ہیں' ان کی تمیز ہو جائے۔ سنو اس کے بعد جو بھی حد سے نکل جائے' اس کے لئے دکھ کی مار ہے ○

احرام میں شکار کے مسائل کی تفصیلات: ☆☆ (آیت:۹۴) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' چھوٹے چھوٹے شکار اور کمزور شکار اور ان کے بچے جنہیں انسان اپنے ہاتھ سے پکڑ لے اور اپنے نیزے کی نوک پر رکھ لے' اس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کرے گا۔ یعنی انہیں منع فرمایا ہے کہ تم باوجود اس کے بھی ان کا شکار حالت احرام میں نہ کرو خواہ چھوٹے ہوں خواہ بڑے خواہ آسانی سے شکار ہو سکتا ہو خواہ سختی سے۔ چنانچہ عمرۂ حدیبیہ کے موقعہ پر یہی ہوا کہ قسم قسم کے شکار اس قدر بکثرت آپڑے کہ صحابہؓ کے خیموں میں گھسنے لگے۔ ادھر اللہ کی طرف سے ممانعت ہوگئی تاکہ پوری آزمائش ہو جائے۔ ادھر شکار گویا ہنڈیا میں ہے۔ ادھر ممانعت ہے۔ ہتھیار تو کہاں یونہی اگر چاہیں تو ہاتھ سے پکڑ سکتے ہیں اور پوشیدہ طور سے شکار قبضہ میں کر سکتے ہیں۔ یہ صرف اس لئے تھا کہ فرمانبردار اور نافرمان کا امتحان ہو جائے پوشیدگی میں بھی اللہ کا ڈر رکھنے والے غیروں سے ممتاز ہو جائیں۔ چنانچہ فرمان ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے غائبانہ ڈرتے رہتے ہیں' ان کے لئے بڑی بھاری مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے۔ اب جو شخص اس حکم کے آنے کے بعد بھی حالت احرام میں شکار کھیلے گا' شریعت کی مخالفت کرے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ
قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ
يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ

طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ
عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ
وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾

مسلمانو! احرام کی حالت میں ہرگز شکار نہ کھیلنا۔ تم میں سے جو کوئی جان بوجھ کر (اس حال میں) شکار کھیلے اس کے ذمہ بدلہ ہے اس شکار کے مثل چوپائے جانور کا جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں اور یہ قربانی کعبہ کو پہنچے یا اس کا بدلہ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یا اسی کے برابر برابر روزے رکھنے تاکہ اپنے فعل کا وبال چکھ لے پہلے جو کچھ گذر چکا اس سے تو اللہ تعالیٰ نے درگذر فرمالیا۔ اب جو کوئی پھر اسے کرے گا اس سے اللہ تعالیٰ انتقام لے گا۔ اللہ بڑا ہی غالب اور صحیح انتقام لینے والا ہے ○

(آیت: ۹۵) پھر فرمایا ایماندارو حالت احرام میں شکار نہ کھیلو۔ یہ حکم اپنے معنی کی حیثیت سے تو حلال جانوروں اور ان سے جو چیزیں حاصل ہوتی ہیں کے لیے ہے۔ لیکن جو خشکی کے حرام جانور ہیں ان کا شکار کھیلنا امام شافعیؒ کے نزدیک تو جائز ہے اور جمہور کے نزدیک حرام ہے۔ ہاں اس عام حکم سے صرف وہ چیزیں مخصوص ہیں جن کا ذکر بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے فرمایا پانچ جانور فاسق ہیں وہ حرم میں قتل کر دیئے جائیں اور غیر حرم میں بھی۔ کوا چیل بچھو چوہا اور کاٹنے والا کالا کتا اور روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ ان پانچ جانوروں کے قتل میں احرام والے پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ اس روایت کو سن کر حضرت ایوب اپنے استاد حضرت نافع سے پوچھتے ہیں کہ سانپ کا کیا حکم ہے؟ آپؒ نے فرمایا وہ اس میں شامل ہے یہ بھی قتل کر دیا جائے اس میں کسی کو اختلاف نہیں بعض علماء نے جیسے امام احمد امام مالکؒ وغیرہ نے کتے کے حکم میں درندوں کو بھی رکھا ہے جیسے بھیڑیا شیر وغیرہ۔ اس لئے کہ یہ کتے سے بہت زیادہ ضرر والے ہیں۔ حضرت زید بن اسلم اور حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ ہر حملہ کرنے والے درندے کا حکم ہے دیکھئے رسول اللہ ﷺ نے عتبہ بن ابولہب کے حق میں جب دعا کی تو فرمایا اے اللہ اس پر شام میں اپنا کوئی کتا مقرر کر دے۔ پس جب وہ زرقا میں پہنچا وہاں اسے بھیڑیئے نے پھاڑ ڈالا۔ ہاں اگر محرم نے حالت احرام میں کوے کو یا لومڑی وغیرہ کو مار ڈالا تو اسے بدلہ دینا پڑے گا۔ اسی طرح ان پانچوں قسم کے جانوروں کے بچے اور حملہ کرنے والے درندوں کے بچے بھی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں ہر وہ جانور جو کھایا نہیں جاتا اس کے قتل میں اور اس کے بچوں کے قتل میں محرم پر کوئی حرج نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان کا گوشت کھایا نہیں جاتا۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کالا کتا حملہ کرنے والا اور بھیڑیا تو محرم قتل کر سکتا ہے اس لئے کہ بھیڑیا بھی جنگلی کتا ہے ان ک سوا جس جانور کا شکار کھیلے گا فدیہ دینا پڑے گا۔ ہاں اگر کوئی شیر وغیرہ جنگلی درندہ اس پر حملہ کرے اور یہ اسے مار ڈالے تو اس صورت میں فدیہ نہیں۔ آپ کے شاگرد زفرؒ کہتے ہیں یہ حملہ کرنے کی صورت میں بھی اگر مار ڈالے گا تو فدیہ دینا پڑے گا۔ بعض احادیث میں غراب ابقع کا لفظ آیا ہے یہ وہ کوا ہے جس کے پیٹ اور پیٹھ پر سفیدی ہوتی ہے۔ مطلق سیاہ اور بالکل سفید کوے کو غراب ابقع نہیں کہتے۔ لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ہر قسم کے کوے کا یہی حکم ہے کیونکہ بخاری و مسلم کی حدیث میں مطلق کوے کا ذکر ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کوے کو بھی اس حال میں مار سکتا ہے کہ وہ اس پر حملہ کرے یا اسے ایذا دے مجاہد وغیرہ کا قول ہے کہ اس حالت میں بھی مار نہ ڈالے بلکہ اسے پتھر وغیرہ پھینک کر ہٹا دے۔ حضرت علیؓ سے بھی یہ مروی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ سے سوال ہوا کہ محرم کس کس جانور کو قتل کر دے؟ تو آپ نے فرمایا سانپ بچھو اور چوہا اور کوے کو کنکر مارے اسے مار نہ ڈالے اور کالا کتا اور چیل اور حملہ کرنے والا درندہ۔ (ابوداؤد وغیرہ)

پھر فرماتا ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر حالت احرام میں شکار کرے اس پر فدیہ ہے۔ حضرت طاؤسؒ کا فرمان ہے کہ خطا سے قتل کرنے والے پر کچھ نہیں۔ لیکن یہ مذہب غریب ہے اور آیت کے ظاہری الفاظ سے یہی مشتق ہے۔ مجاہد بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ مراد وہ شخص ہے جو شکار تو قصداً کرتا ہے لیکن اپنی حالت احرام کی یاد نہیں رہی۔ لیکن جو شخص باوجود احرام کی یاد کے عمداً شکار کرے وہ تو کفارے کی حد سے نکل گیا اس کا احرام باطل ہو گیا۔ یہ قول بھی غریب ہے۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ قصداً شکار کرنے والا اور بھول کر کرنے والا دونوں کفارے میں برابر ہیں امام زہریؒ فرماتے ہیں قرآن سے تو قصداً شکار کھیلنے والے پر کفارہ ثابت ہوا اور حدیث نے میں حکم بھولنے والے کا بھی بیان فرمایا مطلب اس قول کا یہ ہے کہ قصداً شکار کھیلنے والے پر کفارہ قرآن کریم سے ثابت ہے اور اس کا گنہگار ہونا بھی۔ کیونکہ اس سے بعد لیذوق وبال امرہ فرمایا ہے اور آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب سے خطا میں بھی یہی حکم ثابت ہے اور اس لئے بھی کہ شکار کو قتل کرنا اس کا تلف کرنا ہے اور ہر تلف کرنے کا بدلہ ضروری ہے خواہ بالقصد ہو یا انجان پنے سے ہو۔ ہاں قصداً کرنے والا گنہگار بھی ہے اور بلا قصد جس سے سرزد ہو جائے وہ قابل ملامت نہیں۔

پھر فرمایا اس کا بدلہ یہ ہے کہ اسی کے مثل چوپایہ جانور راہ للہ قربان کرے۔ ابن مسعودؓ کی قرات میں فَجَزَآؤُہٗ ہے۔ ان دونوں قراتوں میں مالکؒ شافعیؒ احمد اور جمہور کی دلیل ہے کہ جب شکار چوپایوں کی مانند ہو تو وہی اس کے بدلے میں دینا ہوگا۔ امام ابوحنیفہؒ اس کے خلاف کہتے ہیں کہ خواہ شکار کے کسی جانور کی مثل ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں قیمت دینی پڑے گی۔ ہاں اس محرم شکاری کو اختیار ہے کہ خواہ اس قیمت کو صدقہ کر دے خواہ اس سے قربانی کا کوئی جانور خرید لے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ امام صاحب کے اس قول سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا فیصلہ ہمارے لئے زیادہ قابل عمل ہے۔ انہوں نے شتر مرغ کے شکار کے بدلے اونٹ مقرر کیا ہے اور جنگلی گائے کے بدلے پالتو گائے مقرر فرمائی ہے اور ہرن کے بدلے بکری۔ یہ فیصلے ان بزرگ صحابیوں کے سندوں سمیت احکام کی کتابوں میں موجود ہیں جہاں شکار جیسا اور کوئی پالتو چوپایہ نہ ہو اس میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فیصلہ قیمت کا ہے جو مکہ شریف پہنچائی جائے۔ (بیہقی)

پھر فرمایا کہ اس کا فیصلہ دو عادل مسلمان کر دیں کہ کیا قیمت ہے یا کونسا جانور بدلے میں دیا جائے۔ فقہا نے اس بارے میں اختلاف کیا کہ فیصلہ کرنے والے دو میں ایک خود قاتل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ تو امام مالکؒ وغیرہ نے تو انکار کیا ہے کیونکہ اسی کا معاملہ ہوا اور وہی حکم کرنے والا ہو۔ اور امام شافعیؒ امام احمدؒ وغیرہ نے آیت کے عموم کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ پہلے مذہب کی دلیل تو یہ ہے کہ خود حاکم اپنے اوپر اپنا ہی حکم کر کے اسی حکم میں اپنا منصف آپ نہیں بن سکتا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک اعرابی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا میں نے ایک شکار کو احرام کی حالت میں قتل کر دیا ہے اب آپ فرمایئے کہ اس میں مجھ پر بدلہ کیا ہے؟ آپ نے حضرت ابی بن کعبؓ کی طرف دیکھ کر ان سے دریافت فرمایا کہ آپ فرمایئے کیا حکم ہے؟ اس پر اعرابی نے کہا سبحان اللہ میں آپ سے دریافت کرنے آیا ہوں۔ آپ خلیفہ رسول ہیں اور آپ کسی سے دریافت فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس میں تیرا کیا بگڑا؟ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ دو عادل جو فیصلہ کر دیں اس لئے میں نے اپنے ساتھی سے دریافت کیا۔ جب ہم دونوں کسی بات پر اتفاق کر لیں گے تو تجھ سے کہہ دیں گے۔ اس کی سند تو بہت مضبوط ہے لیکن اس میں میمون اور صدیقؓ کے درمیان انقطاع ہے۔ یہاں یہی چاہئے تھا۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ اعرابی جاہل ہے اور جہل کی دوا تعلیم ہے تو آپ نے اسے نرمی اور محبت سے سمجھا دیا اور جبکہ اعتراض کرنے والا خود مدعی علم ہو پھر وہاں یہ صورت نہیں رہتی۔ چنانچہ ابن جریر میں ہے حضرت قبیصہ بن جابرؓ کہتے ہیں ہم حج کے لئے چلے ہماری عادت تھی کہ صبح کی نماز پڑھتے ہی ہم سواریوں سے اتر پڑتے اور انہیں چلاتے ہوئے باتیں کرتے ہوئے پیدل چل پڑتے۔ ایک دن اسی طرح جا رہے تھے کہ ایک

ہرن ہماری نگاہ میں پڑا۔ ہم میں سے ایک شخص نے اسے پتھر مارا جو اسے پوری طرح لگا اور وہ مر کر گر گیا۔ وہ شخص اسے مردہ چھوڑ کر اپنی سواری پر سوار ہو گیا۔ ہمیں یہ کام بڑا برا معلوم ہوا اور ہم نے اسے بہت کچھ کہا سنا۔ مکہ شریف پہنچ کر میں اسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے گیا۔ اس نے سارا واقعہ خود بیان کیا۔ اس وقت جناب فاروقؓ کے پہلو میں ایک صاحب کھڑے تھے جن کا چہرہ چاندی کی طرح جگمگا رہا تھا۔ یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کچھ باتیں کیں۔ پھر میرے ساتھی سے فرمایا کہ تو نے اسے جان بوجھ کر مار ڈالا یا بھول چوک سے۔ اس نے کہا میں نے پتھر اسی پر پھینکا اور قصداً پھینکا لیکن اسے مار ڈالنے کی میری نیت نہ تھی۔ آپ نے فرمایا' پھر تو خطا اور عمد کے درمیان درمیان ہے۔ جا تو ایک بکری ذبح کر دے' اس کا گوشت صدقہ کر دے اور اس کی کھال اپنے کام میں لا۔ یہ سن کر ہم وہاں سے چلے آئے۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا' دیکھ تو نے بڑا قصور کیا ہے اللہ جل شانہ کی نشانیوں کی تجھے عظمت کرنی چاہئے اور ایک بات یہ بھی ہے کہ خود امیر المومنین کو تو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا۔ انہوں نے اپنے ساتھی سے دریافت کیا۔ میرے خیال سے تو اپنی اونٹنی اللہ کے نام سے قربان کر دے شاید اس سے تیرا جرم معاف ہو جائے۔ افسوس کہ اس وقت مجھے یہ آیت یاد ہی نہ رہی کہ حضرت عمرؓ نے تو اس حکم پر عمل کیا ہے کہ دو عادل شخص باہم اتفاق سے جو فیصلہ کریں۔ حضرت عمرؓ کو بھی میرا یہ فتویٰ دینا معلوم ہو گیا۔ اچانک آپؓ کوڑہ لئے ہوئے آ گئے۔ اول تو میرے ساتھی پر کوڑا اٹھا کر فرمایا' تو نے ایک تو جرم میں قتل کیا' دوسرے حکم کی تعمیل میں بیوقوفی کر رہا ہے۔ اب میری طرف متوجہ ہوئے۔ میں نے کہا امیر المومنین اگر آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی تو میں آپ کو آج کی تکلیف ہرگز معاف نہیں کروں گا۔ آپؓ نرم پڑ گئے اور مجھ سے فرمانے لگے' اے قبیصہ میرے خیال سے تو تو جوانی کی عمر والا' کشادہ سینے والا اور چلتی زبان والا ہے۔ یاد رکھ نو جوانوں میں اگر نو خصلتیں اچھی ہوں اور ایک بری ہو تو وہ ایک بری خصلت نو بھلی خصلتوں کو مات کر دیتی ہے۔ سن جوانی کی لغزشوں سے بچا رہ۔ ابن جریر میں ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے احرام کی حالت میں ایک ہرن کا شکار کر لیا۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس گئے۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ اپنے دو رشتے داروں کو لے آؤ۔ وہی فیصلہ کریں گے۔ میں جا کر حضرت عبدالرحمٰن کو اور حضرت سعد کو بلا لایا۔ دونوں نے فیصلہ کیا کہ میں ایک موٹا تازہ بکرا فدیہ دوں۔ حضرت طارق فرماتے ہیں' ایک شخص نے ایک ہرن کو تیر مارا' وہ مر گیا۔ حضرت عمرؓ سے اس نے مسئلہ پوچھا تو آپ نے خود اس کو بھی مشورے میں شریک کر لیا۔ دونوں نے مل کر فیصلہ کیا کہ گھر کی پالتو بکری راہ اللہ قربان کرو۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ خود قاتل بھی دو حکم کرنے والوں میں ایک بن سکتا ہے۔ جیسے کہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا مذہب ہے۔ پھر آیا ہر معاملہ میں اب بھی موجودہ لوگوں میں سے دو حکم فیصلہ کریں گے یا صحابہؓ کے فیصلے کافی ہیں؟ اس میں بھی اختلاف ہے۔ امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں ہر فیصلہ اس وقت کے موجودہ دو عقلمند لوگوں سے کرایا جائے گو اس میں پہلے کا کوئی فیصلہ ہو یا نہ ہو۔

پھر فرماتا ہے یہ فدیئے کی قربانی حرم میں پہنچے یعنی وہیں ذبح ہو اور وہیں اس کا گوشت مسکینوں میں تقسیم ہو۔ اس پر سب کا اتفاق ہے پھر فرمایا یا کفارہ ہے مسکینوں کا کھانا کھلانا یا اس کے برابر کے روزے۔ یعنی جب محرم اپنے قتل کئے ہوئے شکار کے مانند کوئی جانور نہ پائے یا خود شکار ایسا ہوا ہی نہیں جس کے مثل کوئی جانور پالتو ہو۔ یہاں پر لفظ او اختیار کے ثابت کرنے کے لئے ہے یعنی بدلے کے جانور میں کھانا کھلانے میں اور روزے رکھنے میں اختیار ہے۔ جیسے کہ امام مالکؒ' امام ابو حنیفہؒ' امام ابو یوسفؒ' امام محمد بن حسنؒ اور امام شافعیؒ کے دو قولوں میں سے ایک قول اور امام احمدؒ کا مشہور قول ہے اور آیت کے ظاہر الفاظ بھی یہی ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ترتیب وار ہیں۔ یعنی پہلے تو بدلہ پس مالکؒ' ابو حنیفہؒ ان کے ساتھی حماد اور ابراہیم کا قول ہے کہ خود شکار کی قیمت لگائی جائے گی اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں' شکار کے برابر کے جانور کی قیمت لگائی جائے گی۔ اگر وہ موجود ہو' پھر اس کا اناج خریدا جائے گا اور اس میں سے ایک ایک مد ایک ایک مسکین کو دیا جائے

گا- مالک اور فقہاء حجاز کا قول بھی یہی ہے- امام ابوحنیفہؒ اور ان کے ساتھی کہتے ہیں' ہر مسکین کو دو مد دیئے جائیں گے' مجاہد کا قول بھی یہی ہے- امام احمدؒ فرماتے ہیں' گیہوں ہوں تو ایک مد اور اس کے سوا کچھ ہو تو دو مد- پس اگر نہ پائے یا اختیار اس آیت سے ثابت ہو جائے تو ہر مسکین کے کھانے کے عوض ایک روزہ رکھ لے- بعض کہتے ہیں جتنا اناج ہو اس کے ہر ایک صاع کے بدلے ایک روزہ رکھے جیسے کہ اس شخص کے لئے یہ حکم ہے جو خوشبو وغیرہ لگائے- شارع علیہ اسلام نے حضرت کعب بن عجرہؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ ایک فرق کو چھ شخصوں کے درمیان تقسیم کر دیں یا تین دن کے روزے رکھیں- فرق تین صاع کا ہوتا ہے- اب کھانا پہنچانے کی جگہ میں بھی اختلاف ہے- امام شافعیؒ کا فرمان ہے کہ اس کی جگہ حرم ہے- عطاء کا قول بھی یہی ہے- مجاہدؒ فرماتے ہیں جہاں شکار کیا ہے' وہیں کھلوا دے- یا اس سے بہت زیادہ کی قریب کی جگہ میں- امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں' خواہ حرم میں خواہ غیر حرم میں اختیار ہے- سلف کے اس آیت کے متعلق اقوال ملاحظہ ہوں- ابن ابی حاتم میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب محرم شکار کھیل لے' اس پر اس کے بدلے کے چوپائے کا فیصلہ کیا جائے گا- اگر نہ ملے تو دیکھا جائے گا کہ وہ کس قیمت کا ہے- پھر اس نقدی کے اناج کا اندازہ کیا جائے گا- پھر جتنا اناج ہو گا' اسی کے ناپ سے ہر نصف صاع کے بدلے ایک روزہ رکھنا ہو گا- پھر جب طعام پایا جائے گا' جزا پالی گئی- اور روایت میں ہے' جب محرم نے ہرن کو مار ڈالا تو اس پر ایک بکری ہے جو مکے میں ذبح کی جائے گی- اگر نہ پائے تو چھ مسکین کا کھانا ہے' اگر نہ پائے تو تین روزے ہیں- اگر کسی نے اونٹ کو قتل کیا تو اس کے ذمہ ایک گائے ہے- اگر نہ پائے تو بیس مسکینوں کا کھانا دینا- اگر یہ بھی نہ پائے تو بیس روزے- اگر شتر مرغ یا گورخر وغیرہ مارا ہے تو اس پر ایک اونٹنی ہے اگر نہ ملے تو تیس مسکینوں کا کھانا ہے- اگر نہ پائے تو تیس دن کے روزے- ابن جریر کی اسی روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ طعام ایک ایک مد ہو جوان کا پیٹ بھر دے- دوسرے بہت سے تابعین نے بھی طعام کی مقدار بتلائی ہے- سدیؒ فرماتے ہیں' یہ سب چیزیں ترتیب وار ہیں- اور بزرگ فرماتے ہیں کہ تینوں باتوں میں اختیار ہے- امام ابن جریر کا مختار قول بھی یہی ہے-

پھر فرمان ہے کہ یہ کفارہ ہم نے اس لئے واجب کیا ہے کہ وہ اپنے کرتوت کی سزا کو پہنچ جائے- زمانہ جاہلیت میں جو کچھ کسی نے خطا کی ہے' وہ اسلام کی اچھائی کی وجہ سے معاف ہے- اب اسلام میں ان احکام کی موجودگی میں بھی پھر سے اگر کوئی شخص یہ گناہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا- گو اس میں حد نہیں- امام وقت اس پر کوئی سزا نہیں دے سکتا- یہ گناہ اللہ اور بندے کے درمیان ہے- ہاں اسے فدیہ ضرور دینا پڑے گا- یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ فدیہ ہی انتقام ہے- یہ یاد رہے کہ جب کبھی محرم حالت احرام میں شکار کو مارے گا' اس پر بدلہ واجب ہو گا خواہ کئی دفعہ اس سے یہ حرکت ہو جائے اور خواہ عمداً ہو خواہ خطا ہو- ایک دفعہ شکار کے بعد اگر دوبارہ شکار کیا تو اس سے کہہ دیا جائے کہ اللہ تجھ سے بدلہ لے- ابن عباسؓ سے ایک روایت یہ بھی مروی ہے کہ پہلی دفعہ کے شکار پر فدیہ کا حکم ہو گا- دوبارہ کے شکار پر خود اللہ اس سے انتقام لے گا- اس پر فیصلہ فدیہ کا نہ ہو گا- لیکن امام ابن جریرؒ کا مختار مذہب پہلا قول ہی ہے- امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' ایک شخص نے محرم ہو کر شکار کیا' اس پر فدیئے کا فیصلہ کیا گیا- اس نے پھر شکار کیا تو آسمان سے آگ آ گئی اور اسے جلا کر بھسم کر دیا- یہی معنی ہیں اللہ کے فرمان فینتقم الله منه کے- اللہ اپنی سلطنت میں غالب ہے- اسے کوئی مغلوب نہیں کر سکتا- کوئی اسے انتقام سے روک نہیں سکتا- اس کا عذاب جس پر آ جائے' کوئی نہیں جو اسے ٹال دے- مخلوق سب اسی کی پیدا کی ہوئی ہے- حکم اسی کا سب پر نافذ ہے- عزت اور غلبہ اسی کے لئے ہے- وہ اپنے نافرمانوں سے زبردست انتقام لیتا ہے-

اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ
وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ
الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ
وَالْقَلَآئِدَ ۗ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾
اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ۗ ﴿۹۸﴾ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا
تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾

دریا کا شکار تمہارے لئے حلال کر دیا گیا اور اس کا کھانا بھی تاکہ تمہارے لئے اور مسافروں کے لئے نفع ہو۔ جب تک تم احرام کی حالت میں ہو تم پر خشکی کا شکار حرام کیا گیا ہے اس اللہ سے ڈرتے رہا کرو جس کے سامنے تمہارا حشر کیا جائے گا ○ اس خانہ کعبہ کو جو حرمت و بزرگی کا مکان ہے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب بنا دیا ہے۔ اسی طرح حرمت والے مہینوں کو اور قربانیوں کو اور جن جانوروں کے گلے میں پٹے ہیں ان کو بھی یہ سب بیان اس لئے ہے کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کو جانتا ہے۔ یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ ہر ہر چیز سے واقف کار ہے ○ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذابوں والا اور بخشش و رحم والا ہے ○ رسول کے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر کھلے چھپے کو بخوبی جانتا ہے ○

طعام اور شکار میں فرق اور حلال و حرام کی مزید تشریحات: ☆☆ (آیت: ۹۶-۹۹) دریائی شکار سے مراد تازہ پکڑے ہوئے جانور اور طعام سے مراد ہے ان کا جو گوشت سکھا کر نمکین بطور توشے کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ پانی میں سے جو زندہ پکڑا جائے وہ صید یعنی شکار ہے اور جو مردہ ہو کر باہر نکل آئے وہ طعام یعنی کھانا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت زید بن ثابتؓ حضرت عبداللہ بن عمروؓ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم اجمعین حضرت عکرمہ حضرت ابو سلمہ حضرت ابراہیم نخعی حضرت حسن بصری رحمہم اللہ سے بھی یہی مروی ہے۔ خلیفہ بلافصل ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ پانی میں جتنے بھی جانور ہیں وہ سب طعام ہیں۔ (ابن ابی حاتم وغیرہ) آپ نے ایک خطبے میں اس آیت کے اگلے حصے کی تلاوت کر کے فرمایا کہ جو چیز سمندر پھینک دے وہ طعام ہے (ابن جریر) ابن عباسؓ سے بھی یہی منقول ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جو مردہ جانور پانی نکال دے۔ سعید بن مسیبؒ سے اس کی تفسیر میں مروی ہے کہ جس زندہ آبی جانور کو پانی کنارے پر ڈال دے یا پانی اس سے ہٹ جائے یا وہ باہر مردہ ملے (ابن ابی حاتم) ابن جریر میں ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابو ہریرہؓ نے ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ سے سوال کیا کہ سمندر نے بہت سی مردہ مچھلیاں کنارے پر پھینک دی ہیں تو آپ کیا فرماتے ہیں؟ ہم انہیں کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ ابن عمرؓ نے جواب دیا انہیں نہ کھاؤ۔ جب واپس آئے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن کریم کھول کر تلاوت کی اور سورۂ مائدہ کی اس آیت پر نظر پڑی تو ایک آدمی کو دوڑایا اور کہا جاؤ کہہ دو کہ وہ اسے کھا لیں۔ یہی بحری

طعام ہے- امام ابن جریرؒ کے نزدیک بھی قول مختار یہی ہے کہ مراد طعام سے وہ آبی جانور ہیں جو پانی میں ہی مر جائیں- فرماتے ہیں اس بارے میں ایک روایت مروی ہے گو بعض نے اسے موقوف روایت کہا ہے- چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے آپ نے احل لکم صید البحر وطعامہ متاعا لکم پڑھ کر فرمایا اس کا طعام وہ ہے جسے وہ پھینک دے اور وہ مرا ہوا ہو- بعض لوگوں نے اسے بقول ابی ہریرہ موقوف روایت کیا ہے-

پھر فرماتا ہے' یہ منفعت ہے تمہارے لئے اور راہ رو مسافروں کے لئے- یعنی جو سمندر کے کنارے رہتے ہوں اور جو وہاں وارد ہوئے ہوں- پس کنارے رہنے والے تو تازہ شکار خود کھیلتے ہیں' پانی جسے دھکے دے کر باہر پھینک دے اور مر جائے' اسے کھا لیتے ہیں اور نمکین ہو کر دور دراز والوں کو سوکھا ہوا پہنچتا ہے- الغرض جمہور علماء کرام نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ پانی کا جانور خواہ مردہ ہی ہو' حلال ہے' اس کی دلیل علاوہ اس آیت کے امام مالک کی روایت کردہ وہ حدیث بھی ہے کہ حضورؐ نے سمندر کے کنارے پر ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا جس کا سردار حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کیا- یہ لوگ تین سو تھے- حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں' میں بھی ان میں سے تھا- ہم ابھی راستے میں ہی تھے' جو ہمارے توشے تھے' ختم ہو گئے- امیر لشکر کو جب یہ علم ہوا تو حکم دیا کہ جو کچھ جس کسی کے پاس ہو میرے پاس لاؤ چنانچہ سب جمع کر لیا اب حصہ رسدی کے طور پر ایک مقررہ مقدار ہر ایک کو بانٹ دیتے تھے یہاں تک کہ آخر میں ہمیں ہر دن ایک ایک کھجور ملنے لگی- آخر میں یہ بھی ختم ہو گئی- اب سمندر کے کنارے پہنچ گئے- دیکھتے ہیں کہ کنارے پر ایک بڑی مچھلی ایک ٹیلے کی طرح پڑی ہوئی ہے- سارے لشکر نے اٹھارہ راتوں تک اسے کھایا- وہ اتنی بڑی تھی کہ اس کی دو پسلیاں کھڑی کی گئیں تو اس کے نیچے سے ایک شتر سوار نکل گیا اور اس کا سر اس پسلی کی ہڈی تک نہ پہنچا- یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے-

ایک اور روایت میں ہے' اس کا نام عنبر تھا- ایک روایت میں ہے کہ یہ مردہ ملی تھی اور صحابہؓ نے آپس میں کہا تھا کہ ہم رسول اللہؐ کے بھیجے ہوئے ہیں اور اس وقت سخت دقت اور تکلیف میں ہیں- اسے کھا لو- ہم تین سو آدمی ایک مہینے تک وہیں رہے اور اس کو کھاتے رہے یہاں تک کہ ہم موٹے تازے اور تیار ہو گئے- اس کی آنکھ کے سوراخ میں سے ہم چربی ہاتھوں میں بھر بھر کر نکالتے تھے- تیرہ شخص اس کی آنکھ کی گہرائی میں بیٹھ گئے تھے- اس کی پسلی کی ہڈی کے درمیان سے سانڈنی سوار گزر جاتا تھا- ہم نے اس کے گوشت اور چربی سے مٹکے بھر لئے- جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس پہنچے اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا' یہ اللہ کی طرف سے روزی تھی جو اللہ جل مجدہ نے تمہیں دی- کیا اس کا گوشت اب بھی تمہارے پاس ہے؟ اگر ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ- ہمارے پاس تو تھا ہی' ہم نے حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا اور خود آپؐ نے بھی کھایا- مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اس واقعہ میں خود پیغمبر اللہ ﷺ بھی موجود تھے- اس وجہ سے بعض محدثین کہتے ہیں کہ ممکن ہے یہ دو واقعے ہوں اور بعض کہتے ہیں واقعہ تو ایک ہی ہے- شروع میں اللہ کے نبیؐ بھی ان کے ساتھ تھے- بعد میں حضورؐ نے اس مختصر جماعت کو بہ ماتحتی حضرت ابوعبیدہؓ روانہ فرما دیا تھا اور انہیں یہ واقعہ پیش آیا- واللہ اعلم-

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ہم سمندر کے سفر کو جاتے ہیں' ہمارے ساتھ پانی بہت کم ہوتا ہے- اگر اسی سے وضو کرتے ہیں تو پیاسے رہ جائیں تو کیا ہمیں سمندر کے پانی سے وضو کر لینے کی اجازت ہے؟ حضور نے فرمایا' سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ حلال ہے- امام شافعیؒ' امام احمد اور سنن اربعہ والوں نے اسے روایت کیا ہے- امام بخاریؒ' امام ترمذیؒ' امام ابن خزیمہؒ' امام ابن حبانؒ وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے- صحابہؓ کی ایک جماعت نے آنحضرت ﷺ سے اسی کے مثل روایت کیا ہے- ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ اور مسند احمد میں ہے' حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں' ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ حج یا عمرے میں تھے- اتفاق سے ٹڈیوں کا دل کا دل

آ پہنچا- ہم نے انہیں مارنا اور پکڑنا شروع کیا لیکن پھر خیال آیا کہ ہم تو احرام کی حالت میں ہیں- انہیں کیا کریں گے؟ چنانچہ ہم نے جا کر حضور علیہ السلام سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ دریائی جانوروں کے شکار میں کوئی حرج نہیں- اس کا ایک راوی ابوالمہزم ضعیف ہے- واللہ اعلم-

ابن ماجہ میں ہے کہ جب ٹڈیاں نکل آتیں اور نقصان پہنچاتیں تو رسول کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ اے اللہ ان سب کو خواہ چھوٹی ہوں خواہ بڑی' ہلاک کر- ان کے انڈے تباہ کر- ان کا سلسلہ کاٹ دے اور ہماری معاش سے ان کے منہ بند کر دے- یا اللہ ہمیں روزیاں دے- یقیناً تو دعاؤں کا سننے والا ہے- حضرت خالدؓ نے کہا' یا رسول اللہؐ آپ ان کے سلسلہ کے کٹ جانے کی دعا کرتے ہیں حالانکہ وہ بھی ایک قسم کی مخلوق ہے آپ نے فرمایا' ان کی پیدائش کی اصل مچھلی سے ہے- حضرت زیادؒ کا قول ہے کہ جس نے انہیں مچھلی سے ظاہر ہوتے دیکھا تھا' خود اسی نے مجھ سے بیان کیا ہے- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حرم میں ٹڈی کا شکار بھی منع کیا ہے- جن فقہا کرام کا یہ مذہب ہے کہ سمندر میں جو کچھ ہے' سب حلال ہے' ان کا استدلال اسی آیت سے ہے- وہ کسی آبی جانور کو حرام نہیں کہتے- حضرت ابوبکر صدیقؓ کا وہ قول بیان ہو چکا ہے کہ طعام سے مراد پانی میں رہنے والی ہر ایک چیز ہے- بعض حضرات نے صرف مینڈک کو اس حکم سے الگ کر لیا ہے اور مینڈک کے سوا پانی کے تمام جانوروں کو وہ مباح کہتے ہیں- کیونکہ مسند وغیرہ کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مینڈک کے مارنے سے منع فرمایا ہے- اور فرمایا ہے کہ اس کی آواز اللہ کی تسبیح ہے- بعض اور کہتے ہیں' سمندر کے شکار سے مچھلی کھائی جائے گی اور مینڈک نہیں کھایا جائے گا- اور باقی چیزوں میں اختلاف ہے- کچھ تو کہتے ہیں کہ باقی سب حلال ہے اور کچھ کہتے ہیں باقی سب نہ کھایا جائے- ایک جماعت کا خیال ہے کہ خشکی کے جو جانور حلال ہیں' ان جیسے جو جانور پانی کے ہوں' وہ بھی حلال ہیں اور خشکی کے جو جانور حرام ہیں' ان کی مشابہت کے جو جانور تری کے ہوں' وہ بھی حرام- یہ سب وجوہ مذہب شافعی میں ہیں- حنفی مذہب یہ ہے کہ سمندر میں مر جائے' اس کا کھانا حلال نہیں جیسے کہ خشکی میں از خود مرے ہوئے جانور کا کھانا حلال نہیں- کیونکہ قرآن نے اپنی موت آپ مرے ہوئے جانور کو حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ میں حرام کر دیا ہے اور یہ عام ہے-

ابن مردویہ میں حدیث ہے کہ جو تم شکار کر لو اور وہ زندہ ہو' پھر مر جائے تو اسے کھا لو اور جسے پانی آپ ہی پھینک دے اور وہ مرا ہوا الٹا پڑا ہوا ہو اسے نہ کھاؤ- لیکن یہ حدیث سند کی رو سے منکر ہے- صحیح نہیں- مالکیوں شافعیوں اور حنبلیوں کی دلیل ایک تو وہی عنبر والی حدیث ہے جو پہلے گذر چکی- دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ سمندر کا پانی پاک اور اس کا مردہ حلال- وہ بھی گزر چکی- مسند شافعی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہمارے لئے دو مردے اور دو خون حلال کئے گئے ہیں- دو مردے مچھلی اور ٹڈی- اور دو خون کلیجی اور تلی- یہ حدیث مسند احمد' ابن ماجہ' دارقطنی اور بیہقی میں بھی ہے اور اس کے شواہد بھی ہیں اور یہی روایت موقوفاً بھی مروی ہے- واللہ اعلم-

پھر فرماتا ہے کہ تم پر احرام کی حالت میں شکار کھیلنا حرام ہے- پس اگر کسی احرام والے نے شکار کر لیا اور قصداً کیا ہے تو اسے کفارہ بھی دینا پڑے گا اور گنہگار بھی ہو گا اور اگر خطا اور غلطی سے شکار کر لیا ہے تو اسے کفارہ دینا پڑے گا اور اس کا کھانا اس پر حرام ہے خواہ وہ احرام والے ہوں یا نہ ہوں- عطا' قاسم' سالم' ابو یوسف' محمد بن حسن وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں' پھر اگر اسے کھا لیا تو عطا وغیرہ کا قول ہے کہ اس پر دو کفارے لازم ہیں لیکن امام مالکؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ کھانے میں کوئی کفارہ نہیں- جمہور بھی امام صاحب کے ساتھ ہیں- ابو عمر نے اس کی توجیہہ یہ بیان کی ہے کہ جس طرح زانی کے کئی زنا پر حد ایک ہی ہوتی ہے- حضرت ابو حنیفہ کا قول ہے کہ شکار کر کے کھانے والے کو اس کی قیمت بھی دینی پڑے گی- ابو ثورؒ کہتے ہیں کہ محرم نے جب کوئی شکار مارا تو اس پر جزا ہے- ہاں اس کا شکار کھانا اس کے لئے حلال ہے لیکن میں اسے اچھا

نہیں سمجھتا۔ کیونکہ فرمان رسولؐ ہے کہ خشکی کے شکار کو کھانا تمہارے لئے حلال ہے جب تک کہ تم آپ شکار نہ کرو اور جب تک کہ خاص تمہارے لئے شکار نہ کیا جائے۔ اس حدیث کا تفصیلی بیان آگے آرہا ہے۔ ان کا یہ قول غریب ہے۔ ہاں شکاری کے سوا اور لوگ بھی اسے کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض تو منع کرتے ہیں جیسے پہلے گزر چکا اور بعض جائز بتاتے ہیں ان کی دلیل وہی حدیث ہے جو اوپر ابوثور کے قول کے بیان میں گزری۔ واللہ اعلم۔ اگر کسی ایسے شخص نے شکار کیا جو احرام باندھے ہوئے نہیں' پھر اس نے کسی احرام والے کو وہ جانور ہدیئے میں دیا تو بعض تو کہتے ہیں کہ یہ مطلقاً حلال ہے خواہ اسی کی نیت سے شکار کیا ہو خواہ اس کے لئے شکار نہ کیا ہو۔ حضرت عمرؓ' حضرت ابوہریرہؓ حضرت زبیرؓ حضرت کعب احبارؒ' حضرت مجاہدؒ' حضرت عطا' حضرت سعید بن جبیر اور کوفیوں کا یہی خیال ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ غیر محرم کے شکار کو محرم کھا سکتا ہے؟ تو آپ نے جواز کا فتویٰ دیا۔ جب حضرت عمرؓ کو یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا اگر تو اس کے خلاف فتویٰ دیتا تو میں تیری سزا کرتا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی محرم کو اس کا کھانا درست نہیں۔ ان کی دلیل اس آیت کا عموم ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے بھی یہی مروی ہے اور بھی صحابہ تابعین اور ائمہ دین اس طرف گئے ہیں۔ تیسری جماعت نے اس کی تفصیل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر کسی غیر محرم نے کسی محرم کے ارادے سے شکار کیا ہے تو اس محرم کو اس کا کھانا جائز نہیں۔ ورنہ جائز ہے۔ ان کی دلیل حضرت صعب بن جثامہؓ کی حدیث ہے کہ انہوں نے رسول اللہؐ کو ابوا کے میدان میں یا ودان کے میدان میں ایک گورخر شکار کردہ بطور ہدیئے کے دیا تو آپ نے اسے واپس کر دیا جس سے صحابی رنجیدہ ہوئے۔ آثار رنج ان کے چہرے پر دیکھ کر رحمتہ للعالمینؐ نے فرمایا۔ اور کچھ خیال نہ کرو ہم نے بوجہ احرام میں ہونے کے ہی اسے واپس کیا ہے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں موجود ہے تو یہ لوٹانا آپ کا اسی درجہ سے تھا کہ آپ نے سمجھ لیا تھا کہ اس نے یہ شکار خاص میرے لئے ہی کیا ہے اور جب شکار محرم کے لئے ہی نہ ہو تو پھر اسے قبول کرنے اور کھانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت ابوقتادہؓ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے بھی جبکہ وہ احرام کی حالت میں نہ تھے ایک گورخر شکار کیا۔ صحابہ جو احرام میں تھے' انہوں نے اس کے کھانے میں توقف کیا اور حضورؐ سے یہ مسئلہ پوچھا تو آپؐ نے فرمایا' کیا تم میں سے کسی نے اسے اشارہ کیا تھا؟ یا اسے کوئی مدد دی تھی؟ سب نے انکار کیا تو آپؐ نے فرمایا پھر کھالو اور خود آپؐ نے بھی کھایا۔

یہ واقعہ بھی بخاری و مسلم میں موجود ہے۔ مسند احمد میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جنگلی شکار کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اس حالت میں بھی کہ تم احرام میں ہو جب تک کہ خود تم نے شکار نہ کیا ہو اور جب تک کہ خود تمہارے لئے شکار نہ کیا گیا ہو۔ ابوداؤد' ترمذی' نسائی میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی مطلب کا جابرؓ سے سننا ثابت نہیں۔ ربیعہ فرماتے ہیں کہ عرج میں جناب خلیفہ رسول ﷺ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آپ احرام کی حالت میں تھے۔ جاڑوں کے دن تھے۔ ایک چادر سے آپ منہ ڈھکے ہوئے تھے کہ آپ کے سامنے شکار کا گوشت پیش کیا گیا تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا' تم کھالو۔ انہوں نے کہا اور آپ کیوں نہیں کھاتے؟ فرمایا' مجھ میں' تم میں فرق ہے۔ یہ شکار میرے ہی لئے کیا گیا ہے۔ اس لئے میں نہیں کھاؤں گا' تمہارے لئے نہیں کیا گیا' اس لئے تم کھا سکتے ہو۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ
الْخَبِيْثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٠﴾ ع ۱۳
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ

تَسُؤْكُمْ وَإِن تَسْـَٔلُوا۟ عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ ٱلْقُرْءَانُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا ٱللَّهُ عَنْهَا ۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٠١﴾ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّن قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا۟ بِهَا كَـٰفِرِينَ ﴿١٠٢﴾

کہہ دے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں ہوتے گو ناپاک کی کثرت تعجب میں ڈال دے۔ اے عقلمندو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ ○ ایمان دارو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو کہ اگر وہ ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں برا لگے۔ اگر تم نے ایسی باتیں اب پوچھیں جبکہ قرآن اتارا جا رہا ہے تو تم پر وہ کھول دی جائیں گی۔ اللہ نے ایسی باتوں سے درگذر فرما لیا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت ہی بخشنے والا اور بردبار ہے ○ تم سے اگلے لوگوں نے بھی ایسی باتیں پوچھی تھیں نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ان سے کافر ہو گئے ○

رزق حلال کم ہو تو برکت، حرام زیادہ بھی ہو تو بے برکت اور کثرت سوالات: ☆☆ (آیت: ۱۰۰-۱۰۲) مقصد یہ ہے کہ حلال گو تھوڑا ہو وہ بہتر ہے حرام سے گو بہت سارا ہو جیسے وارد ہے کہ جو کم ہو اور کفایت کرے وہ بہتر ہے اس سے جو زیادہ ہو اور غافل کر دے۔ ابن حاطبؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال عطا فرمائے۔ آپؐ نے فرمایا کم مال جس کا شکریہ تو ادا کرے یہ بہتر ہے اس زیادہ سے جس کی تو طاقت نہ رکھے۔ اے عقلمند لوگو اللہ سے ڈرو۔ حرام سے بچو۔ حلال پر اکتفا کرو۔ قناعت کیا کرو تا کہ دین و دنیا میں کامیاب ہو جاؤ۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو ادب سکھاتا ہے کہ بے فائدہ سوالات مت کیا کرو۔ کرید میں نہ پڑو۔ ایسا نہ ہو کہ پھر ان کا جواب اور ان امور کا اظہار تم پر شاق گزرے۔ صحیح حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا مجھے کوئی کسی کی برائی کی بات نہ پہنچائے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری طرف اس حالت میں آؤں کہ میرے دل میں کسی کی طرف سے کوئی برائی نہ ہو۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے ہمیں خطبہ سنایا۔ ایسا بے مثل کہ ہم نے کبھی ایسا خطبہ نہ سنا تھا۔ اسی میں فرمایا کہ اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے۔ یہ سن کر اصحاب رسولؐ منہ ڈھانپ کر رونے لگے۔ اسی اثنا میں ایک شخص آپ سے پوچھ بیٹھا کہ میرا باپ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا فلاں۔ اس پر یہ آیت اتری۔ بخاری و مسلم کی اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے حضورؐ سے بہ کثرت سوالات شروع کر دیئے چنانچہ آپؐ منبر پر آ گئے اور فرمایا' آؤ اب جس کسی کو جو کچھ پوچھنا ہو' پوچھ لو' جو پوچھو گے جواب پاؤ گے۔ صحابہؓ کانپ اٹھے کہ ایسا نہ ہو اس کے پیچھے کوئی اہم امر ظاہر ہو۔ جتنے بھی تھے سب اپنے اپنے چہرے کپڑوں سے ڈھانپ کر رونے لگے۔ ایک شخص تھا جن سے مذاق کیا جاتا تھا اور جنہیں لوگ ان کے باپ کے سوا دوسرے کی طرف نسبت کر کے بلاتے تھے۔ اس نے کہا' حضورؐ میرا باپ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا حذافہ۔ پھر حضرت عمرؓ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! ہم اللہ کے رب ہونے پر' اسلام کے دین ہونے پر اور آپؐ کے رسول ہونے پر راضی ہو گئے۔ ہم تمام فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا' آج کی طرح میں نے بھلائی برائی کبھی نہیں دیکھی۔ جنت دوزخ میرے سامنے اس دیوار کے پیچھے بطور نقشے کے پیش کر دی گئی تھی[1] اور روایت میں ہے۔ یہ سوال کرنے والے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ان سے ان کی والدہ نے کہا' تجھ سے بڑھ کر ماں باپ کا نافرمان میں نے نہیں دیکھا۔ تجھے کیا خبر تھی جاہلیت میں کس چیز کا پرہیز تھا۔ فرض کرو اگر میں بھی کسی معصیت میں اس وقت آلودہ ہو گئی ہوتی تو آج اللہ کے رسولؐ کی زبانی میری رسوائی ہوتی اور سب کے سامنے بے آبروئی ہوتی۔ آپؐ نے فرمایا' سنو اماں اگر رسول اللہ کی زبانی مجھے معلوم

ہوتا کہ فلاں حبشی غلام کا میں بیٹا ہوں تو واللہ میں اسی سے مل جاتا۔

ابن جریر میں ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ سخت غصے کی حالت میں آئے۔ منبر پر چڑھ گئے۔ آپ کا چہرہ مبارک اس وقت سرخ ہو رہا تھا۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا' میں کہاں جاؤں گا؟ آپؐ نے فرمایا جہنم میں۔ دوسرے نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا' حذافہ۔ حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر فرمایا ہم اللہ کے رب ہونے پر' اسلام کے دین ہونے پر' محمد ﷺ کے نبی ہونے پر' قرآن کے امام ہونے پر راضی ہیں۔ یا رسول اللہؐ جاہلیت اور شرک میں ہم ابھی ابھی آپ کی طرف آئے ہیں۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد کون ہیں؟ اس سے آپ کا غصہ کم ہوا اور یہ آیت اتری۔ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ اس دن حضورؐ نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا' جو چاہو پوچھو' جو پوچھو گے' بتاؤں گا۔ یہ شخص جس نے اپنے باپ کا نام پوچھا تھا' یہ قریش کے قبیلے بنو سہم میں سے تھا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جناب عمرؓ نے حضورؐ کے قدم چوم کر یہ عرض کیا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ آپ ہم سے درگزر فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے درگزر فرمائے۔ اسی دن حضورؐ نے یہ قاعدہ مقرر فرمایا تھا کہ اولاد اسے ملے گی جس کی بیوی یا لونڈی ہو اور زانی کو پتھر ملیں گے۔ بخاری شریف میں ہے کہ بعض لوگ از روئے مذاق حضورؐ سے اپنے باپ کا نام اور اپنی گم شدہ اونٹنیوں کی جگہ وغیرہ دریافت کرتے تھے جس پر یہ آیت اتری۔ مسند احمد میں ہے کہ جب آیت وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا نازل ہوئی یعنی صاحب مقدور لوگوں پر حج بیت اللہ فرض ہے تو لوگوں نے پوچھا' یا رسول اللہ کیا ہر سال حج فرض ہے؟ آپؐ خاموش ہو رہے' انہوں نے پھر دوبارہ یہی سوال کیا' آپؐ نے پھر سکوت فرمایا۔ انہوں نے تیسری دفعہ پھر یہی پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہر سال نہیں اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا اور تم ادا نہ کر سکتے۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں' یہ روایت اس سند سے غریب ہے اور میں نے امام بخاریؒ سے سنا ہے کہ اس کے راوی ابوالبختری نے حضرت علیؓ سے ملاقات نہیں کی۔ ابن جریر کی اس روایت میں یہ بھی ہے کہ میری ہاں کے بعد اگر تم اسے چھوڑ دیتے تو یقیناً تم کافر ہو جاتے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ پوچھنے والے محصن اسدیؓ تھے۔ دوسری روایت میں ان کا نام عکاشہ بن محصن مروی ہے۔ یہی زیادہ ٹھیک ہے۔ اور روایت میں ہے کہ سائل ایک اعرابی تھے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا' تم سے اگلے لوگ ائمہ حرج کے ایسے ہی سوالوں کی وجہ سے ہلاک ہوئے' واللہ تمہاری حالت تو یہ ہے کہ اگر میں ساری زمین تمہارے لئے حلال کر دوں اور صرف ایک موزے کے برابر کی جگہ حرام کر دوں تو تم اسی حرمت والی زمین پر گرو گے۔ اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ ظاہر آیت کے الفاظ کا مطلب تو صاف ہے یعنی ان باتوں کا پوچھنا منع ہے جن کا ظاہر ہونا برا ہو۔ پس اولیٰ یہ ہے کہ ایسے سوالات ترک کر دیئے جائیں اور ان سے اعراض کر لیا جائے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے اپنے صحابہؓ سے فرما دیا' دیکھو مجھے کسی کی کوئی برائی نہ پہنچائے' میں چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس صاف سینہ لے کر آؤں۔

پھر فرماتا ہے کہ جن چیزوں کے سوال سے تمہیں روکا جا رہا ہے اگر تم نے ان کی بابت پوچھ گچھ کی اور تم دیکھ رہے ہو کہ وحی نازل ہو رہی ہے۔ تو تمہارے سوالات کا جواب آ جائے گا اور جس چیز کا ظاہر ہونا تمہیں برا معلوم ہوتا تھا' وہ ظاہر ہو جائے گی۔ اس سے پہلے کے ایسے سوالات سے تو اللہ تعالیٰ نے درگزر فرما لیا۔ اللہ ہی ہے بخشش والا اور حلم و بردباری والا۔ مطلب یہ ہے کہ سوالات ترک کر دو' ایسا نہ ہو کہ تمہارے سوال کی وجہ سے کوئی آسانی سختی میں بدل جائے۔ حدیث شریف میں ہے' مسلمانوں میں سب سے بڑا گنہگار وہ ہے' جس نے کسی چیز کی نسبت دریافت کیا جو حرام نہ تھی' پھر اس کے سوال کی وجہ سے وہ حرام ہو گئی۔ یہ بات اور ہے کہ قرآن شریف میں کوئی حکم آئے' اس میں

اجمال ہو۔ اس کی تفصیل دریافت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا ذکر اپنی پاک کتاب میں نہیں کیا' اس سے خود اس نے درگذر فرما لیا ہے۔ پس تمہیں بھی اس سے خاموشی اختیار کرنی چاہئے جیسے کہ خود اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' جب تک میں تمہیں چھوڑے رکھوں' تم بھی مجھے چھوڑ رکھو۔ یاد رکھو کہ تم سے اگلے لوگوں کی حالت کی وجہ صرف کثرت سوال اور انبیاء پر اختلاف ہی ہوئی ہے۔ اور حدیث میں ہے' اللہ تعالیٰ نے فرائض مقرر کر دیئے ہیں۔ انہیں ضائع نہ کرو' حدیں باندھ دی ہیں۔ انہیں نہ توڑو۔ جو چیزیں حرام کر دی ہیں ان کی حرمت کو سنبھالو۔ جن چیزوں سے خاموشی کی ہے' صرف تم پر رحم کھا کر نہ کہ بھول کر' تم بھی ان کی پوچھ گچھ نہ کرو۔

پھر فرماتا ہے' ایسے ہی مسائل تم سے اگلے لوگوں نے بھی دریافت کئے' انہیں بتائے گئے' پر وہ ان پر ایمان نہ لائے بلکہ ان کے باعث کافر بن گئے' ان پر وہ باتیں بیان کی گئیں' ان سے انہوں نے فائدہ نہ اٹھایا کیونکہ ان کے سوال ہی سرکشی پر تھے نہ کہ سمجھنے اور ماننے کے لئے۔ ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں میں اعلان کیا' پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے۔ بنو اسد قبیلے کا ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہر سال؟ آپ سخت غضبناک ہوئے اور فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا اور اگر ایسا ہوتا تو اس پر عمل تمہاری طاقت سے باہر تھا اور جب عمل نہ کرتے تو کافر ہو جاتے۔ پس جب تک میں نہ کہوں تم بھی نہ پوچھو' میں خود جب تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو اسے بجا لاؤ اور جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو رک جاؤ۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور صحابہؓ کو ممانعت کر دی کہ کہیں وہ بھی نصرانیوں کی طرح آسمانی دسترخوان طلب نہ کریں۔ جس کے طلب کرنے کے بعد اور آنے کے بعد پھر وہ کافر ہو گئے۔ پس منع کر دیا اور صاف فرما دیا کہ ایسی باتیں نہ پوچھو کہ اگر قرآن میں ان کی بابت سخت احکام نازل ہوں تو تمہیں برے لگیں بلکہ تم منتظر رہو۔ قرآن اتر رہا ہے جو پوچھنا چاہتے ہو' سب کا بیان اس میں پاؤ گے۔ بہ روایت مجاہدؒ حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی مروی ہے کہ مراد اس سے وہ جانور ہیں جن کا ذکر اس آیت کے بعد ہی ہے۔ عکرمہ فرماتے ہیں مراد معجزات کی طلبی ہے جیسے کہ قریشیوں نے کہا تھا کہ عرب میں نہریں جاری ہو جائیں اور صفا پہاڑ سونے کا ہو جائے وغیرہ اور جیسے یہود نے کہا تھا کہ خود ان پر آسمان سے کتاب اترے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ الخ یعنی معجزوں کے ظاہر کرنے سے مانع تو کچھ بھی نہیں مگر یہ کہ اگلے لوگوں نے بھی اسے جھٹلایا' ہم نے ثمود کو اونٹنی کا نشان دیا تھا جس پر انہوں نے ظلم کیا۔ ہم تو نشانات صرف دھمکانے کے لئے بھیجتے ہیں۔ اور آیت میں ہے وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا الخ بڑی زوردار قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر کوئی معجزہ آ گیا تو ضرور ایمان لائیں گے۔ تو جواب دے کہ یہ تو اللہ کے قبضے کی چیز ہے۔ ہو سکتا ہے کہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں۔ ہم ان کے دلوں کو اور آنکھوں کو الٹ دیں گے جیسے کہ پہلی دفعہ قرآن پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم انہیں ان کی سرکشی کی حالت میں ہی پڑے رہنے دیں گے۔ بھٹکتے پھریں۔ اگر ہم ان پر آسمان سے فرشتے بھی اتارتے اور مردے بھی ان سے باتیں کرنے لگتے اور تمام چیزیں یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے تب بھی تو اللہ کی چاہت کے بغیر انہیں ایمان نصیب نہ ہوتا۔ ان میں سے اکثر ہیں ہی بے علم۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ
وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ
وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا

اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ
اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا
يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

اللہ تعالیٰ نے بحیرہ سائبہ وصیلہ اور حام مقرر نہیں فرمایا۔ لیکن جو لوگ کافر ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں۔ ان میں سے اکثر بے عقل ہیں O ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو جواب دیتے ہیں کہ ہم نے تو جس طریقے پر اپنے باپ دادوں کو پایا ہے ہمیں کافی ہے اگرچہ ان کے باپ دادا محض بے علم اور بے راہ تھے O

بتوں کے نام کٹے ہوئے جانوروں کے نام؟ ☆☆ (آیت:۱۰۳۔۱۰۴) صحیح بخاری شریف میں حضرت سعید بن مسیب رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ بحیرہ اس جانور کو کہتے ہیں جس کے بطن کا دودھ وہ لوگ اپنے بتوں کے نام کر دیتے تھے۔ اسے کوئی دوہتا نہ تھا۔ سائبہ ان جانوروں کو کہتے تھے جنہیں وہ اپنے معبود باطل کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ سواری اور بوجھ سے آزاد کر دیتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا ہے۔ اس نے سب سے پہلے یہ رسم ایجاد کی تھی۔ وصیلہ وہ اونٹنی ہے جس کے پہلوٹھے دو بچے اوپر تلے کے مادہ ہوں۔ ان دونوں کے درمیان کوئی نر اونٹ پیدا نہ ہوا ہو' اسے بھی وہ اپنے بتوں کے نام وقف کر دیتے تھے۔ حام اس نر اونٹ کا نام تھا جس کی نسل سے کئی بچے ہو گئے ہوں۔ پھر اسے بھی اپنے بزرگوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ اور کسی کام میں نہ لیتے تھے۔ ایک حدیث میں ہے کہ میں نے جہنم کو دیکھا۔ اس کا ایک حصہ دوسرے کو گویا کھائے جا رہا تھا' اس میں میں نے عمرو کو دیکھا کہ اپنی آنتیں گھسیٹتا پھرتا ہے۔ اسی نے سائبہ کا رواج سب سے پہلے نکالا تھا۔ ایک حدیث میں ہے' حضورؐ نے عمرو کا یہ ذکر حضرت اکثم بن جون رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر کے فرمایا' وہ صورت شکل میں بالکل تیرے جیسا ہے۔ اس پر حضرت اکثمؓ نے فرمایا' یا رسولؐ اللہ کہیں یہ مشابہت مجھے نقصان نہ پہنچائے؟ آپ نے فرمایا' نہیں بے فکر رہو وہ کافر تھا۔ تم مسلمان ہو۔ اسی نے حضرت ابراہیمؑ کے دین کو سب سے پہلے بدلا' اسی نے بحیرہ' سائبہ اور حام کی رسم نکالی۔ اسی نے بت پرستی دین ابراہیمی میں ایجاد کی۔

ایک روایت میں ہے' یہ بنو کعب میں سے ہے۔ جہنم میں اس کے جلنے کی بدبو سے دوسرے جہنمیوں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے۔ بحیرہ کی رسم کو ایجاد کرنے والا بنو مدلج کا ایک شخص تھا۔ اس کی دو اونٹنیاں تھیں جن کے کان کاٹ دیئے اور دودھ حرام کر دیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد پینا شروع کر دیا۔ میں نے اسے بھی دوزخ میں دیکھا۔ دونوں اونٹنیاں اسے کاٹ رہی تھیں' اور روند رہی تھیں۔ یاد رہے کہ یہ عمرو لحی بن قمعہ کا لڑکا ہے جو خزاعہ کے سرداروں میں سے ایک تھا۔ قبیلہ جرہم کے بعد بیت اللہ شریف کی تولیت انہی کے پاس تھی۔ یہی شخص عرب میں بت لایا اور سفلے لوگوں میں ان کی عبادت جاری کی اور بہت سی بدعتیں ایجاد کیں جن میں سے چوپایوں کو الگ الگ طریقے پر بتوں کے نام کرنے کی رسم بھی تھی۔ جس کی طرف اشارہ آیت وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا میں ہے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اونٹنی کے جب پانچ بچے ہوتے تو پانچواں اگر نر ہوتا تو اسے ذبح کر ڈالتے اور اس کا گوشت صرف مرد کھاتے۔ عورتوں پر حرام جانتے اور اگر مادہ ہوتی تو اس کے کان کاٹ کر اس کا نام بحیرہ رکھتے۔ سائبہ کی تفسیر میں مجاہدؒ سے اسی کے قریب قریب بکریوں میں مروی ہے۔ محمد بن اسحاقؒ کا قول ہے کہ جس اونٹنی کے پے در پے دس اونٹنیاں پیدا ہوتیں' اسے چھوڑ دیتے۔ نہ سواری لیتے نہ بال

کاٹتے نہ دودھ دوہتے اور اسی کا نام سائبہ ہے- صرف مہمان کے لئے تو دودھ نکال لیتے ورنہ اس کا دودھ یونہی رکا رہتا- ابوروقؒ کہتے ہیں' یہ نذر کا جانور ہوتا تھا- جب کسی کی کوئی حاجت پوری ہو جاتی تو وہ اپنے بت اور بزرگ کے نام کوئی جانور آزاد کر دیتا- پھر اس کی نسل بھی آزاد سمجھی جاتی - سدیؒ کہتے ہیں- اگر کوئی شخص اس جانور کی بے حرمتی کرتا تو اسے یہ لوگ سزا دیتے - ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وصیلہ اس جانور کو کہتے ہیں کہ مثلاً ایک بکری کا ساتواں بچہ ہے' اب اگر وہ نر ہے اور ہے مردہ تو اسے مرد عورت کھاتے اور اگر وہ مادہ ہے تو اسے زندہ باقی رہنے دیتے اور اگر نر مادہ دونوں ایک ساتھ ہوئے ہیں تو اس نر کو بھی زندہ رکھتے اور کہتے کہ ساتھ اس کی بہن ہے- اس نے اسے ہم پر حرام کر دیا- حضرت سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں کہ جس اونٹنی کے مادہ پیدا ہو' پھر دوسرا بچہ بھی مادہ ہو تو اسے وصیلہ کہتے تھے- محمد بن اسحاقؒ فرماتے ہیں' جو بکری پانچ دفعہ دو دو مادہ بکریاں بچے دے' اس کا نام وصیلہ تھا- پھر اسے چھوڑ دیا جاتا تھا- اس کے بعد اس کا جو بچہ ہوتا' اسے ذبح کر کے صرف مرد کھا لیتے اور اگر مردہ پیدا ہوتا تو مرد عورت سب کا حصہ سمجھا جاتا - ابن عباسؓ فرماتے ہیں حام اس نر اونٹ کو کہتے ہیں جس کی نسل سے دس بچے پیدا ہو جائیں- یہ بھی مروی ہے کہ جس کے بچے سے کوئی بچہ ہو جائے' اسے وہ آزاد کر دیتے - نہ اس پر سواری لیتے' نہ اس پر بوجھ لادتے' نہ اس کے بال کام میں لیتے' نہ کسی کھیتی یا چارے یا حوض سے اسے روکتے - اور اقوال بھی ہیں-

حضرت مالک بن نفلہؓ فرماتے ہیں' میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا- اس وقت میں پھٹے پرانے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے تھا- آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا' تیرے پاس کچھ مال بھی ہے؟ میں نے کہا ہاں- فرمایا کس قسم کا' کہا ہر قسم کا- اونٹ' بکریاں' گھوڑے غلام وغیرہ- آپ نے فرمایا' پھر تو اللہ نے تجھے بہت کچھ دے رکھا ہے- سن اونٹ کے جب بچہ ہوتا ہے تو صحیح سالم کان والا ہی ہوتا ہے؟ میں نے کہا ہاں' آپ نے فرمایا' پھر تو استرا لے کر ان کے کان کاٹ دیتا ہے اور ان کا نام بحیرہ رکھ دیتا ہے اور بعض کے کان چیر کر انہیں حرام سمجھنے لگتا ہے میں نے کہا جی ہاں- فرمایا خبردار ایسا نہ کرنا- اللہ نے تجھے جتنے جانور دے رکھے ہیں سب حلال ہیں- پھر آپؐ نے اس آیت کی تلاوت کی- بحیرہ وہ ہے جس کے کان کاٹ دیئے جاتے تھے- پھر گھر والوں میں سے کوئی بھی اس سے کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا- ہاں جب وہ مر جاتا تو سب بیٹھ کر اس کا گوشت کھا جاتے - سائبہ اس جانور کو کہتے ہیں جسے اپنے معبودوں کے پاس لے جا کر ان کے نام کا کر دیتے تھے- وصیلہ اس بکری کو کہتے تھے جس کے ہاں ساتویں دفعہ بچہ ہو- اس کے کان اور سینگ کاٹ کر آزاد کر دیتے - اس روایت کے مطابق تو حدیث ہی میں ان جانوروں کی تفصیل ملی جلی ہے- ایک روایت میں یہ بقول حضرت عوف بن مالک مروی ہے اور یہی زیادہ ٹھیک ہے- پھر فرمان قرآن ہے کہ یہ نام اور چیزیں اللہ کی مقرر کردہ نہیں نہ اس کی شریعت میں داخل ہیں اور نہ ذریعہ ثواب ہیں- یہ لوگ اللہ کی پاک صاف شریعت کی طرف دعوت دیئے جاتے ہیں تو اپنے باپ دادوں کے طریقوں کو اس کے مقابلے میں پیش کرتے ہیں حالانکہ ان کے بڑے محض ناواقف اور بے راہ تھے- ان کی تابعداری تو وہ کرے گا جو ان سے بھی زیادہ بہکا ہوا اور بے عقل ہو-

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ
مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

مسلمانو! تم خود اپنے تئیں راہ راست پر قائم رکھو' جب تم راہ راست پر ہو تو بھٹکنے والے کا ضرر تم پر نہیں' تم سب کو لوٹ کر اللہ ہی کی طرف جانا ہے- تم جو کچھ کرتے رہے' سب کچھ وہ تم کو بتا دے گا ○

اپنی اصلاح آپ کرو: ☆☆ (آیت:۱۰۵) اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ خود اپنی اصلاح کریں اور اپنی طاقت کے پر عامل ہو جائے' برائیوں سے بچ جائے تو اس پر گنہگار لوگوں کے گناہ کا کوئی بوجھ بار نہیں۔ مقاتلؒ سے مروی ہے کہ ہر عامل کو اس کے عمل کا مطابق نیکیوں میں مشغول رہیں۔ جب وہ خود ٹھیک ٹھاک ہو جائیں گے تو برے لوگوں کا ان پر کوئی بوجھ نہیں پڑے گا خواہ وہ رشتے دار اور قریبی ہوں خواہ اجنبی اور دور کے ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں' مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے احکامات بدلہ ملتا ہے۔ بروں کو سزا اور اچھوں کو جزا۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اچھی بات کا حکم اور بری باتوں سے منع بھی نہ کرے۔ کیونکہ مسند کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبے میں فرمایا' لوگو تم اس آیت کو پڑھتے ہو اور اس کا مطلب غلط لیتے ہو۔ سنو! میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ لوگ جب بری باتوں کو دیکھتے ہوئے انہیں نہیں روکیں گے تو بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی عام عذاب آ جائے۔

امیر المومنین کا یہ فرمان بھی ہے کہ جھوٹ سے بچو۔ جھوٹ ایمان کی ضد ہے (سنن اربعہ) حضرت ابوثعلبہ خشنیؓ سے اس آیت کی بابت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا' میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تم بھلائی کا حکم اور برائی سے ممانعت کرتے رہو یہاں تک کہ بخیلی کی پیروی اور خواہش نفس کی اتباع اور دنیا کی پسندیدگی اور ہر شخص کا اپنی رائے پر پھولنا عام نہ ہو جائے۔ اس وقت تم صرف اپنی اصلاح میں مشغول ہو جاؤ اور عام لوگوں کو چھوڑ دو' یاد رکھو تمہارے پیچھے صبر کے دن آ رہے ہیں۔ اس وقت دین اسلام پر جما رہنے والا ایسا ہو گا جیسے کوئی انگارے کو مٹھی میں لئے ہوئے ہو۔ اس وقت عمل کرنے والے کو مثل پچاس شخصوں کے عمل کا اجر ملے گا جو بھی اچھے اعمال کرے گا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ مثل پچاس شخصوں کے ان میں سے یا ہم میں سے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تم میں سے (ترمذی)

حضرت ابن مسعودؓ سے بھی جب اس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا' یہ وہ وقت نہیں۔ آج تو تمہاری باتیں مان لی جاتی ہیں لیکن ہاں ایک زمانہ ایسا بھی آنے والا ہے کہ نیک باتیں کہنے اور بھلائی کا حکم کرنے والوں کے ساتھ ظلم و زیادتی کی جائے گی اور اس کی بات قبول نہ کی جائے گی۔ اس وقت تم صرف اپنے نفس کی اصلاح میں لگ جانا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ دو شخصوں میں کچھ جھگڑا ہو گیا اور وہ آمنے سامنے کھڑے ہو گئے تو ایک نے کہا' میں اٹھتا ہوں اور انہیں نیکی کا حکم کرتا ہوں اور برائی سے روکتا ہوں تو دوسرے نے کہا' مجھے کیا پڑی؟ تو اپنی اصلاح میں لگا رہ۔ پھر یہی آیت تلاوت کی۔ اسے سن کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا۔ چپ رہ۔ اس آیت کے عمل کا یہ وقت نہیں۔ قرآن میں کئی طرح کی آیتیں ہیں۔ بعض تو وہ ہیں جن کے مضامین گزر چکے' بعض وہ ہیں جن کے واقعات آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہو گئے۔ بعض کے واقعات حضورؐ کے بعد ہوئے۔ بعض قیامت کے دن ہوں گے مثلاً جنت دوزخ وغیرہ۔ سنو جب تک تمہارے دل نہ پھٹیں' تمہارا مقصود ایک ہی ہو' تم میں پھوٹ نہ پڑی ہو' تم میں لڑائی دنگے شروع نہ ہوئے ہوں' تم اچھی باتوں کی ہدایت کرتے رہو اور بری باتوں سے روکتے رہو۔ ہاں جب دلوں میں جدائی ہو جائے' آپس میں اختلاف پڑ جائیں' لڑائیاں شروع ہو جائیں' اس وقت صرف اپنے تئیں پابند شریعت رکھنا کافی ہے اور وہی وقت ہے اس آیت کے عمل کا (ابن جریر)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا گیا کہ ان دنوں تو آپ اگر اپنی زبان روک لیں تو اچھا ہو۔ آپ کو کیا پڑی کوئی کچھ ہی کرے۔ آپ نہ کسی کو روکیں نہ کچھ کہیں۔ دیکھئے قرآن میں بھی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' تم اپنے تئیں سنبھالو' گمراہوں کی گمراہی کا وبال تم پر نہیں

جب کہ تم خود راہ راست پر ہو۔ تو حضرت ابن عمرؓ نے کہا' یہ حکم میرے اور میرے ساتھیوں کے لئے نہیں اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے' خبردار ہر موجود شخص غیر موجود لوگوں کو پہنچادے۔ پس ہم موجود تھے اور تم غیر موجود تھے۔ یہ آیت تو ان لوگوں کے حق میں ہے جو بعد میں آئیں گے۔ وہ لوگوں کو نیک باتیں کہیں گے لیکن ان کی بات قبول نہ کی جائے گی (ابن جریر)

حضرت ابن عمرؓ کی مجلس میں ایک صاحب آئے۔ بڑے غصیل اور تیز زبان۔ کہنے لگے سنئے جناب۔ چھ شخص ہیں۔ سب قرآن پڑھے ہوئے' جاننے بوجھنے والے' مجتہد' سمجھدار لیکن ہر ایک دوسرے کو مشرک بتلاتا ہے۔ اس نے کہا' میں تم سے نہیں پوچھتا' میں تو حضرت ابن عمرؓ سے سوال کرتا ہوں اور پھر وہی بات دوہرادی تو حضرت عبداللہؓ نے فرمایا شاید تو یہ چاہتا ہے کہ میں تجھے یہ کہہ دوں کہ جا انہیں قتل کر ڈال۔ نہیں میں کہتا ہوں۔ جا انہیں نصیحت کر۔ انہیں برائی سے روک۔ نہ مانیں تو اپنی راہ لگ۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت کی۔ خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں حضرت ابن مازنؒ مدینے میں آتے ہیں۔ یہاں مسلمانوں کا ایک مجمع جمع تھا جس میں سے ایک شخص نے اسی آیت کی تلاوت کی تو اکثر لوگوں نے کہا' اس کے عمل کا وقت ابھی تک نہیں آیا۔ حضرت جبیر بن نفیرؒ کہتے ہیں' میں ایک مجلس میں تھا جس میں بہت سے صحابہ کرامؓ موجود تھے۔ یہی ذکر ہو رہا تھا کہ اچھی باتوں کا حکم کرنا چاہئے اور بری باتوں سے روکنا چاہئے۔ میں اس مجلس میں سب سے چھوٹی عمر کا تھا لیکن جرات کر کے یہ آیت پڑھ دی اور کہا کہ پھر اس کا کیا مطلب ہو گا؟ تو سب نے ایک زبان ہو کر مجھے جواب دیا کہ اس کا صحیح مطلب تمہیں معلوم نہیں اور جو مطلب تم لے رہے ہو' بالکل غلط ہے۔ مجھے بڑا افسوس ہوا۔ پھر وہ اپنی باتوں میں لگ گئے۔ جب اٹھنے کا وقت آیا تو مجھ سے فرمایا' تم ابھی بچے ہو۔ بے موقعہ آیت پڑھ دیتے ہو۔ اصلی مطلب تک نہیں پہنچتے۔ بہت ممکن ہے کہ تم اس آیت کے زمانے کو پالو۔ یہ حکم اس وقت ہے جب بخیلی کا دور دورہ ہو۔ خواہش پرستی عام ہو۔ ہر شخص اپنی سمجھ پر نازاں ہو۔ اس وقت انسان خود نیکیوں اور بھلائیوں میں مشغول رہے۔ گمراہیوں کی گمراہی اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ حضرت حسنؒ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا اس پر بھی اللہ کا شکر ہے۔ اگلے اور پچھلے مومنوں کے ساتھ منافق ضرور رہے جو ان کے اعمال سے بیزار ہی رہے۔

حضرت سعید بن مسیب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' جب تم نے اچھی بات کی نصیحت کر دی اور بری بات سے روک دیا' پھر بھی کسی نے برائیاں کیں' نیکیاں چھوڑیں تو تمہیں کوئی نقصان نہیں۔ حضرت حذیفہؓ بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت کعبؒ فرماتے ہیں' اس کا وقت وہ ہے جب مسجد دمشق کا کلیسا ڈھادیا جائے اور تعصب بڑھ جائے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ
الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ
أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ
فَأَصَابَتْكُم مُّصِيبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُونَهُمَا مِن بَعْدِ الصَّلَاةِ
فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ إِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ
ذَا قُرْبَىٰ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللَّهِ إِنَّا إِذًا لَّمِنَ الْآثِمِينَ ﴿۱۰۶﴾

ایمان والو تم میں سے کسی کی موت کا وقت جب آ جائے اور وہ وصیت کرنے لگے تو دو مسلمان عادل گواہ ہونے چاہئیں۔ ہاں اگر تم سفر میں ہو اور وہیں موت کی مصیبت آ جائے تو دو غیر مسلم گواہ ہی سہی۔ اگر تمہیں ان کی صداقت میں کوئی شک وشبہ ہو تو انہیں نماز کے بعد ٹھہرالو۔ وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم اپنی قسموں کو مال پر نہیں بیچتے گو قرابت دار ہی ہو اور نہ ہم اللہ لگتی گواہی کو چھپاتے ہیں ○

معتبر گواہی کی شرائط: ☆☆ (آیت:۱۰۶) بعض لوگوں نے اس آیت کے عزیز حکم کو منسوخ کہا ہے لیکن اکثر حضرات اس کے خلاف ہیں اثنان خبر ہے۔ اس کی تقدیر شهادہ اثنین ہے۔ مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ اس کے قائم مقام کر دیا گیا ہے یا دلالت کلام کی بنا پر فعل محذوف کر دیا گیا ہے یعنی اَنْ یَّشْهَدَا اِثْنَانِ۔ ذَوَا عَدْلٍ صفت ہے۔ منکم سے مراد مسلمانوں میں سے ہونا یا وصیت کرنے والے کے اہل میں سے ہونا ہے۔ من غیر کم سے مراد اہل کتاب ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ مِنْكُمْ سے مراد قبیلہ میت اور من غیر کم سے مراد اس کے قبیلے کے سوا۔ شرطیں دو ہیں۔ ایک مسافر کے سفر میں ہونے کی صورت میں موت کے وقت وصیت کے لئے غیر مسلم کی گواہی چل سکتی ہے۔ حضرت شریح سے یہی مروی ہے۔

امام احمدؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔ اور تینوں امام خلاف ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ ذمی کافروں کی گواہی آپس میں ایک دوسرے پر جائز مانتے ہیں۔ زہریؒ کا قول ہے کہ سنت جاری ہو چکی ہے کہ کافر کی شہادت جائز نہیں نہ سفر میں نہ حضر میں۔ ابن زید کہتے ہیں کہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں اتری ہے جس کی موت کے وقت اس کے پاس کوئی مسلمان نہ تھا۔ یہ ابتدائے اسلام کا وقت تھا جبکہ زمین کافروں سے بھری تھی اور وصیت سے ورثہ بٹتا تھا۔ ورثے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ پھر وصیت منسوخ ہو گئی۔ ورثے کے احکام اترے اور لوگوں نے ان پر عمل درآمد شروع کر دیا۔ پھر یہ بھی کہ ان دونوں غیر مسلموں کو وصی بنایا جائے گا یا گواہ؟ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ یہ حکم اس شخص کے بارے میں ہے جو سفر میں ہو اور وہیں اجل آ جائے اور مال اس کے پاس ہو۔ پس اگر دو مسلمان اسے مل جائیں تو انہیں اپنا مال سونپ دے اور دو گواہ مسلمان مقرر کر لے۔ اس قول کے مطابق تو یہ دونوں وصی ہوئے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ دونوں گواہ ہوں گے۔ آیت کے الفاظ کا ظاہر مطلب بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ ہاں جس صورت میں ان کے ساتھ اور گواہ نہ ہوں تو یہی وصی ہوں گے اور یہی گواہ بھی ہوں گے۔ امام ابن جریرؒ نے ایک مشکل اس میں یہ بیان کی ہے کہ شریعت کے کسی حکم میں گواہ پر قسم نہیں لیکن ہم کہتے ہیں یہ ایک حکم ہے جو مستقل طور پر بالکل علیحدہ صورت میں ہے اور احکام کا قیاس اس پر جاری نہیں ہے۔ یہ ایک خاص شہادت خاص موقعہ کی ہے۔ اس میں اور بھی بہت سی ایسی باتیں ہیں جو دوسرے احکام میں نہیں۔ پس شک کی قرینے کے وقت اس آیت کے حکم کے مطابق ان گواہوں پر قسم لازم آتی ہے۔

نماز کے بعد ٹھہرالو سے مطلب نماز عصر کے بعد ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ نماز سے مراد مسلمانوں کی نماز ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ان کے مذہب کی نماز۔ مقصود یہ ہے کہ انہیں نماز کے بعد لوگوں کی موجودگی میں کھڑا کیا جائے اور اگر خیانت کا شک ہو تو ان سے قسم اٹھوائی جائے۔ وہ کہیں کہ اللہ کی قسم ہم اپنی قسموں کو کسی قیمت بیچنا نہیں چاہتے۔ دنیوی مفاد کی بنا پر جھوٹی قسم نہیں کھاتے چاہے ہماری قسم سے کسی قریبی رشتہ دار کو نقصان پہنچ جائے تو پہنچ جائے لیکن ہم جھوٹی قسم نہیں کھائیں گے اور نہ ہم سچی گواہی چھپائیں گے۔ اس گواہی کی نسبت اللہ کی طرف اس کی عزت وعظمت کے اظہار کے لئے ہے۔ بعض نے اسے قسم کی بنا پر مجرور پڑھا ہے۔ لیکن مشہور قرات پہلی ہی ہے۔ وہ ساتھ ہی یہ بھی کہیں کہ اگر ہم شہادت کو بدلیں یا الٹ پلٹ کریں یا کچھ حصہ چھپالیں تو ہم بھی گنہگار۔

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ

مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ
بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا
لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى
وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۗ وَاتَّقُوا
اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع ۸

اگر ہم ایسا کریں تو بیشک ہم بھی مجرم- پھر اگر معلوم ہو جائے کہ ان دونوں نے ناجائز طور پر حق دبالیا ہے تو ان کے قائم مقام دو اور شخص کھڑے ہوں جن کا حق دبا ہے جو بہت نزدیک کے رشتہ دار ہیں- یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں کہ اگلے دو گواہوں سے ہماری گواہی زیادہ معتبر ہے اور ہم نے کوئی کمی زیادتی نہیں کی- اگر ہم نے ایسا کیا ہو تو ہم بھی ظالم ○ یہی صورت قرین قیاس ہے کہ گواہ اپنی گواہی کو مطابق واقعہ ادا کریں اور انہیں خوف رہے کہ ہماری قسمیں ان کی قسموں کے بعد الٹی پھیر دی جائیں گی- لوگو اللہ کا خوف رکھو اور اس کے احکام سنتے رہو- اللہ تعالیٰ بدکاروں کی رہبری نہیں فرماتا ○

(آیت: ۱۰۷-۱۰۸) پھر اگر یہ مشہور ہو یا ظاہر ہو جائے یا اطلاع مل جائے کہ ان دونوں نے مرنے والے کے مال میں سے کچھ چرا لیا یا کسی قسم کی خیانت کی- اَوْلِیَانِ کی دوسری قرات اَوَّلَانِ ہے مطلب یہ ہے کہ جب کسی خبر صحیح سے پتہ چلے کہ ان دونوں نے کوئی خیانت کی ہے تو میت کے وارثوں میں سے جو میت کے زیادہ نزدیک ہوں' وہ دو شخص کھڑے ہوں اور حلفیہ بیان دیں کہ ہماری شہادت ہے کہ انہوں نے چرایا اور یہی زیادہ حق' زیادہ صحیح اور پوری سچی بات ہے- ہم ان پر جھوٹ نہیں باندھتے' اگر ہم ایسا کریں تو ہم ظالم- یہ مسئلہ اور قیامت کا مسئلہ اس بارے میں بہت ملتا جلتا ہے- اس میں بھی مقتول کے اولیاء قسمیں کھاتے ہیں- تمیم داری سے منقول ہے کہ اور لوگ اس سے بری ہیں- صرف میں اور عدی بن بداء اس سے متعلق ہیں- یہ دونوں نصرانی تھے- اسلام سے پہلے ملک شام میں بغرض تجارت آتے جاتے تھے- بنوہم کے مولی بدیل بن ابومریم بھی مال تجارت لے کر شام کے ملک گئے ہوئے تھے- ان کے ساتھ ایک چاندی کا جام تھا جسے وہ خاص بادشاہ کے ہاتھ فروخت کرنے کے لئے لے جارہے تھے- اتفاقاً وہ بیمار ہو گئے- ان دونوں کو وصیت کی اور مال سونپ دیا کہ یہ میرے وارثوں کو دے دینا- اس کے مرنے کے بعد ان دونوں نے وہ جام تو مال سے الگ کر دیا اور ایک ہزار درہم میں بیچ کر آدھوں آدھ بانٹ لئے- باقی مال واپس لا کر بدیل کے رشتہ داروں کو دے دیا- انہوں نے پوچھا کہ چاندی کا جام کیا ہوا؟ دونوں نے جواب دیا ہمیں کیا خبر؟ ہمیں تو جو دیا تھا' وہ ہم نے تمہیں دے دیا- حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ مدینے میں آئے اور اسلام نے مجھ پر اثر کیا میں مسلمان ہو گیا تو میرے دل میں خیال آیا کہ یہ انسانی حق مجھ پر رہ جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں میں پکڑا جاؤں گا تو میں بدیل کے وارثان کے پاس آیا اور انہیں پورے واقعہ کی اطلاع دی اور پانچ سو درہم جو میں نے لئے تھے- ان کے حوالے کر دیئے- اب یہ لوگ عدی کے پاس پہنچے اور اس سے کہا پانچ سو درہم جو تو نے لے لئے ہیں' وہ بھی واپس کر' آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ اس سے قسم لی جائے' اس پر یہ آیت اتری اور عمرو بن عاص نے اور ان میں سے ایک اور شخص نے قسم کھائی- عدی بن بداء کو پانچ سو درہم دینے پڑے (ترمذی)

ایک روایت میں ہے کہ عدی جھوٹی قسم بھی کھا گیا تھا- اور روایت میں ہے کہ اس وقت ارض شام کے اس حصے میں کوئی مسلمان نہ تھا- یہ جام چاندی کا تھا اور سونے سے منڈھا ہوا تھا اور مکے میں سے جام خرید اگیا تھا جہاں سے ملا تھا انہوں نے بتایا تھا کہ ہم نے اسے تمیم

اور عدی سے خریدا ہے۔ اب میت کے دو وارث کھڑے ہوئے اور قسم کھائی۔ اسی کا ذکر اس آیت میں ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ قسم عصر کی نماز کے بعد کھائی تھی۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک مسلمان کی وفات کا موقعہ سفر میں آیا' جہاں کوئی مسلمان اسے نہ ملا تو اس نے اپنی وصیت پر دو اہل کتاب گواہ رکھے۔ ان دونوں نے کوفے میں آ کر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے سامنے شہادت دی۔ وصیت بیان کی اور ترکہ پیش کیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا' آنحضرت ﷺ کے بعد یہ واقعہ پہلا ہے۔ پس عصر کی نماز کے بعد ان سے قسم لی کہ نہ انہوں نے خیانت کی ہے' نہ جھوٹ بولا ہے' نہ بدلا ہے نہ چھپایا ہے' نہ الٹ پلٹ کیا ہے بلکہ سچی وصیت اور پورا ترکہ انہوں نے پیش کر دیا ہے۔ آپ نے ان کی شہادت کو مان لیا۔ حضرت ابوموسیٰؓ کے فرمان کا مطلب یہی ہے کہ ایسا واقعہ حضورؐ کے زمانے میں تمیم اور عدی کا ہوا تھا اور اب یہ دوسرا اس قسم کا واقعہ ہے۔ حضرت تمیم بن داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام سنہ ۹ ہجری کا ہے اور یہ آخری زمانہ ہے۔

سدی فرماتے ہیں' لازم ہے کہ موت کے وقت وصیت کرے اور دو گواہ رکھے۔ اگر سفر میں ہے اور مسلمان نہیں ملتے تو خیر غیر مسلم ہی سہی۔ انہیں وصیت کرے' اپنا مال سونپ دے۔ اگر میت کے وارثوں کا اطمینان ہو جائے تو خیر آئی گئی بات ہوئی ورنہ سلطان اسلام کے سامنے وہ مقدمہ پیش کر دیا جائے۔ اوپر جو واقعہ بیان ہوا' اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت ابوموسیٰؓ نے ان سے عصر کے بعد قسم لینی چاہی تو آپ سے کہا گیا کہ انہیں عصر کے بعد کی کیا پرواہ؟ ان سے ان کی نماز کے وقت قسم لی جائے اور ان سے کہا جائے کہ اگر تم نے کچھ چھپایا یا خیانت کی تو ہم تمہیں تمہاری قوم میں رسوا کر دیں گے اور تمہاری گواہی کبھی بھی قبول نہ کی جائے گی اور تمہیں سنگین سزا دی جائے گی۔ بہت ممکن ہے کہ اس طرح ان کی زبان سے حق بات معلوم ہو جائے۔ پھر بھی اگر شک شبہ رہ جائے اور کسی اور طریق سے ان کی خیانت معلوم ہو جائے تو مرحوم کے دو مسلمان وارث قسمیں کھائیں کہ ان کافروں کی شہادت غلط ہے تو ان کی شہادت غلط مان لی جائے گی اور ان سے ثبوت لے کر فیصلہ کر دیا جائے گا۔ پھر بیان ہوتا ہے کہ اس صورت میں فائدہ یہ ہے کہ شہادت ٹھیک ٹھیک آ جائے گی۔ ایک تو اللہ کی قسم کا لحاظ ہو گا' دوسرے لوگوں میں رسوا ہونے کا ڈر رہے گا۔ لوگو! اللہ تعالیٰ سے اپنے سب کاموں میں ڈرتے رہو۔ اس کی باتیں سنتے رہو اور مانتے چلے جاؤ۔ جو لوگ اس کے فرمان سے ہٹ جائیں اور اس کے احکام کے خلاف چلیں' وہ راہ راست نہیں پاتے۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾

جس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کر کے دریافت فرمائے گا کہ تم کیا جواب دیئے گئے؟ وہ کہیں گے' اے اللہ! ہمیں کچھ علم نہیں' بیشک تو تمام چھپی ہوئی باتوں کا بخوبی جاننے والا ہے ○

روز قیامت انبیاء سے سوال: ☆☆ (آیت: ۱۰۹) اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے کہ رسولوں سے قیامت کے دن سوال ہو گا کہ تمہاری امتوں نے تمہیں مانا یا نہیں؟ جیسی اور آیت میں ہے فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ یعنی رسولوں سے بھی اور ان کی امتوں سے بھی ہم ضرور دریافت فرمائیں گے۔

اور جگہ ارشاد ہے فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ الخ' تیرے رب کی قسم ہم سب سے ان کے اعمال کا سوال ضرور ضرور کریں گے۔ رسولوں کا یہ جواب کہ ہمیں مطلق علم نہیں۔ اس دن کی ہول و دہشت کی وجہ اور گھبراہٹ کی وجہ سے کچھ جواب بن نہ پڑے گا۔ یہ وہ وقت ہو گا کہ عقل جاتی رہے گی۔ پھر دوسری منزل میں ہر نبی اپنی اپنی امت پر گواہی دے گا۔ ایک مطلب اس آیت کا یہ بھی بیان کیا گیا

ہے کہ سوال کی غرض یہ ہے کہ تمہاری امتوں نے تمہارے بعد کیا کیا عمل کئے اور کیا کیا نئی باتیں نکالیں؟ تو وہ ان سے اپنی لاعلمی ظاہر کریں گے۔ یہ معنی بھی درست ہو سکتے ہیں کہ ہمیں کوئی ایسا علم نہیں جو اے جناب باری تیرے علم میں نہ ہو۔ حقیقتاً یہ قول بہت ہی درست ہے کہ اللہ کے علم کے مقابلے میں بندے محض بے علم ہیں۔ تقاضائے ادب اور طریقۂ گفتگو یہی مناسب مقام ہے۔ گو انبیاء جانتے تھے کہ کس کس نے ہماری نبوت کو ہمارے زمانے میں تسلیم کیا لیکن چونکہ وہ ظاہر کے دیکھنے والے تھے اور رب عالم باطن میں ہے اس لئے ان کا یہی جواب بالکل درست ہے کہ ہمیں حقیقی علم مطلقاً نہیں۔ تیرے علم کی نسبت تو ہمارا علم محض لاعلمی ہے۔ حقیقی عالم تو صرف ایک تو ہی ہے۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۙ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾

جس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا' اے عیسیٰ بن مریم میرے ان احسانوں کو یاد کر جو میں نے تجھ پر اور تیری والدہ پر کیے ہیں جبکہ میں نے روح القدس سے تیری تائید کی' تو گہوارے میں لوگوں سے باتیں کرتا تھا اور ادھیڑ عمر میں بھی' اور جبکہ میں نے تجھے کتاب وحکمت اور توراۃ وانجیل سکھائی اور جبکہ تو میرے حکم سے جانور کی صورت مٹی سے بناتا تھا۔ پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا' اور میرے ہی حکم سے تو مادر زاد اندھوں کو اور کوڑھیوں کو اچھا کر دیتا تھا۔ اور جب تو میرے فرمان سے مردے نکال کھڑے کرتا تھا' اور جبکہ میں نے بنی اسرائیل کی ایذاؤں کو تجھ سے ہٹا دیا جبکہ تو ان کے پاس دلیلیں لایا اور ان میں جو کفار تھے' انہوں نے صاف کہہ دیا تھا کہ یہ تو محض کھلا کھلا جادو ہی ہے O

حضرت عیسیٰ کے معجزات: ☆☆ (آیت: ۱۱۰) جناب مسیح علیہ الصلوۃ والسلام پر جو احسانات تھے ان کا اور آپ کے معجزوں کا بیان ہو رہا ہے کہ بغیر باپ کے صرف ماں سے آپ کو پیدا کیا اور اپنی کمال قدرت کا نشان آپ کو بنایا۔ پھر آپ کی والدہ پر احسان کیا کہ ان کی برأت اسی بچے کے منہ سے کرائی اور جس برائی کی نسبت ان کی طرف بیہودہ لوگ کر رہے تھے' اللہ نے آج کے پیدا شدہ بچے کی زبان سے ان کی پاک دامنی کی شہادت اپنی قدرت سے دلوائی۔ جبرئیل علیہ السلام کو اپنے نبی کی تائید پر مقرر کر دیا۔ بچپن میں اور بڑی عمر میں انہیں اپنی دعوت دینے والا بنایا گیا۔ گہوارے میں ہی بولنے کی طاقت عطا فرمائی' اپنی والدہ محترمہ کی برات ظاہر کر کے اللہ کی عبودیت کا اقرار کیا اور اپنی رسالت کی طرف لوگوں کو بلایا۔

مراد کلام کرنے سے اللہ کی طرف بلانا ہے ورنہ بڑی عمر میں کلام کرنا کوئی خاص بات یا تعجب کی چیز نہیں۔ لکھنا اور سمجھنا آپ کو سکھایا۔

تورات جو کلیم اللہ پر اتری تھی اور انجیل جو آپ پر نازل ہوئی' دونوں کا علم آپ کو سکھایا۔ آپ مٹی سے پرند کی صورت بناتے۔ پھر اس میں دم کر دیتے تو وہ اللہ کے حکم سے چڑیا بن کر اڑ جاتا۔ اندھوں اور کوڑھیوں کے بھلا چنگا کرنے کی پوری تفسیر سورۂ آل عمران میں گزر چکی ہے۔ مردوں کو آپ بلاتے تو وہ بحکم الٰہی زندہ ہو کر اپنی قبروں سے اٹھ کر آ جاتے۔ ابو ہذیل فرماتے ہیں جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کسی مردے کے زندہ کرنے کا ارادہ کرتے تو دو رکعت نماز ادا کرتے۔ پہلی میں سورہ تبارک اور دوسری میں الم تنزیل السجدہ پڑھتے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء پڑھتے اور اس کے سات نام لیتے جو یہ ہیں۔ یا قدیم' یا خفی' یا دائم' یا فرد' یا وتر' یا احد' یا صمد اور جب آپ کو کوئی سختی پہنچتی تو آپ اللہ تعالیٰ کے سات نام اور لیتے یاحی' یاقیوم' یا اللہ' یا رحمٰن' یا رحیم' یا ذوالجلال' والاکرام' یا نور السموات والارض وما بینھما و رب العرش العظیم۔ یہ اثر بڑا زبردست اور عظمت والا ہے اور میرے اس احسان کو بھی یاد کرو کہ جب تم دلائل و براہین لے کر اپنی امت کے پاس آئے اور ان میں سے جو کافر تھے انہوں نے اسے جادو بتایا اور درپے آزاد ہوئے تو ان کے شر سے میں نے تمہیں بچالیا۔ انہوں نے قتل کرنا چاہا' سولی دینا چاہی لیکن میں ہمیشہ تیرا کفیل و حفیظ رہا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ احسان آپ کے آسمان پر چڑھا لینے کے بعد کے ہیں یا یہ کہ یہ خطاب آپ سے بروز قیامت ہوگا اور ماضی کے صیغہ سے اس کا بیان اس کے پختہ اور یقینی ہونے کے سبب ہے۔ یہ غیبی اسرار میں سے ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کو مطلع فرما دیا۔

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۭ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾

اس وقت میں نے حواریوں کے دل میں ڈالا کہ وہ مجھے اور میرے رسول کو مان لیں تو ان سب نے کہہ دیا کہ ہم یقین لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم سب حکم بردار ہیں ○ جبکہ حواریوں نے کہا کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا تیرے رب سے یہ ہو سکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے کوئی خوان نازل فرمائے؟ آپ نے جواب دیا کہ اگر تم باایمان ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو ○ انہوں نے کہا' ہم چاہتے ہیں اس خوان میں سے ہم کھائیں اور ہمارے دلوں کو تسکین حاصل ہو اور ہمیں آپ کی صداقت کا بھی یقین ہو جائے اور اس پر ہم خود بھی گواہ بن جائیں ○

(آیت:۱۱۱) پھر اپنا ایک اور احسان بتایا کہ میں نے تیرے مددگار اور ساتھی بنا دیئے۔ حواریوں کے دل میں الہام اور القا کیا۔ یہاں بھی لفظ وحی کا اطلاق ویسا ہی ہے جیسا ام موسیٰ کے بارے میں ہے اور شہد کی مکھی کے بارے میں ہے۔ انہوں نے الہام رب پر عمل کیا۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ میں نے تیری زبانی ان تک اپنی وحی پہنچائی اور انہیں قبولیت کی توفیق دی۔ تو انہوں نے مان لیا اور کہہ دیا کہ ہم تو مسلمین یعنی تابع فرمان اور فرماں بردار ہیں۔

بنی اسرائیل کی ناشکری اور عذاب الٰہی: ☆☆ (آیت:۱۱۲-۱۱۳) یہ مائدہ کا واقعہ ہے اور اسی کی وجہ سے اس سورت کا نام سورہ مائدہ

ہے- یہ بھی جناب مسیح علیہ السلام کی نبوت کی ایک زبردست دلیل اور آپ کا ایک اعلیٰ معجزہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سے آسمانی دستر خوان اتارا اور آپ کی سچائی ظاہر کی- بعض ائمہ نے فرمایا ہے کہ اس کا ذکر موجودہ انجیل میں نہیں- عیسائیوں نے اسے مسلمانوں سے لیا ہے- واللہ اعلم- حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والے آپ سے تمنا کرتے ہیں کہ اگر ہو سکے تو اللہ تعالیٰ سے ایک خوان کھانے سے بھرا ہوا طلب کیجئے- ایک قرات میں ھل یستطیع ربک یعنی کیا آپ سے یہ ہو سکتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں؟ مائدہ کہتے ہیں اس دستر خوان کو جس پر کھانا رکھا ہوا ہو- بعض لوگوں کا بیان ہے کہ انہوں نے بوجہ فقر و فاقہ، تنگی اور حاجت کے یہ سوال کیا تھا- جناب مسیح علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اللہ پر بھروسہ رکھو اور رزق کی تلاش کرو، ایسے انوکھے سوالات نہ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ فتنہ ہو جائے اور تمہارے ایمان ڈگمگا جائیں- انہوں نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول، ہم تو کھانے پینے سے تنگ ہو رہے ہیں محتاج ہو گئے ہیں- اس سے ہمارے دل مطمئن ہو جائیں گے کیونکہ ہم اپنی آنکھوں سے اپنی روزیاں آسمان سے اترتی خود دیکھ لیں گے- اسی طرح آپ پر جو ایمان ہے وہ بھی بڑھ جائے گا، آپ کی رسالت کو یوں تو ہم مانتے ہی ہیں لیکن یہ دیکھ کر ہمارا یقین اور بڑھ جائے گا اور اس پر خود ہم گواہ بن جائیں گے، اللہ کی قدرت اور آپ کے معجزہ کی یہ ایک روشن دلیل ہوگی جس کی شہادت ہم خود دیں گے اور یہ آپ کی نبوت کی کافی دلیل ہوگی-

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِّأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِينَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَّا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِينَ ﴿۱۱۵﴾ ع ۱۵/۷

حضرت عیسیٰؑ بن مریم نے دعا کی کہ اے معبود برحق، اے ہمارے پروردگار تو ہم پر آسمان سے کھانے بھرا خوان اتارتا کہ وہ ہمارے لئے اور ہمارے اگلوں پچھلوں کے لئے عید ہو جائے اور تیری ایک خاص نشانی بن جائے- اے اللہ تو ہمیں روزی دے اور تو بہترین روزی رساں ہے ○ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اچھا میں اسے تمہارے لئے نازل فرماؤں گا- لیکن یہ یاد رہے کہ اس کے بعد تم میں سے جو ناشکری کرے گا، میں اسے وہ سزا دوں گا جو دنیا میں کسی کو نہ دی ہو ○

(آیت: ۱۱۴-۱۱۵) اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی- عید ہونے سے مراد تو عید کا دن یا نماز گزارنے کا دن ہونا ہے- یا اپنے بعد والوں کے لئے یادگار کا دن ہونا ہے یا اپنی اور اپنے بعد کی نسلوں کے لئے نصیحت و عبرت ہونا ہے یا اگلوں پچھلوں کے لئے کافی وافی ہونا ہے- حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں، یا اللہ یہ تیری قدرت کی ایک نشانی ہوگی اور میری سچائی بھی کہ تو نے میری دعا قبول فرمالی- پس لوگوں تک ان باتوں کو جو تیرے نام سے ہیں، انہیں پہنچاؤں گا- یقین کر لیا کریں گے- یا اللہ تو ہمیں یہ روزی بغیر مشقت و تکلیف کے محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرما- تو تو بہترین رازق ہے- اللہ تعالیٰ نے دعا کی قبولیت کا وعدہ فرمالیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ اس کے اترنے کے بعد تم میں سے جو کوئی بھی جھٹلائے گا اور کفر کرے گا تو میں اسے وہ عذاب دوں گا جو تمہارے زمانے میں کسی اور کو نہ دیا ہو- جیسے آل فرعون کو قیامت کے دن کہا جائے گا کہ تم سخت تر عذاب میں داخل ہو جاؤ- اور جیسے منافقوں کے لئے جہنم کا سب سے نیچے کا طبقہ ہے- حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن بدترین عذاب تین قسم کے لوگوں کو ہوگا- منافقوں کو اور مائدہ آسمانی کے بعد انکار

کرنے والوں کو اور فرعونیوں کو۔ اب ان روایات کو سنئے جو اس بارے میں سلف سے مروی ہیں۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ تم اللہ کے لئے ایک مہینے کے روزے رکھو۔ پھر رب سے دعا کرو۔ وہ قبول فرمائے گا۔ انہوں نے تیس روزے پورے کر کے کہا' اے بھلائیوں کے بتانے والے ہم اگر کسی کا کام ایک ماہ کامل کرتے تو وہ بعد فراغت ضرور ہماری دعوت کرتا تو آپ بھی اللہ (کی طرف) سے بھرے ہوئے خوان کے آسمانوں سے اترنے کی دعا کیجئے۔ حضرت عیسیٰؑ نے پہلے تو انہیں سمجھایا لیکن ان کی نیک نیتی کے اظہار پر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی ساتھ ہی دھمکا بھی دیا۔ پھر فرشتوں کے ہاتھوں آسمان سے خوان نعمت اتارا جس پر سات مچھلیاں تھیں۔ سات روٹیاں تھیں۔ جہاں یہ تھے وہیں وہ ان کے سامنے رکھ گئے سب بیٹھ گئے اور شکم سیر ہو کر اٹھے۔ ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ اس مائدہ آسمانی میں گوشت روٹی اترا تھا حکم تھا کہ خیانت نہ کریں' کل کے لئے نہ لے جائیں لیکن انہوں نے حکم کی خلاف ورزی کی۔ لے بھی گئے اور چرا بھی لیا' جس کی سزا میں وہ بندر بن گئے۔

حضرت عمارؓ فرماتے ہیں' اس میں جنت کے میوے تھے۔ آپ فرماتے ہیں' اگر وہ لوگ خیانت اور ذخیرہ نہ کرتے تو وہ خوان یوں ہی رہتا لیکن شام ہونے سے پہلے ہی انہوں نے چوریاں شروع کر دیں۔ پھر سخت عذاب کئے گئے۔ اے عرب بھائیو! یاد کرو تم اونٹوں اور بکریوں کی دمیں مروڑتے تھے۔ اللہ نے تم پر احسان کیا۔ خود تم ہی میں سے رسول کو بھیجا جن سے تم واقف تھے۔ جن کے حسب ونسب سے تم آگاہ تھے' اس رسول ﷺ نے تم پر احسان کیا۔ خود تم ہی میں سے رسول کو بھیجا جن سے تم واقف تھے۔ جن کے حسب ونسب سے تم آگاہ تھے' اس رسول ﷺ نے تمہیں بتا دیا کہ عجمیوں کے ملک تمہارے ہاتھوں فتح ہوں گے لیکن خبردار تم سونے چاندی کے خزانوں کے درپے نہ ہو جانا لیکن واللہ دن رات وہی ہیں اور تم وہ نہ رہے' تم نے خزانے جمع کرنے شروع کر دیئے۔ مجھے تو خوف ہے کہ کہیں تم پر بھی اللہ کا عذاب برس نہ پڑے۔ اسحٰق بن عبداللہ فرماتے ہیں' جن لوگوں نے مائدہ آسمانی میں سے چرایا' ان کا خیال یہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ختم ہو جائے اور کل کے لئے ہمارے پاس کچھ نہ رہے۔ مجاہدؒ سے مروی ہے کہ جب وہ اترتے' ان پر مائدہ اترتا۔ عطیہؒ فرماتے ہیں گو وہ تھی تو مچھلی لیکن اس میں ذائقہ ہر چیز کا تھا۔ وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں' ہر دن اس مائدہ پر آسمان سے میوے اترتے تھے۔ قسم قسم کی روزیاں کھاتے تھے' چار ہزار آدمی! ایک وقت اس پر بیٹھ جاتے۔ پھر اللہ کی طرف سے غذا تبدیل ہو جاتی۔ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس پر روٹیاں جو کی تھیں۔

سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں' اس پر سوائے گوشت کے تمام چیزیں تھیں۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں' اس پر چاول کی روٹی تھی۔ حضرت وہبؒ فرماتے ہیں کہ ان کے اس سوال پر حضرت عیسیٰ بہت رنجیدہ ہوئے تھے اور فرمایا تھا کہ زمین کے رزق پر قناعت کرو اور آسمانی دسترخوان نہ مانگو۔ اگر وہ اترا تو چونکہ زبردست نشان ہو گا' اگر ناقدری کی تو بری طرح پکڑے جاؤ گے۔ ثمودیوں کی ہلاکت کا باعث بھی یہی ہوا کہ انہوں نے اپنے نبی سے نشان طلب کیا تھا لیکن حواریوں نے حضرت عیسیٰ کی ایک نہ مانی اور اصرار کیا کہ نہیں آپ ضرور دعا کیجئے۔ اب جناب عیسیٰ اٹھے' صوف کا جبہ اتار دیا' سیاہ بالوں کا لبادہ پہن لیا اور چادر بھی بالوں کی اوڑھ لی' وضو کر کے' غسل کر کے' مسجد میں جا کر نماز پڑھ کر' قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر کھڑے ہو گئے۔ دونوں پیر ملا لئے' ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لگا لی' انگلیاں بھی ملا لیں' اپنے سینے پر اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا' نگاہیں زمین میں گاڑ لیں' سر جھکا دیا اور نہایت خشوع وخضوع سے عاجزانہ طور پر گریہ وزاری شروع کر دی۔ آنسو رخساروں سے بہہ کر داڑھی کو تر کر کے زمین پر ٹپکنے لگے یہاں تک کہ زمین بھی تر ہو گئی۔ اب دعا کی جس کا بیان اس آیت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور ایک سرخ رنگ کا خوان دو بادلوں کے درمیان آسمان سے اترا جسے اترتے ہوئے سب نے دیکھا۔ سب تو خوشیاں منا رہے

تھے لیکن روح اللہ کانپ رہے تھے' رنگ اڑ گیا تھا اور زار و قطار رو رہے تھے کہ اللہ ہی خیر کرے' ذرا بے ادبی ہوئی تو مارے گئے - زبان مبارک سے یہ دعا نکل رہی تھی کہ یا اللہ اسے تو رحمت کا سبب بنا - عذاب کا سبب نہ بنا - یا اللہ بہت سی عجیب و غریب چیزیں میں نے تجھ سے طلب کیں اور تو نے عطا فرمائیں - باری تعالیٰ تو ان نعمتوں کے شکر کی ہمیں توفیق عطا فرما - اے پروردگار تو اپنی اس نعمت کو ہمارے لئے سبب غضب نہ بنا' الٰہی تو اسے سلامتی اور عافیت کر' اسے فتنہ اور عذاب نہ کر - یہاں تک کہ وہ خوان زمین تک پہنچ گیا اور حضرت عیسیٰؑ حواری اور عیسائیوں کے سامنے رکھ دیا - اس میں سے ایسی پاکیزہ خوشبوئیں آ رہی تھیں کہ کسی دماغ میں ایسی خوشبو اس سے پہلے کبھی نہیں آئی تھی - حضرت عیسیٰ اور آپ کے اصحاب اسے دیکھ کر سجدے میں گر پڑے - یہودی بھی یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے اور جل بھن رہے تھے - حضرت عیسیٰ اور آپ کے ساتھی اس دستر خوان کے ارد گرد بیٹھ گئے - دیکھا کہ اس پر ایک رومال ڈھکا ہوا ہے' مسیح علیہ السلام نے فرمایا کون نیک بخت جرات و ہمت کر کے اسے کھولتا ہے؟ حواریوں نے کہا اے کلمتہ اللہ آپ سے زیادہ حقدار اس کا کون ہے" یہ سن کر حضرت عیسیٰ کھڑے ہوئے' نئے سرے سے وضو کیا' مسجد میں جا کر کئی رکعت نماز ادا کی - دیر تک روتے رہے' پھر دعا کی کہ یا اللہ اس کے کھولنے کی اجازت مرحمت ہو اور اسے برکت و رزق بنا دیا جائے -

پھر واپس آئے اور بسم اللہ خیر الرازقین کہہ کر رومال اٹھا لیا - تو سب نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی لمبی چوڑی اور موٹی بھنی ہوئی مچھلی ہے - جس کے اوپر چھلکا نہیں اور جس میں کانٹے نہیں - گھی اس میں سے بہہ رہا ہے - اسی میں ہر قسم کی سبزیاں بھی ہیں - سوائے گندنا اور مولی کے اس کے سر کے پاس سرکہ رکھا ہوا ہے اور دم کے پاس نمک ہے - سبزیوں کے پاس پانچ روٹیاں ہیں - ایک پر زیتون کا تیل ہے دوسری پر کھجوریں ہیں - اور ایک پر پانچ انار ہیں - شمعون نے جو حواریوں کے سردار تھے' کہا کہ اے روح اللہ یہ دنیا کا کھانا ہے یا جنت کا؟ آپ نے فرمایا' ابھی تک تمہارے سوال ختم نہیں ہوئے؟ ابھی تک کریدنا باقی ہی ہے؟ واللہ مجھے تو ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں اس پر تمہیں کوئی عذاب نہ ہو - حضرت حضرت شمعون نے کہا' اسرائیل کے معبود برحق کی قسم' میں کسی سرکشی کی بنا پر نہیں پوچھ رہا - اے سچی ماں کے اچھے بیٹے! یقین مانئے کہ میری نیت بد نہیں - آپ نے فرمایا' نہ یہ طعام دنیا ہے نہ طعام جنت بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص حکم سے اسے آسمان و زمین کے درمیان اسی طرح کا پیدا کر دیا ہے اور تمہارے پاس بھیج دیا ہے' اب اللہ کا نام لے کر کھاؤ اور کھا کر اس کا شکر ادا کرو - شکر گزاروں کو وہ زیادہ دیتا ہے اور وہ ابتداء پیدا کرنے والا قادر اور قدردان ہے - شمعون نے کہا' اے نبی اللہ ہم چاہتے ہیں کہ اس نشان قدرت میں ہی اور نشان قدرت دیکھیں - آپ نے فرمایا سبحان اللہ گویا ابھی تم نے کوئی نشان قدرت دیکھا ہی نہیں؟ اچھا لو دیکھو یہ کہہ کر آپ نے اس مچھلی سے فرمایا اے مچھلی اللہ کے حکم سے جیسی تو زندہ تھی' زندہ ہو جا - اسی وقت اللہ کی قدرت سے وہ زندہ ہو گئی اور ہل جل کر چلنے پھرنے لگی' آنکھیں چمکنے لگیں' دیدے کھل گئے اور شیر کی طرح منہ پھاڑنے لگی اور اس کے جسم پر کھپرے بھی آ گئے - یہ دیکھتے ہی تمام حاضرین ڈر گئے اور ادھر ادھر ہٹنے اور دبکنے لگے - آپ نے فرمایا دیکھو تو خود ہی نشان طلب کرتے ہو خود ہی اسے دیکھ کر گھبراتے ہو' واللہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ یہ مائدہ آسمانی تمہارے لئے غضب اللہ کا نمونہ نہ بن جائے - اے مچھلی تو بحکم الٰہی جیسی تھی' ویسی ہی ہو جا - چنانچہ اسی وقت وہ ویسی ہی ہو گئی - اب سب نے کہا کہ اے نبی اللہ آپ اسے کھانا شروع کیجئے - اگر آپ کو کوئی برائی نہ پہنچے تو ہم بھی کھا لیں گے - آپ نے فرمایا معاذ اللہ وہی پہلے کھائے جس نے مانگی ہے - اب تو سب کے دلوں میں دہشت بیٹھ گئی کہ کہیں اس کے کھانے سے کسی وبال میں نہ پڑ جائیں - حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھ کر فقیروں کو مسکینوں کو اور بیماروں کو بلا لیا اور حکم دیا کہ تم کھانا شروع کر دو - یہ تمہارے رب کی دی ہوئی روزی ہے جو تمہارے نبی کی دعا سے اتری ہے - اللہ کا شکر کر کے کھاؤ - تمہیں مبارک ہو اس کی پکڑ اوروں پر ہو گی - تم بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو اور الحمد اللہ پر ختم کرو - پس تیرہ سو

آدمیوں نے بیٹھ کر پیٹ بھر کر کھانا کھایا لیکن وہ کھانا مطلقاً کم نہیں ہوا تھا پھر سب نے دیکھا' وہ دسترخوان آسمان پر چڑھ گیا - وہ کل فقیر غنی ہو گئے - وہ تمام بیمار تندرست ہو گئے اور ہمیشہ تک امیری اور صحت والے رہے - حواری اور صحابی سب کے سب بڑے ہی نادم ہوئے اور مرتے دم تک حسرت و افسوس کرتے رہے - آپ فرماتے ہیں اس کے بعد جب یہ دسترخوان اترتا تو بنی اسرائیل ادھر ادھر سے دوڑے بھاگے آتے - کیا چھوٹا' کیا بڑا - کیا امیر' فقیر' تندرست' کیا مریض ایک بھیڑ لگ جاتی - ایک دوسرے پر گرتے پڑتے آتے - یہ دیکھ کر باری مقرر ہو گئی - ایک دن اترتا ایک دن نہ اترتا - چالیس دن تک یہی کیفیت رہی کہ دن چڑھے اترتا اور ان کے سونے کے وقت چڑھ جاتا جس کا سایہ سب دیکھتے رہتے -

اس کے بعد فرمان ہوا کہ اب اس میں صرف یتیم فقیر اور بیمار لوگ ہی کھائیں - مالداروں نے اس سے بہت برا مانا اور لگے باتیں بنانے - خود بھی شک میں پڑ گئے اور لوگوں کے دلوں میں بھی طرح طرح کے وسوسے ڈالنے لگے یہاں تک کہ حضرت عیسیٰؑ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ آپ سچ سچ بتایئے کہ کیا واقعی یہ آسمان سے ہی اترتا ہے؟ سنئے ہم میں سے بہت سے لوگ اس میں متردد ہیں - جناب مسیح علیہ السلام سخت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے قسم ہے مسیح کے رب کی' اب تمہاری ہلاکت کا وقت آ گیا - تم نے خود طلب کیا' تمہارے نبی کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی - دسترخوان تم پر اترا - تم نے آنکھوں سے اسے اترتے دیکھا' رب کی رحمت و روزی اور برکت تم پر نازل ہوئی - بڑی عبرت و نصیحت کی نشانی تم نے دیکھ لی - آہ اب تک تمہارے دلوں کی کمزوری نہ گئی اور تمہاری زبانیں نہ رکیں - مجھے تو ڈر ہے کہ اگر رب نے تم پر رحم نہ کیا تو عنقریب تم بدترین عذابوں کے شکار ہو جاؤ گے - اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ جس طرح میں نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ میں ان لوگوں کو وہ عبرتناک سزائیں دوں گا جو کسی کو نہ دی ہوں - دن غروب ہوا اور یہ بے ادب' گستاخ' جھٹلانے والے اور بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والے اپنے اپنے بستروں پر جا لیٹے' نہایت امن و امان سے ہمیشہ کی طرح اپنے بال بچوں کے ساتھ میٹھی نیند میں تھے کہ پچھلی رات عذاب الٰہی آ گیا اور جتنے بھی یہ لوگ تھے سب کے سب سور بنا دیئے گئے - جو صبح کے وقت پاخانوں کی پلیدی کھا رہے تھے - یہ اثر بہت غریب ہے - ابن ابی حاتم میں قصہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے منقول ہے لیکن میں نے اسے پورا بیان کر دیا ہے تاکہ سمجھ آ جائے - واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم -

بہرصورت ان تمام آثار سے صاف ظاہر ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام کے زمانے میں بنو اسرائیل کی طلب پر آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے یہ دسترخوان نازل فرمایا - یہی قرآن عظیم کے الفاظ سے ظاہر ہے - بعض کا یہ بھی قول ہے کہ یہ مائدہ اترا ہی نہ تھا - یہ صرف بطور مثال کے بیان فرما دیا ہے - چنانچہ حضرت مجاہدؒ سے منقول ہے کہ جب عذاب کی دھمکی سنی تو خاموش ہو گئے اور مطالبہ سے دستبردار ہو گئے - حسن کا قول بھی یہی ہے - اس قول کی تائید اس سے بھی ہو سکتی ہے کہ نصرانیوں کی کتاب میں اس کا ذکر نہیں - اتنے بڑے اہم واقعے کا ان کی کتابوں میں مطلق نہ پایا جانا حضرت حسن اور حضرت مجاہدؒ کے اس قول کو قوی بناتا ہے اور اس کی سند بھی ان دونوں بزرگوں تک صحت کے ساتھ پہنچتی ہے - واللہ اعلم - لیکن جمہور کا مذہب یہی ہے کہ مائدہ نازل ہوا تھا - امام ابن جریرؒ کا مختار مذہب بھی یہی ہے - وہ فرماتے ہیں کہ فرمان ربی انی منزلها علیکم میں وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہوتے ہیں - صحیح اور حقیقی علم تو اللہ ہی کو ہے لیکن زیادہ ٹھیک قول یہی ہے جیسے کہ سلف کے آثار و اقوال سے ظاہر ہے - تاریخ میں بھی اتنا تو ہے کہ بنی امیہ کے نائب موسیٰ بن نصیر نے مغربی شہروں کی فتح کے موقعہ پر وہیں یہ مائدہ پایا تھا اور اسے امیر المومنین ولید بن عبدالملک کی خدمت میں جو بانی جامع دمشق ہیں' بھیجا تھا لیکن ابھی قاصد راستے ہی میں تھے کہ خلیفۃ المسلمین کا انتقال ہو گیا - آپ کے بعد آپ کے بھائی سلیمان بن عبدالملک خلیفہ ہوئے اور ان کی

خدمت میں اسے پیش کیا گیا۔ یہ ہر قسم کے جڑاؤ اور جواہر سے مرصع تھا جسے دیکھ کر بادشاہ اور درباری سب دنگ رہ گئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مائدہ حضرت سلمان بن داؤد علیہ السلام کا تھا۔ واللہ اعلم۔

مسند احمد میں ہے کہ قریشیوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ صفا پہاڑ کو ہمارے لئے سونے کا بنا دے تو ہم آپ پر ایمان لائیں گے۔ آپ نے فرمایا بالکل سچا وعدہ ہے؟ انہوں نے کہا نہایت پختہ اور بالکل سچا۔ آپ نے دعا کی۔ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں کوہ صفا کو سونے کا بنا دیتا ہوں لیکن اگر پھر ان لوگوں نے کفر کیا تو میں انہیں وہ عذاب دوں گا جو کسی کو نہ دیا ہو۔ اس پر بھی اگر آپ کا ارادہ ہو تو میں ان کے لئے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھول دوں۔ آپ نے فرمایا 'یا اللہ معاف فرما۔ توبہ اور رحمت کا دروازہ ہی کھول دے۔ یہ حدیث ابن مردویہ اور مستدرک حاکم میں بھی ہے۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۤ بِحَقٍّ ڲ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾

جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا تو نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو تم اللہ بنا لینا؟ وہ جواب دیں گے کہ اے اللہ تیری ذات پاک ہے مجھے جس بات کے کہنے کا حق نہ تھا میں کیسے کہہ دیتا؟ میں نے اگر کہا ہو تو تو خوب جانتا ہے۔ میرے دل کی باتیں تجھ پر بخوبی روشن ہیں۔ ہاں تیرے جی میں جو ہے وہ مجھ سے مخفی ہے۔ تو تو تمام تر پوشیدگیوں کو خوب جاننے والا ہے ○

روز قیامت نصاریٰ کی شرمندگی: ☆☆ (آیت: ۱۱۶) جن لوگوں نے مسیح پرستی یا مریم پرستی کی تھی ان کی موجودگی میں قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کرے گا کہ کیا تم ان لوگوں سے اپنی اور اپنی والدہ کی پوجا پاٹ کرنے کو کہہ آئے تھے؟ اس سوال سے مردود نصرانیوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرنا اور ان پر غصے ہونا ہے تاکہ وہ تمام لوگوں کے سامنے شرمندہ اور ذلیل وخوار ہوں۔ حضرت قتادہؒ وغیرہ کا یہی قول ہے اور اس پر وہ آیت هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ الخ سے استدلال کرتے ہیں۔

سدیؒ فرماتے ہیں یہ خطاب اور جواب دنیا ہی کا ہے۔ امام ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ اس قول کو ٹھیک بتا کر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان دنیا پر چڑھا لیا تھا۔ اس کی دلیل ایک تو یہ ہے کہ کلام لفظ ماضی کے ساتھ ہے۔ دوسری دلیل آیت اِنْ تُعَذِّبْهُمْ ہے لیکن یہ دونوں دلیلیں ٹھیک نہیں۔ پہلی دلیل کا جواب تو یہ ہے کہ بہت سے امور جو قیامت کے دن ہونے والے ہیں ان کا ذکر قرآن کریم میں لفظ ماضی کے ساتھ موجود ہے۔ اس سے مقصود صرف اسی قدر ہے کہ وقوع اور ثبوت بخوبی ثابت ہو جائے۔ دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس سے مقصود جناب مسیح علیہ السلام کا یہ ہے کہ ان سے اپنی برات ظاہر کر دیں۔ اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیں۔ اسے شرط کے ساتھ معلق رکھنے سے اس کا وقوع لازم نہیں جیسے کہ اسی جگہ اور آیتوں میں ہے۔ زیادہ ظاہر وہی تفسیر ہے جو حضرت قتادہؒ وغیرہ سے مروی ہے اور جو اوپر گزر چکی ہے یعنی یہ کہ یہ گفتگو اور یہ سوال جواب قیامت کے دن ہوں گے تاکہ سب کے سامنے نصرانیوں کی

ذلت اور ان پر ڈانٹ ڈپٹ ہو۔

چنانچہ ایک مرفوع غریب وعزیز حدیث میں بھی یہ مروی ہے جسے حافظ ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ' ابوعبداللہ' مولی عمر بن عبدالعزیزؒ کے حالات میں لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' قیامت کے دن انبیاء اپنی اپنی امتوں سمیت اللہ کے سامنے بلوائے جائیں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ بلوائے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے احسان انہیں جتائے گا جن کا وہ اقرار کریں گے۔ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ جو احسان میں نے تجھ پر اور تیری والدہ پر کئے' انہیں یاد کر۔ پھر فرمائے گا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری والدہ کو الہ سمجھنا؟ آپ اس کا بالکل انکار کریں گے' پھر نصرانیوں کو بلا کر ان سے دریافت فرمائے گا تو وہ کہیں گے۔ ہاں انہوں نے ہی ہمیں اس راہ پر ڈالا تھا اور ہمیں یہی حکم دیا تھا۔ اس سے حضرت عیسیٰؑ کے سارے بدن کے بال کھڑے ہو جائیں گے' جنہیں لے کر فرشتے اللہ کے سامنے جھکا دیں گے بہ مقدار ایک ہزار سال کے یہاں تک کہ عیسائیوں پر حجت قائم ہو جائے گی۔ اب ان کے سامنے صلیب کھڑی کی جائے گی اور انہیں دھکے دے کر جہنم میں پہنچا دیا جائے گا۔ جناب عیسیٰؑ کے جواب کو دیکھئے کہ کس قدر باادب اور کامل ہے؟ دراصل یہ بھی اللہ کی ایک نعمت ہے۔ آپ کو اسی وقت یہ جواب سکھایا جائے گا جیسے کہ ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ آپ فرمائیں گے کہ باری تعالیٰ نہ مجھے ایسی بات کہنے کا حق تھا نہ میں نے کہی۔ تجھ سے نہ میری کوئی بات پوشیدہ ہے نہ میرا کوئی ارادہ چھپا ہوا ہے۔ دلی راز تجھ پر ظاہر ہیں۔ ہاں تیرے بھید کسی نے نہیں پائے۔ تمام ڈھکی چھپی باتیں تجھ پر کھلی ہوئی ہیں۔ غیبوں کا جاننے والا تو ہی ہے۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ
رَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ۚ فَلَمَّا
تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ
شَهِیْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ
تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۱۸﴾

میں نے انہیں صرف وہی کہا تھا جو تو نے مجھے فرمایا تھا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تم سب کا پالنے والا ہے۔ جب میں ان میں رہا' ان کی دیکھ بھال کرتا رہا پھر جبکہ تو نے آپ مجھے لے لیا پھر تو تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہر ہر چیز سے پورا باخبر ہے ○ اگر تو انہیں سزا دے تو یہ تیرے غلام ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو زبردست غلبے والا اور حکمت والا ہے ○

(آیت: ۱۱۷-۱۱۸) جس تبلیغ پر میں مامور اور مقرر تھا میں نے تو وہی تبلیغ کی تھی۔ جو کچھ مجھ سے اے جناب باری تو نے ارشاد فرمایا تھا' وہی بلاکم وکاست میں نے ان سے کہہ دیا تھا۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرو' وہی میرا رب ہے اور وہی تم سب کا پالنہار ہے۔ جب میں ان میں موجود تھا' ان کے اعمال دیکھتا بھالتا تھا لیکن جب تو نے مجھے بلا لیا پھر تو تو ہی دیکھتا بھالتا رہا اور تو ہر چیز شاہد ہے۔ ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک وعظ میں فرمایا' اے لوگو تم سب اللہ عزوجل کے سامنے ننگے پیر' ننگے بدن' بے ختنہ جمع ہونے والے ہو۔ جیسے کہ ہم نے شروع پیدائش کی تھی ویسے ہی دوبارہ لوٹائیں گے۔ سب سے پہلے خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔ سنو کچھ لوگ میری امت کے ایسے لائے جائیں گے جنہیں بائیں جانب گھسیٹ لیا جائے گا تو میں

کہوں گا یہ تو میرے ہیں۔ کہا جائے گا' آپ کو نہیں معلوم کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا گل کھلائے تھے۔ تو میں وہی کہوں گا جو اللہ کے صالح بندے کا قول ہے کہ جب تک میں ان میں رہا' ان کے اعمال پر شاہد تھا۔

پس فرمایا جائے گا کہ آپ کے بعد یہ تو دین سے مرتد ہی ہوتے رہے۔ اس کے بعد کی آیت کا مضمون اللہ تعالیٰ کی چاہت اور اس کی مرضی کی طرف کاموں کو لوٹاتا ہے' وہ جو کچھ چاہے کرتا ہے' اس سے کوئی کسی قسم کا سوال نہیں کر سکتا اور وہ ہر ایک سے باز پرس کرتا ہے۔ ساتھ ہی اس مقولے میں جناب مسیحؑ کی بیزاری ہے ان نصرانیوں سے جو اللہ پر اور اس کے رسول پر بہتان باندھتے تھے اور اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے اور اس کی اولاد اور بیوی بتاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ان تہمتوں سے پاک ہے اور وہ بلند و برتر ہے۔ اس عظیم الشان آیت کی عظمت کا اظہار اس حدیث سے ہوتا ہے۔ جس میں ہے کہ پوری ایک رات اللہ کے نبی ﷺ اسی ایک آیت کی تلاوت فرماتے رہے۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات نماز پڑھی اور صبح تک ایک ہی تلاوت فرماتے رہے' اسی کو رکوع میں اور اسی کو سجدے میں پڑھتے رہے۔ وہ آیت یہی ہے۔ صبح کو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا' یا رسول اللہ آج کی رات تو آپ نے اسی ایک آیت میں گزاری۔ رکوع میں بھی اسی کی تلاوت رہی اور سجدے میں بھی۔ آپؐ نے فرمایا' میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کی شفاعت کے لئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمالیا۔ پس میری یہ شفاعت ہر موحد شخص کے لئے ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ مسند احمد کی اور حدیث میں ہے' حضرت جرہ بنت دجاجہ عمرے کے ارادے سے جاتی ہیں۔ جب ربذہ میں پہنچتی ہیں تو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سنتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھائی۔ فرضوں کے بعد دیکھا کہ صحابہؓ نماز میں مشغول ہیں تو آپؐ اپنے خیمے کی طرف تشریف لے گئے۔ جب جگہ خالی ہوگئی اور صحابہؓ چلے گئے تو آپ واپس تشریف لائے اور نماز میں کھڑے ہوگئے۔ میں بھی آگیا اور آپؐ کے پیچھے کھڑا ہوگیا تو آپؐ نے اپنی دائیں طرف کھڑا ہونے کا مجھے اشارہ کیا' میں دائیں جانب آگیا۔ پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور وہ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تو آپ نے اپنی بائیں طرف کھڑے ہونے کا اشارہ کیا چنانچہ وہ آکر بائیں جانب کھڑے ہوگئے۔ اب ہم تینوں نے اپنی اپنی نماز شروع کی۔ الگ الگ تلاوت قرآن اپنی نماز میں کر رہے تھے اور حضور علیہ السلام کی زبان مبارک پر ایک ہی آیت تھی۔ بار بار اسی کو پڑھ رہے تھے۔ جب صبح ہوئی تو میں نے حضرت ابن مسعودؓ سے کہا کہ ذرا حضورؐ سے دریافت تو کرو کہ رات کو ایک ہی آیت کے پڑھنے کی کیا وجہ تھی؟ انہوں نے کہا' اگر حضورؐ خود کچھ فرمائیں تو اور بات ہے ورنہ میں تو کچھ بھی نہ پوچھوں گا۔ اب میں نے خود ہی جرات کر کے آپ سے دریافت کیا کہ حضورؐ پر میرے ماں باپ فدا ہوں' سارا قرآن تو آپ پر اترا ہے اور آپ کے سینے میں ہے۔

پھر آپ نے ایک ہی آیت میں ساری رات کیسے گذار دی؟ اگر کوئی اور ایسا کرتا تو ہمیں تو بہت برا معلوم ہوتا۔ آپؐ نے فرمایا' اپنی امت کے لئے دعا کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا پھر کیا جواب ملا؟ آپؐ نے فرمایا اتنا اچھا' ایسا پیارا' اس قدر آسانی والا کہ اگر عام لوگ سن لیں تو ڈر ہے کہ کہیں نماز بھی نہ چھوڑ بیٹھیں۔ میں نے کہا مجھے اجازت ہے کہ میں لوگوں میں یہ خوش خبری پہنچادوں؟ آپ نے اجازت دی۔ میں ابھی کچھ ہی دور گیا ہوں گا کہ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ اگر یہ خبر آپ نے عام طور پر کرادی تو ڈر ہے کہ کہیں لوگ عبادت سے بے پرواہ نہ ہو جائیں۔ تو آپ نے آواز دی کہ لوٹ آؤ چنانچہ وہ لوٹ آئے اور وہ آیت ان تعذبھم الخ' تھی۔

ابن ابی حاتم میں ہے' حضورؐ نے حضرت عیسیٰؑ کے اس قول کی۔ تلاوت کی پھر ہاتھ اٹھا کر فرمایا۔ اے میرے رب میری امت اور آپ رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ جا کر پوچھو کہ کیوں رو رہے ہیں؟ حالانکہ اللہ کو سب کچھ معلوم ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے۔ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا' اپنی امت کے لئے! اللہ تعالیٰ نے فرمایا' جاؤ کہہ دو کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں

خوش کر دیں گے اور آپؐ بالکل رنجیدہ نہ ہوں گے۔ مسند احمد میں ہے حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں' ایک روز رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے ہی نہیں یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ آج آپ آئیں گے ہی نہیں۔ پھر آپؐ تشریف لائے اور آتے ہی سجدے میں گر پڑے۔ اتنی دیر لگ گئی کہ ہمیں خوف ہوا کہ کہیں آپ کی روح پرواز نہ کر گئی ہو؟ تھوڑی دیر میں آپؐ نے سر اٹھایا اور فرمانے لگے' مجھ سے میرے رب عز وجل نے میری امت کے بارے میں دریافت فرمایا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں؟ میں نے عرض کیا کہ باری تعالیٰ وہ تری مخلوق ہے وہ سب تیرے بندے اور تیرے غلام ہیں۔ تجھے اختیار ہے۔ پھر مجھ سے دوبارہ میرے اللہ نے دریافت فرمایا' میں نے پھر بھی یہی جواب دیا تو مجھ سے اللہ عزوجل نے فرمایا' اے نبیؐ میں آپ کو آپ کی امت کے بارے میں کبھی شرمندہ نہ کروں گا۔ سنو مجھے میرے رب نے خوشخبری دی ہے کہ سب سے پہلے میری امت میں سے میرے ساتھ ستر ہزار شخص جنت میں جائیں گے۔ ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے' ان سب پر حساب کتاب مطلقاً نہیں۔ پھر میری طرف پیغام بھیجا کہ میرے حبیب مجھ سے دعا کرو۔ میں قبول فرماؤں گا۔ مجھ سے مانگو۔ میں دوں گا میں نے اس قاصد سے کہا کہ جو میں مانگوں مجھے ملے گا؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ اسی لئے تو مجھے اللہ نے بھیجا ہے۔

چنانچہ میرے رب نے بہت کچھ عطا فرمایا۔ میں یہ سب کچھ فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا۔ مجھے میرے رب نے بالکل بخش دیا' اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دیئے حالانکہ زندہ سلامت چل پھر رہا ہوں۔ مجھے میرے رب نے یہ بھی عطا فرمایا کہ میری تمام امت قحط سالی کی وجہ سے بھوک کے مارے ہلاک نہ ہوگی اور نہ سب کے سب مغلوب ہو جائیں گے۔ مجھے میرے رب نے حوض کوثر دیا ہے' وہ جنت کی ایک نہر ہے جو میرے حوض میں بہہ رہی ہے۔ مجھے اس نے عزت' مدد اور رعب دیا ہے جو امتیوں کے آگے آگے مہینہ بھر کی راہ پر چلتا ہے۔ تمام نبیوں میں سب سے پہلے میں جنت ہی میں جاؤں گا۔ میرے اور میری امت کے لئے غنیمت کا مال حلال طیب کر دیا گیا۔ وہ سختیاں جو پہلوں پر تھیں' ہم پر سے ہٹا دی گئیں اور ہمارے دین میں کسی طرح کی کوئی تنگی نہ رکھی گئی۔

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾ ع ۱۶

اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ وہ دن ہے کہ سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا' ان ہی کو وہ جنتیں ملیں گی جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے' اللہ ان سے خوش اور یہ رب سے راضی' یہی تو زبردست کامیابی ہے۔ زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے ○ وہ ہر ہر چیز پر قادر ہے ○

موحدین کے لئے خوش خبریاں: ☆☆ (آیت: ۱۱۹-۱۲۰) حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو ان کی بات کا جو جواب قیامت کے دن ملے گا' اس کا بیان ہو رہا ہے کہ آج کے دن موحدوں کو توحید نفع دے گی' وہ ہمیشگی والی جنت میں جائیں گے۔ وہ اللہ سے خوش ہوں گے اور اللہ ان سے خوش ہوگا۔ فی الواقع رب کی رضامندی زبردست چیز ہے۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ ان پر تجلی فرمائے گا اور

ان سے کہے گا' تم جو چاہو' مجھ سے مانگو' میں دوں گا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے اس کی خوشنودی طلب کریں گے' اللہ تعالیٰ سب کے سامنے اپنی رضامندی کا اظہار کرے گا۔ پھر فرماتا ہے' یہ ایسی بے مثل کامیابی ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ جیسے اور جگہ ہے اسی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور آیت میں ہے' رغبت کرنے والے اس کی رغبت کریں۔

پھر فرماتا ہے سب کا خالق' سب کا مالک' سب پر قادر' سب کا متصرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہر چیز اسی کی ملکیت میں' اسی کے قبضے میں' اسی کی چاہت میں ہے۔ اس جیسا کوئی نہیں' نہ کوئی اس کا وزیر و مشیر ہے' نہ کوئی نظیر و عدیل ہے۔ نہ اس کی ماں ہے' نہ باپ' نہ اولاد' نہ بیوی۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ کوئی اس کے سوا رب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ سب سے آخری سورت یہی سورہ مائدہ اتری ہے۔ (الحمدللہ سورۂ مائدہ کی تفسیر ختم ہوئی)

تفسیر سورة الانعام

یہ سورت مکے میں اتری ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' یہ پوری سورت ایک ہی مرتبہ ایک ساتھ ہی ایک ہی رات میں مکہ شریف میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے ارد گرد ستر ہزار فرشتے تھے جو تسبیح پڑھ رہے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس وقت حضورؐ کہیں جا رہے تھے۔ فرشتوں کی کثرت زمین سے آسمان تک تھی۔ یہ ستر ہزار فرشتے اس سورت کے پہنچانے کے لئے آئے تھے۔ مستدرک حاکم میں ہے' اس سورت کے نازل ہونے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس مبارک سورت کو پہنچانے کے لئے اس قدر فرشتے آئے تھے کہ آسمان کے کنارے دکھائی نہیں دیتے تھے۔ ابن مردویہ میں یہ بھی ہے کہ فرشتوں کی اس وقت کی تسبیح نے ایک گونج پیدا کر دی تھی۔ زمین گونج رہی تھی اور رسول اللہ ﷺ سبحان اللہ العظیم پڑھ رہے تھے۔ ابن مردویہ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ "مجھ پر سورہ انعام ایک دفعہ ہی اتری۔ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے تھے جو تسبیح و حمد بیان کر رہے تھے"۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۥ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿١﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ۭ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ﴿٢﴾ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۭ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ﴿٣﴾

دریا دلی کرنے والے معافیاں دینے والے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع ○

سب تعریفیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں جس نے تمام آسمان و زمین پیدا کئے ہیں اور جس نے اندھیریاں اور روشنی پیدا کی ہے۔ پھر بھی کفار لوگ اپنے رب کے شریک ٹھہرا رہے ہیں ○ اسی نے تم سب کو مٹی سے پیدا کر کے ایک وقت مقرر کر دیا ہے اور معین کردہ نامزد وقت اسی کے نزدیک ہے۔ پھر بھی تم شک کر رہے ہو ○ وہی معبود برحق ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ وہ تمہارے بھیدوں کو اور ظاہر احوال کو خوب جانتا ہے اور جو کچھ تم عمل کر رہے ہو اسے بھی وہ جانتا ہے ○

اللہ کی بعض صفات : ☆☆ (آیت:۱-۳) اللہ تعالیٰ اپنی تعریف کر رہا ہے گویا ہمیں اپنی تعریفوں کا حکم دے رہا ہے' اس کی تعریف جن امور پر ہے' ان میں سے ایک زمین و آسمان کی پیدائش بھی ہے- دن کی روشنی اور رات کا اندھیرا بھی ہے- اندھیرے کو جمع کے لفظ سے اور نور کو واحد کے لفظ سے لانا نور کی شرافت کی وجہ سے ہے- جیسے فرمان ربانی عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ میں اور اس سورت کے آخری حصے کی آیت وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ میں یہاں بھی راہ راست کو واحد رکھا اور غلط راہوں کو جمع کے لفظ سے بتایا- اللہ ہی قابل حمد ہے کیونکہ وہی خالق کل ہے مگر پھر بھی کافر لوگ اپنی نادانی سے اس کے شریک ٹھہرا رہے ہیں- کبھی بیوی اور اولاد قائم کرتے ہیں- کبھی شریک اور ساجھی ثابت کرنے بیٹھتے ہیں- اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے پاک ہے- اس رب نے تمہارے باپ حضرت آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر تمہیں اس کی نسل سے مشرق مغرب میں پھیلا دیا- موت کا وقت بھی اسی کا مقرر کیا ہوا ہے- آخرت کے آنے کا وقت بھی اس کا مقرر کیا ہوا ہے- پہلی اجل سے مراد دنیاوی زندگی' دوسری اجل سے مراد قبر کی رہائش- گویا پہلی اجل خاص ہے یعنی ہر شخص کی عمر اور دوسری اجل عام ہے یعنی دنیا کی انتہا اور اس کا خاتمہ-

ابن عباس اور مجاہد وغیرہ سے مروی ہے کہ قضی اجلا سے مراد مدت دنیا ہے اور اجل مسمی سے مراد عمر انسان ہے- بہت ممکن ہے کہ اس کا استدلال آنے والی آیت وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ سے ہو- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ثم قضی اجلا سے مراد نیند ہے جس میں روح قبض کی جاتی ہے' پھر جاگنے کے وقت لوٹا دی جاتی ہے اور اجل مسمی سے مراد موت ہے- یہ قول غریب ہے- عندہ سے مراد اس کے علم کا اللہ ہی کے ساتھ مخصوص ہونا ہے جیسے فرمایا اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ یعنی قیامت کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہی ہے- سورہ نازعات میں بھی فرمان ہے کہ تجھ سے قیامت کے صحیح وقت کا حال دریافت کرتے ہیں حالانکہ تجھے اس کا علم کچھ بھی نہیں- وہ تو صرف اللہ ہی کو معلوم ہے- باوجود اتنی پختگی کے اور باوجود کسی قسم کا شک وشبہ نہ ہونے کے پھر بھی لوگ قیامت کے آنے نہ آنے میں تردد اور شک کر رہے ہیں- اس کے بعد جو ارشاد جناب باری نے فرمایا ہے' اس میں مفسرین کے کئی ایک اقوال ہیں' لیکن کسی کا بھی وہ مطلب نہیں جو جہمیہ لے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے ہر جگہ ہے- نعوذ باللہ اللہ کی برتر و بالا ذات اس سے بالکل پاک ہے- آیت کا بالکل صحیح مطلب یہ ہے کہ آسمانوں میں بھی اسی کی ذات کی عبادت کی جاتی ہے اور زمینوں میں بھی- اس کی الوہیت وہاں بھی ہے اور یہاں بھی- اوپر والے اور نیچے والے سب اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں- سب کی اسی سے امیدیں وابستہ ہیں اور سب کے دل اس سے لرز رہے ہیں- جن وانس سب اس کی الوہیت اور بادشاہی مانتے ہیں جیسے اور آیت میں ہے وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ الخ' یعنی وہی آسمانوں میں معبود برحق ہے اور وہی زمین میں معبود برحق ہے' یعنی آسمانوں میں جو ہیں' سب کا معبود وہی ہے اور اس طرح زمین والوں کا بھی سب کا معبود وہی ہے-

اب اس آیت کا اور جملہ یعلم سر کم و جھر کم خبر ہو جائے گا یا حال سمجھا جائے گا اور یہ بھی قول ہے کہ اللہ وہ ہے جو آسمانوں کی سب چیزوں کو اور زمین کی سب چیزوں کو چاہے وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ' جانتا ہے- پس یعلم متعلق ہوگا فی السموات و فی الارض کا اور تقدیر آیت یوں ہو جائے گی وھو اللہ یعلم سرکم و جھرکم فی السموات و فی الارض و یعلم ماتکسبون ایک قول یہ بھی ہے کہ وھو اللہ فی السموات پر وقف تام ہے اور پھر جملہ مستانفہ کے طور پر خبر ہے کہ و فی الارض یعلم سر کم و جھر کم امام ابن جریرؒ اسی تیسرے قول کو پسند کرتے ہیں- پھر فرماتا ہے تمہارے کل اعمال سے خیر وشر سے وہ واقف ہے-

وَمَا تَأْتِيهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا
مُعْرِضِيْنَ ۝٤ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۭ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ
اَنْۢبٰۗؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٥ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا
مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ
نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَاۗءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۠ وَّجَعَلْنَا
الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا
مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝٦

ان کے پاس ان کے رب کی جو بھی نشانی آئی' یہ اس سے منہ موڑتے ہی رہے ○ یہ حق بھی جب ان کے پاس آیا انہوں نے اسے بھی ناحق کہا۔ یہ جسے مذاق میں اڑاتے رہے ہیں ○ اس کی خبریں ان کے پاس عنقریب پہنچ جائیں گی۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے ہم نے ان جماعتوں کو تہ و بالا کر دیا ہے' جنہیں ہم نے زمین میں وہ قوت و طاقت دے رکھی تھی کہ تمہیں تو ویسی دی بھی نہیں۔ ہم نے ان پر بارش کی بھی ریل پیل کر رکھی تھی اور ان کے مکانات کے نیچے سے چشمے جاری تھے۔ آخرش ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں نیست و نابود کر دیا اور ان کے بعد اور نئی جماعتیں پیدا کر دیں ○

کفار کو نافرمانی پر سخت انتباہ: ☆☆ (آیت: ۴-۶) کفار کی سرکشی کی انتہا بیان ہو رہی ہے کہ ہر امر کی تکذیب پر گویا انہوں نے کمر باندھ لی ہے۔ نیت کر کے بیٹھے ہیں' جو نشانی دیکھیں گے' اسی کا انکار کریں گے۔ ان کی یہ خطرناک روش انہیں ایک دن ذلیل کرے گی اور وہ ذائقہ آئے گا کہ ہونٹ کاٹتے رہیں۔ یہ یوں نہ سمجھیں کہ ہم نے انہیں چھوڑ دیا ہے۔ نہیں بلکہ عنقریب انہیں اللہ کی پکڑ ہوگی۔ کیا ان سے پہلے کے ایسے سرکشوں کے حالات ان کے کان میں نہیں پڑے؟ کیا ان کے عبرتناک انجام ان کی نگاہوں کے سامنے نہیں؟ وہ تو قوت و طاقت میں اور زور میں ان سے بہت بڑھے چڑھے ہوئے تھے۔ وہ اپنی رہائش میں اور زمین کو بسانے میں ان سے کہیں زیادہ آگے تھے۔ ان کے لاؤ لشکر' ان کی جاہ و عزت' غرور و تمکنت ان سے کہیں زیادہ تھی۔ ہم نے انہیں خوب مست بنا رکھا تھا۔ بارشیں پے درپے حسب ضرورت ان پر برابر برسا کرتی تھیں۔ زمین ہر وقت ترو تازہ رہتی تھی۔ چاروں طرف پانی کی ریل پیل کی وجہ سے آبشاریں اور چشمے صاف شفاف پانی کے بہتے رہتے تھے۔ جب وہ تکبر میں آ گئے' ہماری نشانیوں کی حقارت کرنے لگے تو آخر نتیجہ یہ ہوا کہ برباد کر دیئے گئے۔ تہس نہس ہو گئے' بھوسی اڑ گئی۔ لوگوں میں ان کے فسانے باقی رہ گئے اور ان میں سے ایک بھی نہ بچا۔ حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹا دیئے گئے اور ان کے بعد ان کے قائم مقام اور زمانہ آیا۔ اگر وہ بھی اسی روش پر چلا تو یہی سلوک ان کے ساتھ بھی ہوتا۔ اتنی نظیریں جب تمہاری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں' پھر بھی تم عبرت حاصل نہیں کرتے' یہ کس قدر تمہاری غفلت ہے۔ یاد رکھو تم کچھ اللہ کے ایسے لاڈلے نہیں ہو کہ جن کاموں کی وجہ سے اوروں کو وہ تباہ کر دے' وہ کام تم کرتے رہو اور تباہی سے بچ جاؤ۔ اسی طرح جن رسولوں کو جھٹلانے اور ان کو نہ ماننے کی وجہ سے وہ ہلاک ہوئے' ان رسولوں سے کسی طرح یہ رسول کم درجے کے نہیں بلکہ ان سے زیادہ اللہ کے ہاں یہ باعزت ہیں۔ یقین مانو کہ پہلوں سے بھی سخت اور نہایت سخت عذاب تم پر آئیں گے' پس تم اپنی اس غلط روش کو چھوڑ دو۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے کہ اس نے تمہاری بدترین اور انتہائی شرارتوں کے باوجود تمہیں ڈھیل دے رکھی ہے۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِیْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ
لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷﴾ وَقَالُوْا
لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ
الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ﴿۸﴾

اگر ہم کاغذ پر لکھی لکھائی کتاب بھی نازل فرماتے جسے یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے تاہم منکر لوگ تو یہی کہتے کہ یہ تو صاف صریح جادو ہی ہے ○ یہ کہتے تو ہیں کہ اس نبیؐ کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ اگر ہم فرشتے ہی کو بھیجتے تو کام ہی فیصل کر دیا جاتا اور مہلت ہی نہ دیئے جاتے ○

انسانوں میں سے ہی رسول اللہ کا عظیم احسان ہے: ☆☆ (آیت: ۷-۱۱) کفار کی ضد اور سرکشی بیان ہو رہی ہے کہ یہ تو حق کے دشمن ہیں۔ بالفرض یہ کتاب اللہ کو آسمان سے اترتی ہوئی اپنی آنکھوں دیکھ لیتے اور اپنے ہاتھ لگا کر اسے اچھی طرح معلوم کر لیتے پھر بھی ان کا کفر نہ ٹوٹتا اور یہ کہہ دیتے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ محسوسات کا انکار بھی ان سے بعید نہیں۔

جیسے اور جگہ ہے وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ الخ یعنی اگر ہم آسمان کا دروازہ کھول دیتے اور یہ خود اوپر چڑھ جاتے جب بھی یہی کہتے کہ ہماری آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی ہے بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا الخ غرض کہ جن باتوں کے ماننے کے عادی نہیں انہیں ہوتے ہوئے دیکھ کر بھی ایمان نصیب نہیں ہونے کا۔ یہ کہتے ہیں کہ اگر حضورؐ سچے رسولؐ ہیں تو ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کسی فرشتے کی ڈیوٹی کیوں نہیں لگائی؟ اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے کہ ان کی اس بے ایمانی پر اگر فرشتے آ جاتے تو پھر تو کام ہی ختم کر دیا جاتا۔ چنانچہ اور آیت میں ہے مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ الخ یعنی فرشتوں کو ہم حق کے ساتھ ہی اتارتے ہیں۔ اگر یہ آ جائیں تو پھر مہلت و تاخیر ناممکن ہے۔ اور جگہ ہے يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ الخ جس دن یہ لوگ فرشتوں کو دیکھ لیں گے اس دن گنہگار کو کوئی بشارت نہیں ہوگی۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ
مَّا يَلْبِسُوْنَ ﴿۹﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ
فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا ع
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾

بالفرض اگر ہم اسے فرشتہ ہی بناتے تب بھی لامحالہ بصورت انسانی کرتے ○ پھر بھی جو شبہ وہ اب کرتے ہیں وہی اشتباہ ہم ان پر ڈالتے ○ تجھ سے پہلے کے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا گیا ○ بالآخر ان مذاق اڑانے والوں پر ان کے مذاق کا وبال آ ہی پڑا۔ کہہ دے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھ بھال لو کہ جھٹلانے والوں کا کیا کچھ انجام ہوا ○

(آیت: ۹-۱۱) پھر فرماتا ہے بالفرض رسولؐ کے ساتھ کوئی فرشتہ ہم اتارتے یا خود فرشتے ہی کو اپنا رسول بنا کر انسانوں میں

بھیجتے تو لامحالہ اسے بصورت انسانی ہی بھیجتے تاکہ یہ لوگ اس کے ساتھ بیٹھ اٹھ سکیں۔ بات چیت کر سکیں۔ اس سے حکم احکام سیکھ سکیں۔ یکجہتی کی وجہ سے طبیعت مانوس ہو جائے اور اگر ایسا ہوتا تو پھر انہیں اسی شک کا موقعہ ملتا کہ نہ جانیں یہ سچ مچ فرشتہ ہے بھی یا نہیں؟ کیونکہ وہ بھی انسان جیسا ہے' اور آیت میں ہے قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ الخ یعنی اگر زمین میں فرشتوں کی آبادی ہوتی تو ہم ان کی طرف فرشتے ہی کو رسول بنا کر نازل فرماتے۔ پس درحقیقت اس رب محسن کا ایک احسان یہ بھی ہے کہ انسانوں کی طرف انہی کی جنس میں سے انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجا۔ تاکہ اس کے پاس اٹھ بیٹھ سکیں۔ اس سے پوچھ گچھ لیں اور ہم جنسی کی وجہ سے خلط ملط ہو کر فائدہ اٹھا سکیں۔ چنانچہ ارشاد ہے لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ الخ یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ محسن حقیقی کا ایک زبردست احسان مسلمانوں پر یہ بھی ہے کہ اس نے انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو آیات الٰہیہ ان کے سامنے تلاوت کرتا رہتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر فرشتہ ہی اترتا تو چونکہ اس نور محض کو یہ لوگ دیکھ ہی نہیں سکتے' اس لئے اسے انسانی صورت میں ہی بھیجتے تو پھر بھی ان پر شبہ ہی رہتا۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو تسکین اور تسلی دیتا ہے کہ آپؐ دل گرفتہ نہ ہوں۔ آپؐ سے پہلے بھی جتنے انبیاء آئے' ان کا بھی مذاق اڑایا گیا لیکن بالآخر مذاق اڑانے والے تو برباد ہو گئے۔ اس طرح آپ کے ساتھ بھی جو لوگ بے ادبی سے پیش آتے ہیں' ایک روز پیس دیئے جائیں گے۔

لوگو! ادھر ادھر پھر پھرا کر عبرت کی آنکھوں سے ان کے انجام کو دیکھو جنہوں نے تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بدسلوکی کی' ان کی نہ مانی اور ان پر پھبتیاں کسیں۔ دنیا میں بھی وہ خراب و خستہ ہوئے اور آخرت کی مار ابھی باقی ہے۔ رسولوں کو اور ان کے ماننے والوں کو ہم نے یہاں بھی ترقی دی اور وہاں بھی انہیں بلند درجے عطا فرمائے۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلْ لِّلّٰهِ ۭ كَتَبَ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾

پوچھ تو کہ آسمان و زمین کی تمام چیزوں کا مالک کون ہے؟ جواب دے کہ اللہ ہی ہے' اس نے اپنے اوپر رحم کرنا واجب کر لیا ہے' قیامت کے دن وہ تم سب کو یقیناً جمع کرے گا۔ اس میں ذرا سا بھی شبہ نہیں' ایمان سے محروم وہی رہتے ہیں جو اپنے تئیں نقصان میں ڈالتے ہیں ○ اسی کا ہے جو بستا ہے رات میں اور دن میں' اور وہی ہے سنتا جانتا ہے ○

ہر چیز کا مالک اللہ ہے: ☆☆ (آیت: ۱۲-۱۳) آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے' سب اللہ کا ہے۔ اس نے اپنے نفس مقدس پر رحمت لکھ لی ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو جب پیدا کیا تو ایک کتاب لکھی جو اس کے پاس اس کے عرش کے اوپر ہے کہ میری رحمت غضب پر غالب ہے۔ پھر اپنے پاک نفس کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا اور وہ دن یقیناً آنے والا ہے۔ شکی لوگ چاہے شک شبہ کریں لیکن وہ ساعت اٹل ہے۔ حضورؐ سے سوال ہوا کہ کیا اس دن پانی بھی ہو گا؟ آپ نے فرمایا' اس اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے' اس دن پانی ہو گا' اولیاء اللہ ان حوضوں پر آئیں گے جو انبیاء کی ہوں گی۔ ان حوضوں کی

نگہبانی کے لئے ایک ہزار فرشتے نور کی لکڑیاں لئے ہوئے مقرر ہوں گے جو کافروں کو وہاں سے ہٹا دیں گی۔

یہ حدیث ابن مردویہ میں ہے لیکن ہے غریب۔ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے ''ہر نبی کے لئے حوض ہوگا۔ مجھے امید ہے کہ سب سے زیادہ لوگ میرے حوض پر آئیں گے'' جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور اس دن کو نہیں مانتے' وہ اپنی جانوں سے خود ہی دشمنی رکھتے ہیں اور اپنا نقصان آپ ہی کرتے ہیں۔ زمین و آسمان کی ساکن چیزیں یعنی کل مخلوق اللہ ہی کی پیدا کردہ ہے اور سب اس کے ماتحت ہیں' سب کا مالک وہی ہے۔ وہ سب کی باتیں سننے والا اور سب کی حرکتیں جاننے والا ہے' چھپا کھلا سب اس پر روشن ہے۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۗ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۴﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾

کہہ دے کہ کیا میں اللہ کے سوا اور کسی کو اپنا مددگار بنالوں جو اللہ آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور جو سب کو روزیاں دیتا ہے اور خود کھانے پینے کی حاجت سے پاک ہے۔ مجھ سے تو یہ فرمایا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا فرمانبردار بن جاؤں۔ خبردار ہرگز مشرکوں میں نہ ہو جانا ○ میں تو اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہوئے بہت بڑے عذاب کے دن سے ڈر رہا ہوں ○ جس سے اس دن کا عذاب دور کر دیا گیا یقیناً اس پر اللہ کا کرم ہوا۔ بہت بڑی مراد مل جانی یہی ہے ○

(آیت: ۱۴۔۱۶) پھر اپنے نبیؐ کو جنہیں توحید خالص کے ساتھ اور کامل شریعت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے' حکم دیتا ہے کہ آپؐ اعلان کر دیں کہ آسمان و زمین پیدا کرنے والے اللہ کے سوا میں کسی اور کو اپنا دوست و مددگار نہیں جانتا۔ وہ ساری مخلوق کا رازق ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں اور وہ سب سے بے نیاز ہے۔ فرماتا ہے۔ میں نے تمام انسانوں جنوں کو اپنی غلامی اور عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ ایک قرات میں وَلَا يَطْعَمُ بھی ہے یعنی وہ خود نہیں کھاتا۔ قبا کے رہنے والے ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی دعوت کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم بھی آپؐ کے ساتھ گئے۔ جب حضور کھانا تناول فرما کر ہاتھ دھو چکے تو آپؐ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے جو سب کو کھلاتا ہے اور خود نہیں کھاتا۔ اس کے بہت بڑے احسان ہم پر ہیں کہ اس نے ہمیں ہدایت دی او کھانے پینے کو دیا اور تمام بھلائیاں عطا فرمائیں۔ اللہ کا شکر ہے جسے ہم پورا ادا کر ہی نہیں سکتے اور نہ اسے چھوڑ سکتے ہیں' ہم اس کی ناشکری نہیں کرتے' نہ اسے سے کسی وقت ہم بے نیاز ہو سکتے ہیں' الحمد للہ اللہ نے ہمیں کھانا کھلایا' پانی پلایا' کپڑے پہنائے' گمراہی سے نکال کر راہ راست دکھائی' اندھے پن سے ہٹا کر آنکھیں عطا فرمائیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر ہمیں فضیلت عنایت فرمائی۔ اللہ ہی کے لئے سب تعریفیں مختص ہیں جو تمام جہان کا پالنہار ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اے پیغمبر ﷺ اعلان کر دو کہ مجھے حکم ملا ہے کہ اس امت میں سب سے پہلے اللہ کا غلام میں بن جاؤں۔ پھر فرماتا ہے خبردار ہرگز ہرگز مشرکوں سے نہ ملنا۔ یہ بھی اعلان کر دیجئے کہ مجھے خوف ہے' اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو مجھے قیامت کے دن عذاب ہوں گے۔ جو اس روز عذابوں سے محفوظ رکھا گیا' یقین مانو کہ اس پر رحمت رب نازل ہوئی۔ سچی کامیابی یہی ہے۔ اور آیت میں فرمایا ہے' جو

بھی جہنم سے ہٹا دیا گیا اور جنت میں پہنچا دیا گیا' اس نے منہ مانگی مراد پالی- فوز کے معنی نفع مل جانے اور نقصان سے بچ جانے کے ہیں-

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾

اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی نقصان پہنچائے تو اسے ہٹانے والا بھی بجز اس کے کوئی نہیں' اور اگر وہ تجھے کوئی نفع پہنچائے تو بھی وہ تمام چیزوں پر قادر ہے ○ وہ اپنے تمام بندوں پر غالب ہے' اور وہ حکمت والا اور خبردار ہے ○ دریافت تو کر کہ سب سے بڑی معتبر گواہی والا کون ہے؟ جواب دے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے- میری جانب یہ قرآن اس لئے وحی کیا گیا ہے کہ میں تمہیں بھی اور جسے یہ پہنچے' اسے ہوشیار کر دوں' کیا سچ مچ تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور معبود بھی ہیں؟ کہہ دے کہ میں تو یہ گواہی نہیں دے سکتا- صاف کہہ دے کہ معبود برحق تو صرف اللہ اکیلا ہی ہے اور میں تو جن جن کو تم شریک بناتے ہو' ان کا روادار ہی نہیں ○

قرآن کریم کا باغی جہنم کا ایندھن: ☆☆ (آیت: ۱۷-۱۹) اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ نفع و نقصان کا مالک وہی ہے- اپنی مخلوق میں جیسی وہ چاہے تبدیلیاں کرتا ہے- اس کے احکام کو کوئی ٹال نہیں سکتا- اس کے فیصلوں کو کوئی رد نہیں کر سکتا- اسی آیت جیسی آیت مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ الخ' ہے یعنی اللہ مقتدر اعلیٰ جسے جو رحمت دینا چاہے' اسے کوئی روک نہیں سکتا- اور جس سے وہ روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا- اس آیت میں خاص اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے بھی یہی فرمایا- صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے' اے اللہ جسے تو دے' اس سے کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے تو روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا- اس کے بعد فرماتا ہے' وہ اپنے بندوں پر قاہر و غالب ہے- سب کی گردنیں اس کے سامنے پست ہیں- سب بڑے اس کے سامنے چھوٹے ہیں- ہر چیز اس کے قبضے اور قدرت میں ہے- تمام مخلوق اس کی تابعدار ہے- اس کے جلال' اس کی کبریائی' اس کی عظمت' اس کی بلندی' اس کی قدرت تمام چیزوں پر غالب ہے- ہر ایک کا مالک وہی ہے حکم اسی کا چلتا ہے- حقیقی شہنشاہ اور کامل قدرت والا وہی ہے- اپنے تمام کاموں میں وہ باحکمت ہے- وہ ہر چھوٹی بڑی چھپی کھلی چیز سے باخبر ہے- وہ جسے جو دے' وہ بھی حکمت سے اور جس سے جو روک لے وہ بھی حکمت ہے-

پھر فرماتا ہے پوچھو تو سب سے بڑا اور زبردست اور بالکل سچا گواہ کون ہے؟ جواب دے کہ مجھ میں تم میں اللہ ہی گواہ ہے- جو میں تمہارے پاس لایا ہوں اور جو تم مجھ سے کر رہے ہو' اسے وہ خوب دیکھ بھال رہا ہے اور بخوبی جانتا ہے- میری جانب اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ میں تم سب حاضرین کو بھی اس سے آگاہ کر دوں اور جسے بھی یہ پہنچے' اس تک میرا پیغام پہنچ جائے- جیسے اور آیت میں ہے وَمَنْ

یَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ یعنی دنیا کے تمام لوگوں میں سے جو بھی اس قرآن سے انکار کرے اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔ حضرت محمد بن کعبؒ فرماتے ہیں جسے قرآن پہنچ گیا اس نے گویا خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا بلکہ گویا آپؐ سے باتیں کر لیں اور اس عبداللہ کے رسولؐ نے اللہ کا دین پیش کر دیا۔ حضرت قتادہؒ کا قول ہے اللہ کا پیغام اس کے بندوں کو پہنچاؤ جسے ایک آیت قرآنی پہنچ گئی اسے اللہ کا امر پہنچ گیا۔ حضرت ربیع بن انسؒ کا قول ہے اللہ کے نبیؐ کے تمام تابع لوگوں پر حق ہے کہ وہ مثل دعوت رسولؐ کے لوگوں کو دعوت خیر دیں۔ اور جن چیزوں اور کاموں سے آپؐ نے ڈرا دیا ہے یہ بھی اس سے ڈراتے رہیں۔ مشرکو تم چاہے اللہ کے ساتھ اور معبود بھی بناؤ لیکن میں تو ہرگز ایسا نہیں کروں گا جیسے اور آیت میں ہے فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ یہ گو شہادت دیں لیکن تو ان کا ہمنوا نہ بن۔ یہاں فرمایا تم صاف کہہ دو کہ اللہ تو ایک ہی ہے اور تمہارے تمام معبودان باطل سے میں الگ تھلگ ہوں۔ میں ان سب سے بیزار ہوں۔ کسی کا بھی روادار نہیں۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾

جنہیں ہم نے اپنی کتاب عطا فرمائی ہے وہ تو اسے اس طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جو اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر رہے ہیں۔ وہ ایمان نہیں لاتے ○ اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا؟ جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے ظالم فلاح اور نجات نہ پائیں گے ○

(آیت: ۲۰۔۲۱) پھر فرماتا ہے یہ اہل کتاب اس قرآن کو اور اس نبی کو خوب جانتے ہیں جس طرح انسان اپنی اولاد سے واقف ہوتا ہے اسی طرح یہ لوگ آپؐ سے اور آپؐ کے دین سے واقف اور باخبر ہیں۔ کیونکہ خود ان کی کتابوں میں یہ سب خبریں موجود ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خبریں ان کی آسمانی کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن آپ کی ہجرت آپ کی امت کی صفت ان تمام چیزوں سے یہ لوگ آگاہ ہیں اور ایسے صاف طور پر کہ جس میں کسی قسم کا شک شبہ نہیں۔ پھر ایسے ظاہر باہر صاف شفاف کھلم کھلا امر سے بے ایمانی کرنا انہی کا حصہ ہے جو خود اپنا برا چاہنے والے ہوں اور اپنی جانوں کو ہلاک کرنے والے ہوں۔ حضورؐ کی آمد سے پہلے ہی نشان ظاہر ہو چکے۔ جو نبی آپ سے پہلے کی بشارتیں دیتا ہوا آیا پھر انکار کرنا سورج چاند کے وجود سے انکار کرنا ہے۔ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھ لے؟ اور فی الواقع اس سے بھی زیادہ ظالم کوئی نہیں جو سچ کو جھوٹ کہے اور اپنے رب کی باتوں اور اس کی اٹل حجتوں اور روشن دلیلوں سے انکار کرے۔ ایسے لوگ فلاح سے کامیابی سے اپنا مقصد پانے سے اور نجات و آرام سے محروم محض ہیں۔

وَیَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اَیْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِیْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ كَیْفَ كَذَبُوْا

عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

وہ دن بھی ہوگا جب ہم سب کو جمع کر کے مشرکوں سے فرمائیں گے کہ جنہیں تم اپنے گمان میں میرا شریک ٹھہراتے تھے' وہ سب کہاں ہیں؟ ○ پھر تو ان کا جواب اور عذر یہی کہنا ہوگا کہ اللہ کی قسم! ہمارے رب کی قسم! ہم تو مشرک ہی نہ تھے ○ دیکھ تو انہوں نے کس طرح خود اپنے اوپر جھوٹ بولا؟ اور ان کی تمام افترا پردازیاں غائب ہوگئیں ○

قیامت کے دن مشرکوں کا حشر: ☆☆ (آیت: ۲۲-۲۴) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا حشر اپنے سامنے کرے گا۔ پھر جو لوگ اللہ کے سوا اوروں کی پرستش کرتے تھے' انہیں لاجواب' شرمندہ اور بے دلیل کرنے کے لئے ان سے فرمائے گا کہ جن جن کو تم میرا شریک ٹھہراتے رہے' آج وہ کہاں ہیں؟ سورہ قصص کی آیت وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ میں بھی یہ موجود ہے۔ اس کے بعد کی آیت میں جو لفظ فِتْنَتُهُمْ ہے' اس کا مطلب فتنہ سے مراد حجت و دلیل' عذر و معذرت' ابتلا اور جواب ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے کسی نے مشرکین کے اس انکار شرک کی بابت سوال کیا تو آپؓ نے جواب دیا کہ ایک وقت یہ ہوگا کہ اور ایک اور وقت ہوگا کہ اللہ سے کوئی بات چھپائیں گے نہیں۔ پس ان دونوں آیتوں میں کوئی تعارض و اختلاف نہیں۔ جب مشرکین دیکھیں گے کہ موحد نمازی جنت میں جانے لگے تو کہیں گے' آؤ ہم بھی اپنے مشرک ہونے کا انکار کر دیں۔ اس انکار کے بعد ان کی زبانیں بند کر دی جائیں گی اور ان کے ہاتھ پاؤں گواہیاں دینے لگیں گے تو اب کوئی بات اللہ سے نہ چھپائیں گے۔ یہ توجیہہ بیان فرما کر حضرت عبداللہؓ نے فرمایا' اب تو تیرے دل میں کوئی شک نہیں رہا؟ سنو بات یہ ہے کہ قرآن میں ایسی چیزوں کا دوسری جگہ بیان و توجیہہ موجود ہے لیکن بے علمی کی وجہ سے لوگوں کی نگاہیں وہاں تک نہیں پہنچتیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ آیت منافقوں کے بارے ہے لیکن یہ کچھ ٹھیک نہیں اس لئے کہ آیت مکیہ ہے اور منافقوں کا وجود مکہ شریف میں تھا ہی نہیں۔ ہاں منافقوں کے بارے میں میں آیت يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ ہے۔ دیکھ لو کہ کس طرح انہوں نے خود اپنے اوپر جھوٹ بولا؟ اور جن جھوٹے معبودوں کا افترا انہوں نے کر رکھا تھا' کیسے ان سے خالی ہاتھ ہوگئے؟ چنانچہ دوسری جگہ ہے کہ جب ان سے یہ سوال ہوگا' خود یہ کہیں گے ضلو عنا وہ سب آج ہم سے دور ہو گئے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ
يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا
بِهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ
اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْــــَٔـوْنَ عَنْهُ ۚ
وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو تیری باتوں کی طرف کان لگاتے ہیں' ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ انہیں سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے۔ گو یہ تمام معجزے دیکھ لیں لیکن انہیں مانیں گے ہی نہیں' یہ تو تیرے سامنے آ کر تجھ سے لڑتے جھگڑتے ہوئے صاف کہتے ہیں کہ اس قرآن میں بجز اگلوں کی کہانیوں کے دھرا ہی کیا ہے؟ ○ دوسروں کو بھی اس سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے رکتے ہیں' دراصل یہ اپنے تئیں ہی غارت کر رہے ہیں اور لطف یہ ہے کہ اسے سمجھتے بھی نہیں ○

(آیت: ۲۵-۲۶) پھر فرماتا ہے' بعض ان میں وہ بھی ہیں جو قرآن سننے کو تیرے پاس آتے ہیں لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے - ان کے دلوں پر پردے ہیں- وہ سمجھتے ہی نہیں ان کے کان انہیں یہ مبارک آوازیں اس طرح سناتے ہی نہیں کہ یہ اس سے فائدہ اٹھا سکیں اور احکام قرآنی کو قبول کریں- جیسے اور جگہ ان کی مثال ان چوپائے جانوروں سے دی گئی جو اپنے چرواہے کی آواز تو سنتے ہیں لیکن مطلب خاک نہیں سمجھتے - یہ وہ لوگ ہیں جو بکثرت دلائل و براہین اور معجزات اور نشانیاں دیکھتے ہوئے بھی ایمان قبول نہیں کرتے - ان ازلی بدقسمتوں کے نصیب میں ایمان ہے ہی نہیں- یہ بے انصاف ہونے کے ساتھ ہی بے سمجھ بھی ہیں- اگر اب ان میں بھلائی دیکھتا تو ضرور انہیں سننے کی توفیق کے ساتھ ہی توفیق عمل و قبول بھی مرحمت فرماتا- ہاں انہیں اگر سوجھتی ہے تو یہ کہ اپنے باطل کے ساتھ تیرے حق کو دبا دیں- تجھ سے جھگڑتے ہیں اور صاف کہہ جاتے ہیں کہ یہ تو اگلوں کے فسانے ہیں جو پہلی کتابوں سے نقل کر لئے گئے ہیں-

اس کے بعد کی آیت کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ یہ کفار خود بھی ایمان نہیں لاتے ہیں اور دوسروں کو بھی ایمان لانے سے روکتے ہیں- نہ خود اتباع حق کرتے ہیں نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں- نہ خود حضورؐ کے پاس آ کر آپؐ سے ہدایت حاصل کرتے ہیں نہ کسی اور کو آنے دیتے ہیں- زیادہ ظاہر مطلب تو یہی ہے- دوسرا مطلب یہ ہے کہ اوروں کو تو ایذا رسانی سے روکتے ہیں- حضورؐ کی حمایت کرتے ہیں- آپؐ کو برحق جانتے ہیں اور خود حق کو قبول نہیں کرتے - جیسے کہ ابو طالب کہ حضورؐ کا بڑا ہی حمایتی تھا لیکن ایمان نصیب نہیں ہوا-① آپ کے دس چچا تھے جو علانیہ تو آپؐ کے ساتھی تھے لیکن خفیہ مخالف تھے- لوگوں کو آپؐ کے قتل وغیرہ سے روکتے تھے لیکن خود آپؐ سے اور آپؐ کے دین سے دور ہو جاتے تھے- افسوس اس اپنے فعل سے خود اپنے ہی تئیں غارت کرتے تھے لیکن جانتے ہی نہ تھے کہ اس کرتوت کا وبال ہمیں ہی پڑ رہا ہے-

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۭ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع ۱۰

کاش کہ تو دیکھتا جبکہ یہ دوزخ پر لا کھڑے کئے جائیں گے اور کہیں گے کیا اچھا ہوتا کہ ہم واپس لوٹائے جاتے اور اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلاتے اور ایمان داروں میں ہو جاتے ○ حقیقت یہ ہے کہ جسے یہ اس سے پہلے چھپا رہے تھے' وہ ان کے سامنے آ گئی' بالفرض اگر یہ واپس بھیج دیئے جائیں تو بھی یقیناً یہ پھر سے وہی کریں گے جس سے منع کئے گئے ہیں- بیشک یہ جھوٹے لوگ ہیں ○ کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس زندگانی دنیا کے اور کچھ بھی نہیں اور نہ ہم مرنے کے بعد جلا دیئے جانے والا ہیں ○ کاش کہ تو انہیں اس وقت دیکھتا جب یہ اپنے رب کے سامنے لا کھڑے کر دیئے جائیں گے' اللہ فرمائے گا کیا یہ سچ نہیں؟ کہیں گے ہاں- ہمارے رب کی قسم سچ ہے' فرمائے گا کہ اب تو اپنے کئے ہوئے کفر کا عذاب چکھو ○

کفار کا واویلا مگر سب بے سود: ☆☆ (آیت: ۲۷-۳۰) کفار کا حال اور ان کا برا انجام بیان ہو رہا ہے کہ جب یہ جہنم کو وہاں کے طرح طرح کے عذابوں وہاں کی بدترین سزاؤں طوق و زنجیر کو دیکھ لیں گے اس وقت ہائے وائے مچائیں گے اور تمنا کریں گے کہ کیا اچھا ہو کہ دنیا کی طرف لوٹائے جائیں تا کہ وہاں جا کر نیکیاں کریں اللہ کی باتوں کو نہ جھٹلائیں اور پکے سچے موحد بن جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس کفر و تکذیب کو اونخی و بے ایمانی کو یہ چھپا رہے تھے وہ ان کے سامنے کھل گئی۔ جیسے اس سے اوپر کی آیتوں میں گذرا کہ اپنے کفر کا تھوڑی دیر پہلے انکار تھا اب یہ تمنا گویا اس انکار کے بعد کا اقرار ہے اور اپنے جھوٹ کا خود اعتراف ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس سچائی کو دنیا میں چھپاتے رہے اسے آج کھول دیں گے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا تھا کہ تو بخوبی جانتا ہے کہ یہ تمام نشانیاں آسمان و زمین کے رب کی اتاری ہوئی ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا یعنی فرعونیوں کے دلوں میں تو کامل یقین تھا لیکن صرف اپنی بڑائی اور سنگدلی کی وجہ سے بہ ظاہر منکر تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد منافق ہوں جو ظاہراً مومن تھے اور دراصل کافر تھے اور یہ خبر جماعت کفار سے متعلق ہو۔ اگرچہ منافقوں کا وجود مدینے میں پیدا ہوا لیکن اس عادت کے موجود ہونے کی خبر مکی سورتوں میں بھی ہے۔ ملاحظہ ہو سورۂ عنکبوت جہاں صاف فرمان ہے وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ پس یہ منافقین دار آخرت میں عذابوں کو دیکھ لیں گے اور جو کفر و نفاق چھپا رہے تھے وہ آج ان پر ظاہر ہو جائیں گے۔ واللہ اعلم۔ اب ان کی تمنا ہو گی کاش کہ ہم دنیا کی طرف لوٹائے جائیں۔ یہ بھی دراصل طمع ایمانی کی وجہ سے نہیں ہو گی بلکہ عذابوں سے چھوٹ جانے کے لئے ہو گی۔

چنانچہ عالم الغیب اللہ فرماتا ہے کہ اگر یہ لوٹا دیئے جائیں جب بھی ان ہی نافرمانیوں میں پھر سے مشغول ہو جائیں گے۔ ان کا یہ قول کہ وہ رغبت ایمان کر رہے ہیں اب بھی غلط ہے۔ نہ یہ ایمان لائیں گے نہ جھٹلانے سے باز رہیں گے۔ بلکہ لوٹنے کے بعد بھی وہی پہلا سبق رٹنے لگیں گے کہ بس اب تو یہی دنیا ہی زندگانی ہے۔ دوسری زندگی اور آخرت کوئی چیز نہیں۔ نہ مرنے کے بعد ہم اٹھائے جائیں گے۔

پھر ایک اور حال بیان ہو رہا ہے کہ یہ اللہ عزوجل کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ اس وقت جناب باری ان سے فرمائے گا کہو اب تو اس کا سچا ہونا تم پر ثابت ہو گیا؟ اب تو مان گئے کہ یہ غلط اور باطل نہیں؟ اس وقت سرنگوں ہو کر کہیں گے کہ ہاں اللہ کی قسم یہ بالکل سچ اور سراسر حق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب اپنے جھٹلانے اور نہ ماننے اور کفر و انکار کا خمیازہ بھگتو اور عذابوں کا مزہ چکھو۔ بتاؤ جادو ہے یا تم اندھے ہو۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰي مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰي ظُهُوْرِهِمْ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾

یقیناً اس جماعت نے نقصان اٹھایا جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا یہاں تک کہ ان کے پاس ناگہاں قیامت آ پہنچی۔ کہنے لگے افسوس ہماری کوتاہی پر جو ہم نے قیامت کے بارے میں کی۔ یہ لوگ اپنے گناہوں کے بوجھ اپنی کمر پر لادے ہوئے ہوں گے دیکھو تو کیا ہی برا بوجھ لادے ہوئے ہیں ○ دنیا کی زندگی تو صرف ایک

کھیل تماشا ہے ہاں بیشک پرہیزگاروں کے لئے آخرت کا گھر بہت ہی بہتر ہے کیا تم لوگ عقل ہی نہیں رکھتے ○

پشیمانی مگر جہنم دیکھ کر!: ☆☆ (آیت:۳۱-۳۲) قیامت کو جھٹلانے والوں کا نقصان' ان کا افسوس اور ان کی ندامت وخجالت کا بیان ہو رہا ہے جو اچانک قیامت کے آ جانے کے بعد انہیں ہوگا - نیک اعمال کے ترک کا افسوس الگ' بداعمالیوں پر پچھتاوا جدا ہے- فیھا کی ضمیر کا مرجع ممکن ہے حیاۃ ہو اور ممکن ہے اعمال ہو اور ممکن ہے دار آخرت ہو- یہ اپنے گناہوں کے بوجھ سے لدے ہوئے ہوں گے- اپنی بدکرداریاں اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے- آہ! کیسا برا بوجھ ہے؟ حضرت ابومرزوقؒ فرماتے ہیں' کافر یا فاجر جب اپنی قبر سے اٹھے گا اسی وقت اس کے سامنے ایک شخص آئے گا جو نہایت بھیانک' خوفناک اور بدصورت ہوگا- اس کے جسم سے تعفن والی سڑاند کی سخت بدبو آ رہی ہوگی- وہ اس کے پاس جب پہنچے گا' یہ دہشت و وحشت سے گھبرا کر اس سے پوچھے گا تو کون ہے؟ وہ کہے گا خوب! کیا تو مجھے پہچانتا نہیں؟ یہ جواب دے گا' ہرگز نہیں' صرف اتنا جانتا ہوں کہ تو نہایت بدصورت کریہہ منظر اور تیز بدبو والا ہے- تجھ سے زیادہ بدصورت کوئی بھی نہ ہوگا- وہ کہے گا' سن میں تیرا خبیث عمل ہوں جسے تو دنیا میں مزے لے کر کرتا رہا- سن تو دنیا میں مجھ پر سوار رہا- اب کمر جھکا میں تجھ پر سوار ہو جاؤں گا چنانچہ وہ اس پر سوار ہو جائے گا- یہی مطلب ہے اس آیت کا کہ وہ لوگ اپنے بداعمال کو اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے ہوں گے-

حضرت سدیؒ فرماتے ہیں کہ جو بھی ظالم شخص قبر میں جاتا ہے' اس کی لاش کے قبر میں پہنچتے ہی ایک شخص اس کے پاس جاتا ہے- سخت بدصورت' سخت بدبودار' سخت میلے اور قابل نفرت لباس والا - یہ اسے دیکھتے ہی کہتا ہے تو تو بڑا ہی بدصورت ہے- بدبودار ہے- یہ کہتا ہے' تیرے اعمال ایسے ہی گندے تھے وہ کہتا ہے' تیرا لباس نہایت متعفن ہے- یہ کہتا ہے تیرے اعمال ایسے ہی قابل نفرت تھے- وہ کہتا ہے' اچھا بتا تو سہی اے منحوس تو ہے کون؟ یہ کہتا ہے تیرے عمل کا مجسمہ- اب یہ اس کے ساتھ ہی رہتا ہے اور اس کے لئے عذابوں کے ساتھ ہی ایک عذاب ہوتا ہے- جب قیامت کے دن یہ اپنی قبر سے چلے گا تو یہ کہے گا' ٹھہر جاؤ دنیا میں تو نے میری سواری لی ہے اب میں تیری سواری لوں گا چنانچہ وہ اس پر سوار ہو جاتا ہے اور اسے مارتا پیٹتا' ذلت کے ساتھ جانوروں کی طرح ہنکاتا ہوا جہنم میں پہنچاتا ہے- یہی معنی اس آیت کے اس جملے کے ہیں- دنیا کی زندگانی بجز کھیل تماشے کے ہے ہی کیا' آنکھ بند ہوئی اور خواب ختم- البتہ اللہ سے ڈرنے والے لوگوں کے لئے آخرت کی زندگانی بڑی چیز ہے اور بہت ہی بہتر چیز ہے- تمہیں کیا ہو گیا کہ تم عقل سے کام ہی نہیں لیتے؟

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾

ہمیں بخوبی علم ہے کہ تجھے ان کی باتیں رنجیدہ کرتی ہیں- یقین مانتا کہ یہ دراصل تجھے نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں ○ بلاشبہ تجھ سے پہلے کے پیغمبر بھی جھٹلائے گئے' انہوں نے اپنے اس جھٹلائے جانے پر اور ایذا دہی پر صبر کیا یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ پہنچی' اللہ کی باتوں کا بدلنے والا کوئی نہیں' تیرے پاس پیغمبروں کے حالات پہنچ چکے ہیں ○

حق کے دشمن کو اس کے حال پہ چھوڑ دیئے - آپ ﷺ سچے ہیں: ☆☆ (آیت:۳۳-۳۴) اللہ تعالیٰ اپنے نبی محترم حضرت محمد

مصطفیٰ ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ آپ اپنی قوم کو جھٹلانے' نہ ماننے اور ایذائیں پہنچانے سے تنگ دل نہ ہوں - فرماتا ہے کہ ہمیں ان کی حرکت خوب معلوم ہے - آپ اُن کی اس لغویت پر ملال نہ کرو - کیا اگر یہ ایمان نہ لائیں تو آپ اُن کے پیچھے اپنی جان کو روگ لگالیں گے؟ کہاں تک ان کے لئے حسرت وافسوس کریں گے؟ سمجھا دیجئے اور ان کا معاملہ سپرد الله کیجئے - یہ لوگ دراصل آپ کو جھوٹا نہیں جانتے بلکہ یہ تو حق کے دشمن ہیں - چنانچہ ابوجہل نے صاف کہا تھا کہ ہم تجھے نہیں جھٹلاتے لیکن تو جو لے کر آیا ہے' اسے نہیں مانتے - حکم کی روایت میں ہے کہ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی - ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابوجہل کو حضورؐ سے مصافحہ کرتے ہوئے دیکھ کر کسی نے اس سے کہا کہ اس بے دین (معاذ اللہ) سے تو مصافحہ کرتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم مجھے خوب علم ہے اور کامل یقین ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبیؐ ہیں - ہم صرف خاندانی بنا پر ان کی نبوت کے ماتحت نہیں ہوتے - ہم نے آج تک بنی عبد عناف کی تابعداری نہیں کی - الغرض حضور کو رسول اللہؐ مانتے ہوئے آپ کی فرمانبرداری سے بھاگتے تھے -

امام محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت زہری رحمتہ اللہ علیہ اس قصے کو بیان کرتے ہوئے جس میں ابوجہل' ابوسفیان' صخر بن حرب' اخنس بن شریق کا رات کے وقت پوشیدہ طور پر آن کر ایک دوسرے کی بے خبری میں رسول اللہ ﷺ کی زبانی قرآن سنناہے' کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے صبح تک قرآن سنا - روشنی ذرا سی نمودار ہوئی تھی جو یہ واپس چلے - اتفاقاً ایک چوک میں ایک دوسرے سے ملاقات ہوگئی - حیرت سے ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ اس وقت یہاں کہاں؟ پھر ہر ایک دوسرے سے صاف صاف کہہ دیتا ہے کہ حضورؐ سے قرآن سننے کے لئے چپ چاپ آگئے تھے - اب تینوں بیٹھ کر معاہدہ کرتے ہیں کہ آئندہ ایسا نہ کرنا ورنہ اگر اوروں کو خبر ہوئی اور وہ آئے تو وہ تو سچے پکے مسلمان ہو جائیں گے - دوسری رات کو ہر ایک نے اپنے طور پر یہ گمان کر کے کہ کل رات کے وعدے کے مطابق وہ دونوں تو آئیں گے نہیں' میں تنہا کیوں نہ جاؤں؟ میرے جانے کی کسے خبر ہوگی؟ اپنے گھر سے پچھلی رات کے اندھیرے اور سوفتے میں ہر ایک چلا اور ایک کونے میں دب کر اللہ کے نبیؐ کی زبانی تلاوت قرآن کا مزہ لیتا رہا اور صبح کے وقت واپس چلا - اتفاقاً آج بھی اسی جگہ تینوں کا میل ہو گیا - ہر ایک نے ایک دوسرے کو بڑی ملامت کی - بہت طعن ملامت کی اور نئے سرے سے عہد کیا کہ اب ایسی حرکت نہیں کریں گے - لیکن تیسری شب پھر صبر نہ ہوسکا اور ہر ایک اسی طرح پوشیدہ طور پر پہنچا اور ہر ایک کو دوسرے کے آنے کا علم بھی ہو گیا - پھر جمع ہو کر اپنے تئیں برا بھلا کہنے لگے اور بڑی سخت قسمیں کھا کر قول قرار کئے کہ اب ایسا نہیں کریں گے - صبح ہوتے ہی اخنس بن شریق کپڑے پہن کر تیار ہو کر ابوسفیان بن حرب کے پاس اس کے گھر میں گیا اور کہنے لگا اے ابوحنظلہ' ایمان سے بتاؤ' سچ سچ کہو' جو قرآن تم نے محمد (ﷺ) کی زبانی سنا' اس کی بابت تمہاری اپنی ذاتی رائے کیا ہے؟ اس نے کہا' ابوثعلبہ سنو! واللہ بہت سی آیتوں کے الفاظ' معنی اور مطلب تو میں سمجھ گیا اور بہت سی آیتوں کو' ان کی مراد کو میں جانتا ہی نہیں -

اخنس نے کہا' واللہ یہی حال میرا بھی ہے - اب یہاں سے اٹھ کر اخنس سیدھا ابوجہل کے پاس پہنچا اور کہنے لگا' ابوالحکم تم سچ بتاؤ' جو کچھ تم حضورؐ سے سنتے ہو' اس میں تمہارا خیال کیا ہے؟ اس نے کہا سن' جو سنا ہے اسے تو ایک طرف رکھ دے' بات یہ ہے کہ بنو عبد مناف اور ہم میں چشمک ہے - وہ ہم سے اور ہم ان سے بڑھنا اور سبقت کرنا چاہتے ہیں اور مدت سے یہ رسہ کشی ہو رہی ہے - انہوں نے مہمانداریاں اور دعوتیں کیں - تو ہم نے بھی کیں - انہوں نے لوگوں کو سواریاں دیں تو ہم نے بھی یہی کیا - انہوں نے عوام الناس کے ساتھ احسان وسلوک کئے تو ہم نے بھی اپنی تھیلیوں کے منہ کھول ڈالے - گویا ہم کسی معاملہ میں ان سے کم نہیں رہے - اب جب کہ برابر کی ٹکر چلی جا رہی تھی تو انہوں

نے کہا ہم میں ایک نبی ہے۔ سنو چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے' نہ تو ہم اس کی تصدیق کریں گے نہ مانیں گے۔ اخنس مایوس ہو گیا اور اٹھ کر چل دیا۔ اسی آیت کی تفسیر میں ابن جریر میں ہے کہ بدر والے دن اخنس بن شریق نے قبیلہ بنوزہرہ سے کہا کہ محمد (ﷺ) تمہاری قرابت کے ہیں۔ تم ان کی ننھیال میں ہو۔ تمہیں چاہئے کہ اپنے بھانجے کی مدد کرو۔ اگر وہ واقعی نبی ہے تو مقابلہ بے سود ہی نہیں بلکہ سراسر نقصان دہ ہے اور بالفرض نہ بھی ہو تو بھی وہ تمہارا ہے۔ اچھا ٹھہرو دیکھو میں ابوالحکم (یعنی ابوجہل) سے بھی ملتا ہوں۔

سنو! اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم غالب آ گئے تو وہ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ تم سلامتی کے ساتھ واپس چلے جاؤ گے اور اگر تمہاری قوم غالب آ گئی تو ان میں تو تم ہی ہو۔ اسی دن سے اس کا نام اخنس ہوا۔ اصل نام ابی تھا۔ اب اخنس تنہائی میں ابوجہل سے ملا اور کہنے لگا' سچ بتا محمد (ﷺ) تمہارے نزدیک سچے ہیں یا جھوٹے؟ دیکھو یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی اور نہیں۔ دل کی بات مجھ سے نہ چھپانا۔ اس نے کہا جب یہی بات ہے تو سنو۔ اللہ کی قسم محمد (ﷺ) بالکل سچے اور یقیناً صادق ہیں۔ عمر بھر میں کسی چھوٹی سی چھوٹی بات میں کبھی بھی آپ نے جھوٹ نہیں بولا۔ ہمارے رکنے اور مخالفت کرنے کی وجہ ایک ہی اور صرف ایک ہی ہے وہ یہ کہ جب بنوقصی کے خاندان میں جھنڈے اور پھریرے چلے گئے' جب حج کے حاجیوں کے اور بیت اللہ شریف کے مہتمم و منتظم یہی ہو گئے' پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ نبوت بھی اسی قبیلے میں چلی گئی تو اب اور قریشیوں کے لئے کون سی فضیلت باقی رہ گئی؟ اسی کا ذکر اس آیت میں ہے۔ پس آیات اللہ سے مراد ذات حضرت محمد (ﷺ) ہے۔ پھر دوبارہ تسلی دی جاتی ہے کہ آپ اپنی قوم کی تکذیب' ایذارسانی وغیرہ پر صبر کیجئے جیسے اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا اور یقین مانئے کہ جس طرح انجام کار گذشتہ نبیوں کا غلبہ رہا اور ان کے مخالفین تباہ و برباد ہوئے اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کو غالب کرے گا اور آپ کے مخالفین مغلوب ہوں گے۔ دونوں جہان میں حقیقی بلندی آپ کی ہو گی۔ رب تو یہ بات فرما چکا ہے اور اللہ کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا جیسے اور آیت میں ہے ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین یعنی ہم تو پہلے سے ہی یہ فرما چکے ہیں کہ ہمارے رسولوں کو مدد دی جائے گی اور ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔ اور آیت میں فرماتا ہے كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ اللہ تعالیٰ یہ لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب آئیں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ قوت والا اور غلبہ والا ہے۔ ان نبیوں کے اکثر قصے آپ کے سامنے بیان ہو چکے ہیں۔ ان کے حالات آپ کو پہنچ چکے ہیں۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ کس طرح ان کی نصرت و تائید ہوئی اور مخالفین پر انہیں کامیابی حاصل ہوئی۔

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَي الْهُدٰي فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۳۵ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ړ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۳۶

اگر ان کی سرتابی تجھ پر گراں گذر رہی ہے تو اگر تجھ سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ لگا کر یا آسمان میں کوئی سیڑھی لگا کر انہیں کوئی معجزہ لا دے' اگر اللہ کو منظور ہوتا تو ان سب کو راہ راست پر جمع کر دیتا خبردار کہیں تو جاہلوں میں سے نہ ہو جانا ○ وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو گوش دل سے سنتے ہیں۔ مردوں کو اللہ تعالیٰ زندہ کر کے

اٹھائے گا۔ پھر سب کے سب اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے ○

(آیت: ۳۵۔۳۶) پھر فرماتا ہے کہ اگر ان کی یہ بے رخی تجھ پر گراں گزرتی ہے' اگر تجھ سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ کھود لے اور جو معجزہ یہ تجھ سے مانگتے ہیں' لا دے یا تیرے بس میں ہو تو کوئی زینہ لگا کر آسمان پر چڑھ جا اور وہاں سے ان کی چاہت کی کوئی نشانی لے آ۔ میں نے تجھے اتنی نشانیاں' اس قدر معجزے دیئے ہیں کہ ایک اندھا بھی شک نہ کر سکے۔ اب ان کی طلب معجزات محض مذاق ہے اور عناد و ضد ہے۔ کوئی ضرورت نہیں کہ تو انہیں ان کی چاہت کے معجزے ہر وقت دکھاتا پھرے۔ یا اگر وہ تیرے بس کے نہ ہوں تو غم کر کے رہو۔ اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر متفق کر دیتا۔ تجھے نادانوں میں نہ ملنا چاہئے۔ جیسے اور روایت میں ہے کہ اگر رب چاہتا تو روئے زمین کی مخلوق کو مومن بنا دیتا۔ آپ کی حرص تھی کہ سب لوگ ایماندار بن کر آپ کی تابعداری کریں تو رب نے فرمادیا کہ یہ سعادت جس کے حصے میں ہے توفیق اسی کی رفیق ہوگی۔ پھر فرمایا کہ آپ کی دعوت پر لبیک کہنا اسے نصیب ہوگا جو کان لگا کر آپ کے کلام کو سنے سمجھے۔ یاد رکھے اور دل میں جگہ دے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ یہ اسے آگاہ کرتا ہے جو زندہ ہو۔ کفار پر تو کلمہ عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ مردوں کو اٹھا کر بٹھائے گا' پھر اس کی طرف سب کے سب لوٹائے جائیں گے۔ مردوں سے مراد یہاں کفار ہیں کیونکہ وہ مردہ دل ہیں۔ تو انہیں مردہ جسموں سے تشبیہ دی جس میں ان کی ذلت و خواری ظاہر ہوتی ہے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ
عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا مِنْ
دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا
فَرَّطْنَا فِى الْكِتٰبِ مِنْ شَىْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾
وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِى الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ
اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۹﴾

کہتے ہیں اس پر کوئی نشان کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ تو جواب دے کہ اللہ ہر نشان کے اتارنے پر قادر ہے مگر ان میں سے اکثر بے علم ہیں ○ زمین پر چلنے والے تمام تر جاندار اور کل کے کل پرند جو اپنے دو پروں پر اڑتے پھرتے ہیں' سب کے سب تم جیسے ہی گروہ ہیں' ہم نے اپنی کتاب میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا۔ پھر یہ سب اپنے رب ہی کی طرف جمع کئے جائیں گے ○ ہماری آیتوں کے جھٹلانے والے بہرے اور گونگے اندھیروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ جسے اللہ چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے راہ راست پر لگا دے ○

معجزات کے عدم اظہار کی حکمت: ☆☆ (۳۷۔۳۹) کافر لوگ بطور اعتراض کہا کرتے تھے کہ جو معجزہ ہم طلب کرتے ہیں یہ کیوں نہیں دکھاتے؟ مثلاً عرب کی کل زمین میں چشموں اور آبشاروں کا جاری ہو جانا وغیرہ۔ فرماتا ہے کہ قدرت الٰہی سے تو کوئی چیز باہر نہیں لیکن اس وقت حکمت الٰہیہ کا تقاضا یہ نہیں۔ اس میں ایک ظاہری حکمت تو یہ ہے کہ تمہارے چاہے ہوئے معجزے کو دیکھ لینے کے بعد بھی اگر تم ایمان نہ لائے تو اصول الٰہیہ کے مطابق تم سب کو اس جگہ ہلاک کر دیا جائے گا۔ جیسے تم سے اگلے لوگوں کے ساتھ ہوا۔ ثمودیوں کی نظیر تمہارے

سامنے موجود ہے۔ ہم تو جو چاہیں نشان بھی دکھا سکتے ہیں اور جو چاہیں عذاب بھی کر سکتے ہیں۔ چرنے چگنے والے جانور اڑنے والے پرند بھی تمہاری طرح قسم قسم کے ہیں مثلاً پرند ایک امت' انسان ایک امت' جنات ایک امت وغیرہ۔ یا یہ کہ وہ بھی سب تمہاری ہی طرح مخلوق ہیں۔ سب پر اللہ کا علم محیط ہے۔ سب اس کی کتاب میں لکھے ہوئے ہیں۔ نہ کسی کا وہ رزق بھولے نہ کسی کی حاجت اٹکے نہ کسی کی حسن تدبیر سے وہ غافل' خشکی' تری کا ایک ایک جاندار اس کی حفاظت میں ہے۔ جیسے فرمان ہے وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزۡقُهَا الخ یعنی جتنے جاندار زمین پر چلتے پھرتے ہیں' سب کی روزیاں اللہ کے ذمہ ہیں۔ وہی ان کے جیتے جی کے ٹھکانے کو اور مرنے کے بعد سونپے جانے کے مقام کو بخوبی جانتا ہے' اس کے پاس لوح محفوظ میں یہ سب کچھ درج بھی ہے۔ ان کے نام' ان کی گنتی' ان کی حرکات و سکنات سب سے وہ واقف ہے۔ اس کے وسیع علم سے کوئی چیز خارج اور باہر نہیں۔ اور مقام پر ارشاد ہے وَكَاَیِّنۡ مِّنۡ دَآبَّةٍ لَّا تَحۡمِلُ رِزۡقَهَا الخ بہت سے وہ جاندار ہیں جن کی روزی تیرے ذمہ نہیں۔ انہیں اور تم سب کو اللہ ہی روزیاں دیتا ہے۔ وہ باریک سے باریک آواز کو سننے والا ہے اور ہر چھوٹی بڑی چیز کا جاننے والا ہے۔

ابو یعلی میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کی دو سال کی خلافت کے زمانہ میں سے ایک سال ٹڈیاں دکھائی ہی نہیں دیں تو آپؓ کو بہت خیال ہوا اور شام' عراق' یمن وغیرہ کی طرف سوار دوڑائے کہ دریافت کر آئیں کہ ٹڈیاں اس سال کہیں نظر بھی پڑیں یا نہیں؟ یمن والا قاصد جب واپس آیا تو اپنے ساتھ مٹھی بھر ٹڈیاں بھی لیتا آیا اور حضرت فاروق اعظمؓ کے سامنے ڈال دیں۔ آپؓ نے انہیں دیکھ کر تین مرتبہ تکبیر کہی اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ عزوجل نے ایک ہزار امتیں پیدا کی ہیں جن میں سے چھ سو تری میں ہیں اور چار سو خشکی میں۔ ان تمام امتوں میں سے سب سے پہلے ٹڈی ہلاک ہو گی۔ اس کے بعد تو ہلاکت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا بالکل اس طرح جیسے کسی تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ گیا اور موتی یکے بعد دیگرے جھڑنے لگ گئے۔

پھر فرماتا ہے' سب کا حشر اللہ کی طرف ہے یعنی سب کو موت ہے۔ چوپایوں کی موت ہی ان کا حشر ہے۔ ایک قول تو یہ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ میدان محشر میں بروز قیامت یہ بھی اللہ جل شانہ کے سامنے جمع کیے جائیں گے جیسے فرمایا وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ مسند احمد میں ہے کہ دو بکریوں کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذرؓ نے سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیوں لڑ رہی ہیں؟ جواب ملا کہ میں کیا جانوں؟ فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور ان کے درمیان وہ فیصلہ بھی کرے گا۔ ابن جریر کی ایک اور روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ اڑنے والے ہر ایک پرند کا علم بھی ہمارے سامنے بیان کیا گیا ہے۔

مسند کی ایک اور روایت میں ہے کہ بے سینگ بکری قیامت کے دن سینگ والی بکری سے اپنا بدلہ لے گی۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ تمام مخلوق' چوپائے' بہائم' پرند وغیرہ غرض تمام چیزیں اللہ کے سامنے حاضر ہوں گی۔ پھر ان میں یہاں تک عدل ہو گا کہ بے سینگ والی بکری کو اگر سینگ والی بکری نے مارا ہو گا تو اس کا بھی بدلہ دلوایا جائے گا۔ پھر ان سے جناب باری فرمائے گا' تم مٹی ہو جاؤ۔ اس وقت کافر بھی یہی آرزو کریں گے کہ کاش ہم بھی مٹی ہو جاتے۔ صور والی حدیث میں یہ مرفوعاً بھی مروی ہے۔ پھر کافروں کی مثال بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنی کم علمی اور کج فہمی میں ان بہروں گونگوں کے مثل ہیں جو اندھیروں میں ہوں۔ بتاؤ تو وہ کیسے راہ راست پر آ سکتے ہیں؟ نہ کسی کی سنیں نہ اپنی کہیں نہ کچھ دیکھ سکیں۔ جیسے سورۂ بقرہ کی ابتداء میں ہے کہ ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جو آگ سلگائے۔ جب آس پاس کی چیزیں اس پر روشن ہو جائیں' اس وقت آگ بجھ جائے اور وہ اندھیریوں میں رہ جائے اور کچھ نہ دیکھ سکے۔ ایسے لوگ بہرے' گونگے' اندھے ہیں۔ وہ راہ راست کی طرف لوٹ نہیں سکتے۔ اور آیت میں ہے اَوۡ کَظُلُمٰتٍ فِیۡ بَحۡرٍ لُّجِّیٍّ الخ' یعنی مثل ان اندھیروں کے جو

گہرے سمندر میں ہوں جس کی موجوں پر موجیں اٹھ رہی ہوں اور اوپر سے ابر چھایا ہو۔ اندھیروں پر اندھیریاں ہوں کہ ہاتھ بھی نظر نہ آ سکے۔ جسے قدرت نے نور نہیں بخشا وہ بے نور ہے۔ پھر فرمایا ساری مخلوق میں اللہ ہی کا تصرف ہے۔ وہ جسے چاہے صراط مستقیم پر کر دے۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾

ع ۱۱

دریافت تو کر کہ ذرا یہ تو بتلاؤ کہ اگر تم پر عذاب اللہ آ جائے یا تم پر قیامت قائم ہو جائے تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ اگر تم سچے ہو ○ بلکہ تم صرف اسی اللہ کو پکارو گے۔ پھر اگر وہ چاہے گا تو اس تکلیف کو ہٹا دے گا جس کے ہٹنے کی تم دعا کرتے تھے۔ تم اس وقت اپنے تمام شریکوں کو بھول جاؤ گے ○ اور ہم نے تجھ سے پہلے کی امتوں کی طرف اپنے رسول بھیجے۔ آخرش ہم نے انہیں تنگی اور تکلیف میں مبتلا کر دیا تا کہ وہ عاجزی کریں۔ پھر عذاب کے ان کے پاس آ چکنے کے بعد بھی انہوں نے عاجزی کیوں نہ کی؟ ○

سخت لوگ اور کثرت دولت : ☆☆ (آیت: ۴۰-۴۲) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ تمام مخلوق اس کے آگے پست و لاچار ہے جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے۔ اس کا کوئی ارادہ بدلتا نہیں اس کا کوئی حکم ٹلتا نہیں۔ کوئی نہیں جو اس کی چاہت کا خلاف کر سکے یا اس کے حکم کو ٹال سکے یا اس کی قضا کو پھیر سکے۔ وہ سارے ملک کا تنہا مالک ہے۔ اس کی کسی بات میں کوئی شریک یا دخیل نہیں۔ جو اس سے مانگے وہ اسے دیتا ہے۔ جس کی چاہے دعا قبول فرماتا ہے۔ پس فرماتا ہے خود تمہیں بھی ان تمام باتوں کا علم و اقرار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آسمانی سزاؤں کے آ پڑنے پر تم اپنے تمام شریکوں کو بھول جاتے ہو اور صرف اللہ واحد کو پکارتے ہو۔ اگر تم سچے ہو کہ اللہ کے ساتھ اس کے کچھ شریک بھی ہیں تو ایسے کٹھن موقعوں پر ان میں سے کسی کو کیوں نہیں پکارتے؟ بلکہ صرف اللہ واحد کو پکارتے ہو اور اپنے تمام معبودان باطل کو بھول جاتے ہو۔ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ سمندر میں جب ضرر پہنچتا ہے تو اللہ کے سوا ہر ایک تمہاری یاد سے نکل جاتا ہے۔ ہم نے اگلی امتوں کی طرف بھی رسول بھیجے۔ پھر ان کے نہ ماننے پر ہم نے انہیں فقر و فاقہ میں تنگی ترشی میں بیماریوں اور دکھ درد میں مبتلا کر دیا کہ اب بھی وہ ہمارے سامنے گریہ وزاری کریں۔ عاجزانہ طور پر ہمارے سامنے جھک جائیں۔ ہم سے ڈر جائیں اور ہمارے دامن سے چمٹ جائیں۔ پھر انہوں نے ہمارے عذابوں کے آ جانے کے بعد بھی ہمارے سامنے عاجزی کیوں نہ کی؟ مسکینی کیوں نہ جتائی؟

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَلَمِينَ ﴿۴۵﴾

لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور وہ جو کچھ کر رہے ہیں، اسے شیطان نے ان کی نظر میں زینت دے دی۔ جو نصیحت انہیں کی گئی تھی ○ جب یہ اسے فراموش کر بیٹھے تو ہم نے بھی ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جو کچھ دیئے گئے تھے اس پر اترانے لگے تو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا تو وہ ایک دم ناامید ہو گئے ○ پس ظالم لوگوں کی جڑیں کاٹ دی گئیں۔ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے ○

(آیت: ۴۳-۴۵) بلکہ ان کے دل سخت ہو گئے۔ شرک، دشمنی، ضد، تعصب، سرکشی، نافرمانی وغیرہ کو شیطان نے انہیں بڑا احسن میں دکھایا اور یہ اس پر جمے رہے۔ جب یہ لوگ ہماری باتوں کو فراموش کر گئے، ہماری کتاب کو پس پشت ڈال دیا، ہمارے فرمان سے منہ موڑ لیا تو ہم نے بھی انہیں ڈھیل دے دی کہ یہ اپنی برائیوں میں اور آگے نکل جائیں۔ ہر طرح کی روزیاں اور زیادہ سے زیادہ مال انہیں دیتے رہے۔ یہاں تک کہ مال اولاد و رزق وغیرہ کی وسعت پر وہ بھولنے لگے اور غفلت کے گہرے گڑھے میں اتر گئے تو ہم نے انہیں ناگہاں پکڑ لیا۔ اس وقت وہ مایوس ہو گئے۔ امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کا صوفیانہ مقولہ ہے کہ جس نے کشادگی کے وقت اللہ تعالیٰ کی ڈھیل نہ سمجھی وہ محض بے عقل ہے اور جس نے تنگی کے وقت رب کی رحمت کی امید چھوڑ دی، وہ بھی محض بیوقوف ہے۔ پھر آپ اسی آیت کی تلاوت فرماتے ہیں، رب کعبہ کی قسم ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنی چاہتوں کو پوری ہوتے ہوئے دیکھ کر اللہ کو بھول جاتے ہیں اور پھر رب کی گرفت میں آ جاتے ہیں۔

حضرت قتادہؒ کا فرمان ہے کہ جب کوئی قوم اللہ کے فرمان سے سرتابی کرتی ہے تو اول تو انہیں دنیا خوب مل جاتی ہے۔ جب وہ نعمتوں میں پڑ کر بدمست ہو جاتے ہیں تو اچانک پکڑ لئے جاتے ہیں۔ لوگو اللہ کی ڈھیل کو سمجھ جایا کرو۔ نافرمانیوں پر نعمتیں ملیں تو غافل ہو کر نافرمانیوں میں بڑھ نہ جاؤ۔ اس لئے کہ یہ تو بدکار اور بے نصیب لوگوں کا کام ہے۔ زہریؒ فرماتے ہیں، ہر چیز کے دروازے کھول دینے سے مراد دنیا میں آسائش و آرام کا دینا ہے۔ مسند احمد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جب تم دیکھو کہ کسی گنہگار شخص کو اس کی گنہگاری کے باوجود اللہ کی نعمتیں دنیا میں مل رہی ہیں تو اسے استدراج سمجھنا یعنی وہ ایک مہلت ہے۔ پھر حضورؐ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ اور حدیث میں ہے کہ جب کسی قوم کی بربادی کا وقت آ جاتا ہے تو ان پر خیانت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہاں دی گئی ہوئی چیزوں پر اترانے لگتے ہیں تو ہم انہیں ناگہاں پکڑ لیتے ہیں اور اس وقت وہ محض ناامید ہو جاتے ہیں۔ پھر فرمایا ظالموں کی باگ ڈور کاٹ دی جاتی ہے۔ تعریفوں کے لائق وہ معبود برحق ہے جو سب کا پالنہار ہے۔ (مسند وغیرہ)

قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ
عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ مَّنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِهِ ۗ انْظُرْ كَيْفَ
نُصَرِّفُ الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ ﴿۴۶﴾ قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ
أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ
الظَّالِمُونَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ ۚ
فَمَنْ آمَنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۴۸﴾

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾

دریافت تو کر کہ اچھا یہ تو بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارا سننا اور تمہاری آنکھیں لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ کے سوا کون ہے جو تمہیں یہ سب لا دے‘ دیکھ لے کہ ہم کس کس طرح دلائل بیان کر رہے ہیں۔ پھر بھی وہ روگرداں ہو رہے ہیں ○ پوچھ تو کہ اچھا یہ بھی بتاؤ کہ اگر تمہارے پاس عذاب اللہ اچانک آ جائے یا کھلم کھلا آ جائے تو کیا ظالموں کے سوا اور لوگ بھی ہلاک کر دیئے جائیں گے؟ ○ ہم تو رسولوں کو صرف خوشخبریاں سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر ہی بھیجتے ہیں۔ پھر جو ایمان لائیں اور نیک کام کریں‘ ان پر نہ تو کوئی ڈر خوف ہے نہ اداسی اور مایوسی ○ اور جو ہماری آیتوں کو جھٹلائیں‘ انہیں ان کی بدکاری کے باعث عذاب پہنچیں گے ○

محروم اور کامران کون: ☆☆ (آیت: ۴۶-۴۹) فرمان ہے کہ ان مخالفین اسلام سے پوچھو تو کہ اگر اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں چھین لے جیسے کہ اس نے تمہیں دیئے ہیں جیسے فرمان ہے هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ الخ یعنی اللہ خالق کل وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہیں سننے کو کان اور دیکھنے کو آنکھیں دیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مراد چھین لینے سے شرعی نفع نہ پہنچانا ہو۔ اس کی دلیل اس کے بعد کا جملہ دل پر مہر لگا دینا ہے۔ جیسے فرمان ہے اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ کون ہے جو کان کا اور آنکھوں کا مالک ہو؟ اور فرمان ہے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ جان لو کہ اللہ تعالیٰ انسان کے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے۔ یہاں ان سے سوال ہوتا ہے‘ بتلاؤ تو کہ اللہ کے سوا اور کوئی ان چیزوں کے واپس دلانے پر قدرت رکھتا ہے؟ یعنی کوئی نہیں رکھتا۔ دیکھ لے کہ میں نے اپنی توحید کے کس قدر زبردست‘ پرزور‘ صاف اور بچے تلے دلائل بیان کر دیئے ہیں اور یہ ثابت کر دیا کہ میرے سوا سب بے بس ہیں۔ لیکن یہ مشرک لوگ باوجود اس قدر کھلی‘ روشن اور صاف دلیلوں کے حق کو نہیں مانتے بلکہ اوروں کو بھی حق کو تسلیم کرنے سے روکتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے‘ ذرا اس سوال کا جواب بھی دو کہ اللہ کا عذاب تمہاری بے خبری میں یا ظاہر کھلم کھلا تمہارے پاس آ جائے تو کیا سوا ظالموں اور مشرکوں کے کسی اور کو بھی ہلاکت ہوگی؟ یعنی نہ ہوگی۔ اللہ کی عبادت کرنے والے اس ہلاکت سے محفوظ رہیں گے۔ جیسے اور آیت میں ہے اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ الخ‘ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک سے خراب نہ کیا‘ ان کے لئے امن وامان ہے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ پھر فرمایا کہ رسولوں کا کام تو یہی ہے کہ ایمان والوں کو ان کے درجوں کی خوشخبریاں سنائیں اور کفار کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔ جو لوگ دل سے آپ کی بات مان لیں اور اللہ کے فرمان کے مطابق اعمال بجا لائیں‘ انہیں آخرت میں کوئی ڈر خوف نہیں اور دنیا کے چھوڑنے پر کوئی ملال نہیں۔ ان کے بال بچوں کا اللہ والی ہے اور ان کے ترکے کا وہی حافظ ہے۔ کافروں کو اور جھٹلانے والوں کو ان کے کفر وفسق کی وجہ سے بڑے سخت عذاب ہوں گے کیونکہ انہوں نے اللہ کے فرمان چھوڑ رکھے تھے اور اس کی نافرمانیوں میں مشغول تھے۔ اس کے حرام کردہ کاموں کو کرتے تھے اور اس کے بتائے ہوئے کاموں سے بھاگتے تھے۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ
اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ
قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع ۹ ۱۱
وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ

مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝۵۱

کہدے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں' میں تو صرف اسی کی تابعداری کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے' پوچھ تو کہ کیا نابینا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتے ہیں؟ پھر بھی کیا تم غور نہیں کرتے؟ ۝ اس قرآن کے ساتھ تو انہیں ڈرا دے جو اپنے رب کی طرف جمع کیے جانے کا خوف رکھتے ہیں (جبکہ) اس کے سوا ان کا کوئی حمایتی اور سفارشی نہ ہوگا تا کہ وہ پرہیزگاری کریں ۝

مسلمانو! طبقاتی عصبیت سے بچو: ☆☆ (آیت:۵۰-۵۱) اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ میں اللہ خزانوں کا مالک نہیں نہ مجھے ان میں کسی طرح کا اختیار ہے- نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کا جاننے والا ہوں- رب نے جو چیزیں خاص اپنے علم میں رکھی ہیں' مجھے ان میں سے کچھ بھی معلوم نہیں- ہاں جن چیزوں سے خود اللہ مجھے مطلع کر دے' ان پر مجھے اطلاع ہو جاتی ہے- میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ میں کوئی فرشتہ ہوں' میں تو انسان ہوں- اللہ تعالیٰ نے مجھے جو شرف دیا ہے یعنی میری طرف جو وحی نازل فرمائی ہے' میں اسی کا عمل پیرا ہوں- اس سے ایک بالشت ادھر ادھر نہیں ہٹتا- کیا حق کے تابعدار جو بصارت والے ہیں اور حق سے محروم جو اندھے ہیں' برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تم اتنا غور بھی نہیں کرتے؟ اور آیت میں ہے کہ کیا جو شخص جو جانتا ہے کہ جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اترا ہے' حق ہے اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو نابینا ہے؟ نصیحت تو صرف وہی حاصل کرتے ہیں جو عقلمند ہیں- اے نبی ﷺ آپ قرآن کے ذریعہ انہیں راہ راست پر لائیں جو رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف دل میں رکھتے ہیں- حساب کا کھٹکا رکھتے ہیں' جانتے ہیں کہ رب کے سامنے پیش ہونا ہے- اس دن اس کے سوا اور کوئی ان کا قریبی یا سفارشی نہ ہوگا- وہ اگر عذاب کرنا چاہے تو کوئی شفاعت نہیں کر سکتا- یہ تیرا ڈرانا اس لئے ہے کہ شاید وہ متقی بن جائیں' حاکم حقیقی سے ڈر کر نیکیاں کریں اور قیامت کے عذابوں سے چھوٹیں اور ثواب کے مستحق بن جائیں-

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ
وَجْهَهٗ ۭ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ
عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۲
وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ
مِّنْۢ بَيْنِنَا ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۝۵۳

اپنے پاس سے انہیں ہرگز دور نہ کرنا جو صبح شام اپنے رب سے مناجاتیں کرتے ہیں- اسی کے دیدار کے طالب ہیں' تجھ پر ان کا کوئی حساب نہیں اور نہ تیرا کوئی حساب ان پر ہے کہ تو انہیں دور کرے- پھر تو تو آپ ظالموں میں سے ہو جائے گا ۝ اسی طرح ہم نے بعض لوگوں کا بعض سے امتحان کر لیا تا کہ یہ کہیں کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم سب کے درمیان میں سے احسان کیا' کیا اللہ تعالیٰ شکرگذاروں کو بخوبی جاننے والا نہیں؟ ۝

(آیت:۵۲-۵۳) پھر فرماتا ہے یہ مسلمان غرباء جو صبح شام اپنے پروردگار کا نام جپتے ہیں' خبردار انہیں حقیر نہ سمجھنا- انہیں اپنے پاس سے نہ ہٹانا بلکہ انہی کو اپنی صحبت میں رکھ کر انہی کے ساتھ بیٹھ اٹھ- جیسے اور آیت میں ہے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ

الخ یعنی انہی کے ساتھ رہ جو صبح شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں- اسی کی رضامندی کی طلب کرتے ہیں- خبردار ان کی طرف سے آنکھیں نہ پھیرنا کہ دنیا کی زندگی کی آسائش طلب کرنے لگو- اس کا کہا نہ کرنا جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور اس نے اپنی خواہش کی پیروی کی ہے اور اس کا ہر کام حد سے گزرا ہوا ہے بلکہ ان کا ساتھ دے جو صبح شام اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اسی سے دعائیں مانگتے ہیں- بعض بزرگ فرماتے ہیں' مراد اس سے فرض نمازیں ہیں- اور آیت میں ہے وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ تمہارے رب کا اعلان ہے کہ مجھ سے دعائیں کرو- میں قبول کروں گا- ان اطاعتوں اور عبادتوں سے ان کا ارادہ اللہ کریم کے دیدار کا ہے- محض خلوص اخلاص والی ان کی نیتیں ہیں- ان کا کوئی حساب تجھ پر نہیں نہ تیرا کوئی حساب ان پر- جناب نوح علیہ السلام سے جب ان کی قوم کے شرفاء نے کہا تھا کہ ہم تجھے کیسے مان لیں گے؟ تیرے ماننے والے تو اکثر غریب مسکین لوگ ہیں تو آپؑ نے یہی جواب دیا کہ ان کے اعمال کا مجھے کیا علم ہے- ان کا حساب تو میرے رب پر ہے لیکن تمہیں اتنا بھی شعور نہیں- پھر بھی تم نے ان غریب مسکین لوگوں کو اپنی مجلس میں نہ بیٹھنے دیا- ان سے ذرا بھی بے رخی کی تو یاد رکھنا تمہارا شمار بھی ظالموں میں ہو جائے گا- مسند احمد میں ہے کہ قریش کے بڑے لوگ نبی ﷺ کے پاس گئے- اس وقت آپؐ کی مجلس مبارک میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ' حضرت بلال رضی اللہ عنہ' حضرت خباب رضی اللہ عنہ' حضرت عمار رضی اللہ عنہ تھے- انہیں دیکھ کر یہ لوگ کہنے لگے' دیکھو تو ہمیں چھوڑ کر کن کے ساتھ بیٹھے ہیں؟ تو آیت وانذر بہ سے بالشاکرین تک اتری-

ابن جریر میں ہے کہ ان لوگوں اور ان جیسے اوروں کو حضورؐ کی مجلس میں دیکھ کر مشرک سرداروں نے یہ بھی کہا تھا کہ کیا یہی لوگ رہ گئے ہیں کہ اللہ نے ہم سب میں سے چن چن کر انہی پر احسان کیا؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ بے زر بے سہارا لوگ بھی ہم امیروں ہمیں بیٹھتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے- آپؐ کی مجلس میں عرب کے وفد آیا کرتے ہیں- وہ ہمیں ان کے ساتھ دیکھ کر ہمیں بھی ذلیل خیال کریں گے تو آپ کم سے کم اتنا ہی کیجئے کہ جب ہم آئیں تب خاص مجلس ہو اور ان جیسے گرے پڑے لوگ اس میں شامل نہ کئے جائیں- ہاں جب ہم نہ ہوں تو آپؐ کو اختیار ہے- جب یہ بات طے ہو گئی اور آپؐ نے بھی اس کا اقرار کر لیا تو انہوں نے کہا' ہمارا یہ معاہدہ تحریر میں آ جانا چاہئے- آپ نے کاغذ منگوایا اور حضرت علیؓ کو لکھنے کے لئے بلوایا- مسلمانوں کا یہ غریب طبقہ ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا- اسی وقت حضرت جبرئیلؑ اترے اور یہ آیت نازل ہوئی- حضورؐ نے کاغذ پھینک دیا اور ہمیں اپنے پاس بلا لیا اور ہم نے پھر سے رسول اللہ ﷺ کو اپنے حلقے میں لے لیا- لیکن یہ حدیث غریب ہے- آیت مکی ہے اور اقرع اور عیینہ ہجرت کے بہت سارے زمانے کے بعد اسلام میں آئے ہیں- حضرت شریحؒ کا بیان ہے کہ یہ آیت اصحاب رسول ﷺ میں سے چھ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے- ہم لوگ سب سے پہلے خدمت نبویؐ میں جاتے اور آپ کے گرد بیٹھتے تاکہ پوری طرح اور شروع سے آخر تک آپ کی حدیثیں سنیں- قریش کے بڑے لوگوں پر یہ بات گراں گزرتی تھی- اس کے برخلاف آیت اتری (مستدرک حاکم) پھر فرماتا ہے اس طرح ہم ایک دوسرے کو پرکھ لیتے ہیں اور ایک سے ایک کا امتحان لے لیتے ہیں کہ یہ امراء ان غرباء سے متعلق اپنی رائے ظاہر کر دیں کہ کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا اور ہم سب میں سے اللہ کو یہی لوگ پسند آئے؟

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا ۢ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾

اور جب تیرے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو تو کہہ کہ تم پر سلام نازل ہوں۔ تمہارے رب نے خاص اپنے اوپر رحمت و رحم لازم کر لیا ہے کہ تم میں سے جو بھی بوجہ نادانی کوئی بدی کر کے پھر اس کے بعد ہی توبہ کر لے اور نیک کاری کرے تو وہ بخشنے والا مہربان ہے ○

(آیت: ۵۴) حضور ﷺ کو سب سے پہلے تسلیم کرنے والے یہی بیچارے بے مایہ غریب غرباء لوگ تھے۔ مرد عورت لونڈی غلام وغیرہ۔ بڑے بڑے اور ذی وقعت لوگوں میں سے تو اس وقت یونہی کوئی اکا دکا آ گیا تھا۔ یہی لوگ دراصل انبیاء علیہم السلام کے مطیع اور فرمانبردار ہوتے رہے۔ قوم نوح نے کہا تھا وَمَا نَرٰكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ الخ یعنی ہم تو دیکھتے ہیں کہ تیری تابعداری ہم میں سے رذیل اور بے وقوف لوگوں نے ہی کی ہے۔ شاہ روم ہرقل نے جب ابوسفیان سے حضورؐ کی بابت یہ دریافت کیا کہ شریف لوگوں نے اس کی پیروی اختیار کی ہے؟ یا ضعیف لوگوں نے؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا تھا کہ ضعیف لوگوں نے۔ بادشاہ نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ فی الواقع تمام نبیوں کا اول پیرو یہی طبقہ ہوتا ہے۔ الغرض مشرکین مکہ ان ایمانداروں کا مذاق اڑاتے تھے اور انہیں ستاتے تھے۔ جہاں تک بس چلتا' انہیں سزائیں دیتے اور کہتے کہ یہ ناممکن ہے کہ بھلائی انہیں تو نظر آ جائے اور ہم یونہی رہ جائیں؟ قرآن میں ان کا قول یہ بھی ہے کہ لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ اگر یہ کوئی اچھی چیز ہوتی تو یہ لوگ ہم سے آگے نہ بڑھ سکتے اور آیت میں ہے جب ان کے سامنے ہماری صاف اور واضح آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو یہ کفار ایمانداروں سے کہتے ہیں کہ بتاؤ تو مرتبے میں' عزت میں' حسب نسب میں کون شریف ہے؟ اس کے جواب میں رب نے فرمایا وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا یعنی ان سے پہلے ہم نے بہت سی بستیاں تباہ کر دی ہیں جو باعتبار سامان و اسباب کے اور باعتبار نمود و ریا کے ان سے بہت ہی آگے بڑھی ہوئی تھیں۔ چنانچہ یہاں بھی ان کے ایسے ہی قول کے جواب میں فرمایا گیا کہ شکر گزاروں کو اللہ خوب جانتا ہے۔ جو اپنے اقوال و افعال اور دلی ارادوں کو درست رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں سلامتیوں کی راہیں دکھاتا ہے اور اندھیریوں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور سیدھی راہ کی رہنمائی کرتا ہے۔

جیسے فرمان ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا الخ جو لوگ ہماری فرمانبرداری کی کوشش کرتے ہیں' ہم انہیں اپنی صحیح راہ پر لگا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کا ساتھ دیتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور رنگوں کو نہیں دیکھتا بلکہ نیتوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں' ربیعہ کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ اور عدی کا بیٹا مطعم اور نوفل کا بیٹا حارث اور عمرو کا بیٹا قرطہ اور بنو عبد مناف کے قبیلے کے کافر سب کے سب جمع ہو کر ابوطالب کے پاس گئے اور کہنے لگے' دیکھو آپ کے بھتیجے اگر ہماری ایک درخواست قبول کر لیں تو ہمارے دلوں میں ان کی عظمت و عزت ہو گی اور پھر ان کی مجلس میں بھی آمد و رفت شروع کر دیں گے اور ہو سکتا ہے کہ ان کی سچائی سمجھ میں آ جائے اور ہم بھی مان لیں۔ ابوطالب نے قوم کے بڑوں کا یہ پیغام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچایا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس وقت اس مجلس میں تھے۔ فرمانے لگے یارسول اللہؐ ایسا کرنے میں کیا حرج ہے؟ اللہ عزوجل نے وانذر سے بالشاکرین تک آیتیں اتاریں۔ یہ غرباء جنہیں یہ لوگ فیض صحبت سے محروم کرنا چاہتے تھے' یہ تھے' بلال' عمار' سالم صبیح' ابن مسعود' مقداد' مسعود' واقد' عمرو

ذوالشمالین، یزید اور انہی جیسے اور حضرات رضی اللہ عنہم اجمعین۔ انہی دونوں جماعتوں کے بارے میں آیت و کذلک فتنا بھی نازل ہوئی۔ حضرت عمرؓ ان آیتوں کو سن کر عذر معذرت کرنے لگے۔ اس پر آیت واذا جاء ک الذین یومنون الخ نازل ہوئی۔ آخری آیت میں حکم ہوتا ہے کہ ایمان والے جب تیرے پاس آ کر سلام کریں تو ان کے سلام کا جواب دو۔ ان کا احترام کرو اور انہیں اللہ کی وسیع رحمت کی خبر دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے نفس پر رحم واجب کر لیا ہے۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ گناہ ہر شخص جہالت سے ہی کرتا ہے۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں، دنیا ساری جہالت ہے۔ غرض جو بھی کوئی برائی کرے، پھر اس سے ہٹ جائے اور پورا ارادہ کر لے کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہیں کرے گا اور آگے کے لئے اپنے عمل کی اصلاح بھی کر لے تو وہ یقین مانے کہ غفور و رحیم اسے بخشے گا بھی اور اس پر مہربانی بھی کرے گا۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کی قضا و قدر مقرر کی تو اپنی کتاب میں لکھا جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ ابن مردویہ میں حضورؐ کا فرمان ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے فیصلے کر دے گا، اپنے عرش کے نیچے سے ایک کتاب نکالے گا جس میں یہ تحریر ہے کہ میرا رحم و کرم میرے غصے اور غضب سے زیادہ بڑھا ہوا ہے اور میں سب سے زیادہ رحمت کرنے والا ہوں۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ ایک بار مٹھیاں بھر کر اپنی مخلوق کو جہنم میں سے نکالے گا جنہوں نے کوئی بھلائی نہیں کی، ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوا ہوگا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تورات میں ہم لکھا دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور اپنی رحمت کے سو حصے کئے۔ پھر ساری مخلوق میں ان میں سے ایک حصہ رکھا اور ننانوے حصے اپنے پاس باقی رکھے۔ اسی ایک حصہ رحمت کا یہ ظہور ہے کہ مخلوق بھی ایک دوسرے پر مہربانی کرتی ہے اور تواضع سے پیش آتی ہے اور آپس کے تعلقات قائم ہیں۔ اونٹنی، گائے، بکری، پرند، مچھلی وغیرہ جانور اپنے بچوں کی پرورش میں تکلیفیں جھیلتے ہیں اور ان پر پیار و محبت کرتے ہیں۔ روز قیامت میں اس حصے کو کامل کرنے کے بعد اس میں ننانوے حصے ملا لئے جائیں گے۔ فی الواقع رب کی رحمت اور اس کا فضل بہت ہی وسیع اور کشادہ ہے۔ یہ حدیث دوسری سند سے مرفوعاً بھی مروی ہے اور ایسی ہی اکثر حدیثیں آیت و رحمتی وسعت کل شئی کی تفسیر میں آئیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ایسی ہی احادیث میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا، جانتے ہو اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ وہ سب اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ پھر فرمایا جانتے ہو، بندے جب یہ کر لیں تو ان کا حق اللہ تعالیٰ کے ذمہ کیا ہے؟ یہ ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ کرے۔ مسند احمد میں یہ حدیث بروایت حضرت ابو ہریرہؓ مروی ہے۔

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾ عٌ
قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قُلْ
لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَاۗءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾
قُلْ اِنِّىْ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ۭ مَا عِنْدِيْ مَا
تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ
خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ﴿۵۷﴾

ہم اسی طرح اپنی آیتوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ گنہگاروں کا طریقہ ظاہر ہو جائے ○ کہہ دے کہ مجھے صاف منع کر دیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جنہیں تم پکارتے رہتے ہو۔ کہہ دے کہ میں تمہاری خواہشوں پر نہیں چلوں گا۔ اس صورت میں تو میں گمراہ ہو جاؤں اور راہ یافتہ لوگوں میں نہ رہوں ○ کہہ دے کہ میں تو اپنے رب کی صاف دلیل پر ہوں اور تم اسے جھٹلا رہے ہو۔ جس عذاب کی تم جلدی مچا رہے ہو وہ میرے پاس نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا حکم نہیں چلتا۔ وہ حق حق باتیں بیان فرماتا ہے اور وہ سب سے بہتر فیصلے کرنے والا ہے ○

نیک و بد کی وضاحت کے بعد؟ ☆☆ (آیت: ۵۵-۵۷) یعنی جس طرح ہم نے اس سے پہلے ہدایت کی باتیں اور بھلائی کی راہیں واضح کر دیں، نیکی بدی کھول کھول کر بیان کر دی، اسی طرح ہم ہر اس چیز کا تفصیلی بیان کرتے ہیں جس کی تمہیں ضرورت پیش آنے والی ہے۔ اس میں علاوہ اور فوائد کے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ مجرموں کا راستہ نیکوں پر عیاں ہو جائے۔ ایک اور قرات کے اعتبار سے یہ مطلب ہے تاکہ تو گنہگاروں کا طریقہ واردات لوگوں کے سامنے کھول دے۔

پھر حکم ہوتا ہے کہ اے نبی ﷺ لوگوں میں اعلان کر دو کہ میرے پاس الٰہی دلیل ہے۔ میں اپنے رب کی دی ہوئی سچی شریعت پر قائم ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس وحی آتی ہے۔ افسوس کہ تم اس حق کو جھٹلا رہے ہو۔ تم اگرچہ عذابوں کی جلدی مچا رہے ہو لیکن عذاب کا لانا میرے اختیار کی چیز نہیں۔ یہ سب کچھ اللہ کے حکم کے ماتحت ہے۔ اس کی مصلحت وہی ہے اگر چاہے دیر سے لائے اگر چاہے تو جلدی لائے۔ وہ حق بیان فرمانے والا اور اپنے بندوں کے درمیان فیصلے کرنے والا ہے۔ سنو اگر میرا ہی حکم چلتا، میرے ہی اختیار میں ثواب و عذاب ہوتا، میرے بس میں بقا اور فنا ہوتی تو میں جو چاہتا ہو جایا کرتا۔

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ
وَبَیْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۸﴾ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا
یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ
وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۹﴾

کہدے کہ اگر وہ عذاب میرے بس میں ہوتے جن کو تم ابھی ابھی طلب کر رہے ہو تو کبھی کا ہمارا آپس کا جھگڑا طے ہو چکتا' اللہ تعالیٰ ظالموں کے حال سے بخوبی واقف ہے O غیب کی کنجیاں صرف اسی کے پاس ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی اور نہیں جانتا۔ وہ تری خشکی کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے' جو پتہ جھڑے' اس کا بھی اسے علم ہے۔ زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی تری اور خشکی ایسی نہیں جو کھلی کتاب میں نہ ہو O

(آیت: ۵۸۔۵۹) اور میں تو ابھی اپنے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر لیتا اور تم پر وہ عذاب برس پڑتے جن سے میں تمہیں ڈرا رہا ہوں۔ بات یہ ہے کہ میرے بس میں کوئی بات نہیں' اختیار والا اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ہے۔ وہ ظالموں کو بخوبی جانتا ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک بار رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ احد سے زیادہ سخت کا تو آپ پر کوئی دن نہ آیا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا' عائشہؓ کیا پوچھتی ہو کہ مجھے اس قوم نے کیا کیا ایذائیں پہنچائیں؟ سب سے زیادہ بھاری دن مجھ پر عقبہ کا دن تھا جبکہ میں عبدالیل بن عبد کلال کے پاس پہنچا اور میں نے اس سے آرزو کی کہ وہ میرا ساتھ دے مگر اس نے میری بات نہ مانی۔ واللہ میں سخت غمگین ہو کر وہاں سے چلا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں کدھر جا رہا ہوں۔ قرن ثعالب میں آ کر میرے حواس ٹھیک ہوئے تو میں نے دیکھا کہ اوپر سے ایک بادل نے مجھے ڈھک لیا ہے۔ سر اٹھا کر دیکھتا ہوں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھے آواز دے کر فرما رہے ہیں' اللہ تعالیٰ نے تیری قوم کی باتیں سنیں اور جو جواب انہوں نے تجھے دیا' وہ بھی سنا۔ اب پہاڑوں کے داروغہ فرشتے کو اس نے بھیجا ہے۔ آپؐ جو چاہیں انہیں حکم دیجئے' یہ بجا لائیں گے۔ اسی وقت اس فرشتے نے مجھے پکارا' اسلام کیا اور کہا' اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی قوم کی باتیں سنیں اور مجھے آپؐ کے پاس بھیجا ہے کہ ان کے بارے میں جو ارشاد آپؐ فرمائیں میں بجا لاؤں۔ اگر آپ حکم دیں تو مکہ شریف کے ان دونوں پہاڑوں کو جو جنوب شمال میں ہیں' میں اکٹھے کر دوں اور ان تمام کو ان دونوں کے درمیان پیس دوں۔

آنحضرت ﷺ نے انہیں جواب دیا کہ نہیں میں یہ نہیں چاہتا بلکہ مجھے تو امید ہے کہ کیا عجب ان کی نسل میں آگے جا کر ہی کچھ ایسے لوگ ہوں جو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ ہاں یہاں یہ بات خیال میں رہے کہ کوئی اس شبہ میں نہ پڑے کہ قرآن کی اس آیت میں تو ہے کہ اگر میرے بس میں عذاب ہوتے تو ابھی ہی فیصلہ کر دیا جاتا اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بس میں کر دیئے۔ پھر بھی آپ نے ان کے لئے تاخیر طلب کی۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ آیت سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ عذاب طلب کرتے' اس وقت اگر آپؐ کے بس میں ہوتا تو اسی وقت ان پر عذاب آ جاتا اور حدیث میں یہ نہیں کہ اس وقت انہوں نے کوئی عذاب مانگا تھا۔ حدیث میں تو صرف اتنا ہے کہ پہاڑوں کے فرشتے نے آپ کو یہ بتلایا کہ بحکم الٰہ میں یہ کر سکتا ہوں۔ صرف آپ کی زبان مبارک کے ہلنے کا منتظر ہوں لیکن رحمتہ للعالمین کو رحم آ گیا اور نرمی برتی۔ پس آیت و حدیث میں کوئی معارضہ نہیں۔ واللہ اعلم۔ حضور کا

فرمان ہے غیب کی کنجیاں پانچ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر آپ نے آیت ان اللہ عندہ علم الساعۃ الخ پڑھی۔ یعنی قیامت کا علم بارش کا علم پیٹ کے بچے کا علم کل کے کام کا علم موت کی جگہ کا علم۔ اس حدیث میں جس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا بصورت انسان آکر حضورؐ سے ایمان اسلام احسان کی تفصیل پوچھنا بھی مروی ہے یہ بھی ہے کہ جب قیامت کے صحیح وقت کا سوال ہوا تو آپؐ نے فرمایا یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہیں۔ پھر آپ نے آیت ان اللہ عندہ علم الساعۃ الخ تلاوت فرمائی۔

پھر فرماتا ہے اس کا علم تمام موجودات کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ بری بحری کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ آسمان وزمین کا ایک ذرہ اس پر پوشیدہ نہیں۔ صرصری کا کیا ہی اچھا شعر ہے۔

فلا یحفی علیہ الذراما یتر ای للنواظر او تواری

یعنی کسی کو کچھ دکھائی دے نہ دے رب پر کچھ بھی پوشیدہ نہیں۔ وہ سب کی حرکات سے بھی واقف ہے۔ جمادات کا ہلنا جلنا یہاں تک کہ پتے کا جھڑنا بھی اس کے وسیع علم سے باہر نہیں۔ پھر بھلا جنات اور انسان کا کونسا علم اس پر مخفی رہ سکتا ہے؟ جیسے فرمان عالی شان ہے يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے پوشیدہ بھید بھی اس پر عیاں ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ خشکی تری کا کوئی درخت ایسا نہیں جس پر اللہ کی طرف سے کوئی فرشتہ مقرر نہ ہو جو اس کے جھڑ جانے والے پتوں کو بھی لکھ لے۔ پھر فرماتا ہے زمین کے اندھیروں کے دانوں کا بھی اس اللہ کو علم ہے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ تیسری زمین کے اوپر اور چوتھی کے نیچے اتنے جن بستے ہیں کہ اگر وہ اس زمین پر آ جائیں تو ان کی وجہ سے کوئی روشنی نظر نہ پڑے۔ زمین کے

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ
يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ
ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٦٠﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ ع ۷ ۱۴
عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ
تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ﴿٦١﴾ ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللَّهِ
مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ﴿٦٢﴾

وہی ہے جو تمہیں رات کو فوت کرتا ہے اور تم دن کو جو کچھ کرتے ہو اُسے وہ جانتا ہے۔ پھر تمہیں دن کو اٹھا دیتا ہے تاکہ مقرر کیا ہوا وقت انجام کو پہنچایا جائے۔ پھر تم سب کا اسی کی طرف پھر جانا ہے۔ پھر وہ تمہیں جو کچھ کرتے تھے بتا دے گا ○ وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہی تمہاری نگہبانی کرنے والے فرشتے بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت واقعی آ جاتی ہے تو اسے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے فوت کر لیتے ہیں اور وہ کوئی کوتاہی نہیں کرتے ○ پھر سب لوگ اپنے رب کی طرف جو ان کا حقیقی کارساز ہے واپس بلائے جائیں گے۔ سن رکھو کہ حکم اسی کا ہے اور وہ سب سے زیادہ جلد حساب لینے والا ہے ○

ہر کونے پر اللہ کے مہروں میں سے ایک مہر اور ہر مہر پر ایک فرشتہ مقرر ہے اور ہر دن اللہ کی طرف سے ہے۔ اس کے پاس ایک اور فرشتے کے

ذریعہ سے حکم پہنچتا ہے کہ تیرے پاس جو ہے اس کی بخوبی حفاظت کر۔ حضرت عبداللہ بن حارثؓ فرماتے ہیں کہ زمین کے ہر ایک درخت وغیرہ پر فرشتے مقرر ہیں جو ان کی خشکی تری وغیرہ کی بابت اللہ کی جناب میں عرض کر دیتے ہیں۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے اللہ تعالیٰ نے نون یعنی دوات کو پیدا کیا اور تختیاں بنائیں اور اس میں دنیا کے تمام ہونے والے امور لکھے۔ کل مخلوق کی روزیاں، حلال حرام، نیکی بدی سب کچھ لکھ دیا ہے۔ پھر یہی آیت پڑھی۔

نیند موت کی چھوٹی بہن : ☆☆ (آیت: ۶۰-۶۲) وفاۃ صغریٰ یعنی چھوٹی موت کا بیان ہو رہا ہے۔ اس سے مراد نیند ہے۔ جیسے اس آیت میں ہے اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ یعنی جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ میں تجھے فوت کرنے والا ہوں (یعنی تجھ پر نیند ڈالنے والا ہوں) اور اپنی طرف چڑھا لینے والا ہوں اور جیسے اس آیت میں ہے اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا الخ، یعنی اللہ تعالیٰ نفسوں کو ان کی موت کے وقت مار ڈالتا ہے اور جن کی موت نہیں آئی انہیں نیند کے وقت فوت کر لیتا ہے (یعنی سلا دیتا ہے) موت والے نفس کو تو اپنے پاس روک لیتا ہے اور دوسرے کو مقررہ وقت پورا کرنے کے لئے پھر بھیج دیتا ہے۔ اس آیت میں دونوں وفاۃ بیان کر دی گئی ہیں۔ وفاۃ کبریٰ اور وفاۃ صغریٰ اور جس آیت کی اس وقت تفسیر ہو رہی ہے اس میں بھی دونوں وفاتوں کا ذکر ہے۔ وفاۃ حضریٰ یعنی نیند کا پہلے پھر وفاۃ کبریٰ یعنی حقیقی موت کا' بیچ کا جملہ ویعلم ماجرحتم بالليل جملہ معترضہ ہے جس سے اللہ کے وسیع علم کی دلالت ہو رہی ہے کہ وہ دن رات کے کسی وقت اپنی مخلوق کی کسی حالت سے بے علم نہیں۔ ان کی حرکات وسکنات سب جانتا ہے۔ جیسے فرمان ہے سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ الخ یعنی چھپا کھلا رات کا دن کا سب باتوں کا اسے علم ہے' اور آیت میں ہے وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ الخ یعنی یہ بھی رب کی رحمت ہے کہ اس نے تمہارے سکون کا وقت رات کو بنایا اور دن کو تلاش معاش کا وقت بنایا۔ اور آیت میں ارشاد ہے وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا الخ رات کو ہم نے لباس اور دن کو سبب معاش بنایا' یہاں فرمایا رات کو وہ تمہیں سلا دیتا ہے اور دنوں کو جو تم کرتے ہو اس سے وہ آگاہ ہے۔ پھر دن میں تمہیں اٹھا بٹھا دیتا ہے۔ ایک معنی یہ بھی بیان کئے گئے ہیں کہ وہ نیند میں یعنی خواب میں تمہیں اٹھا کھڑا کرتا ہے لیکن اول معنی ہی اولیٰ ہیں۔ ابن مردویہ کی ایک مرفوع روایت میں ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر ہے جو سونے کے وقت اس کی روح کو لے جاتا ہے۔ پھر اگر قبض کرنے کا حکم ہوتا ہے تو وہ اس روح کو نہیں لوٹاتا ورنہ بحکم الہ لوٹا دیتا ہے۔ یہی معنی اس آیت کے جملے وهو الذى يتوفا كم بالليل کا ہے تاکہ اس طرح عمر کا پورا وقت گذرے اور جو اجل مقرر ہے' وہ پوری ہو۔ قیامت کے دن سب کا لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے۔ پھر وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ نیکوں کو نیک اور بدوں کو برا۔ وہی ذات ہے جو ہر چیز پر غالب وقادر ہے۔ اس کی جلالت' عظمت عزت کے سامنے ہر کوئی پست ہے۔ بڑائی اس کی ہے اور سب اس کے سامنے عاجز و مسکین ہیں۔ وہ اپنے محافظ فرشتوں کو بھیجتا ہے جو انسان کی دیکھ بھال رکھتے ہیں جیسے فرمان عالیشان ہے لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ پس یہ فرشتے تو وہ ہیں جو انسان کی جسمانی حفاظت رکھتے ہیں اور دائیں بائیں آگے پیچھے سے اسے بحکم الہ بلاؤں سے بچاتے رہتے ہیں۔ دوسری قسم کے وہ فرشتے ہیں جو اس کے اعمال کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور ان کی نگہبانی کرتے رہتے ہیں۔ جیسے فرمایا وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ان ہی فرشتوں کا ذکر آیت اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ الخ میں ہے۔

پھر فرمایا یہاں تک کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو سکرات کے عالم میں اس کے پاس ہمارے وہ فرشتے آتے ہیں جو اسی کام پر مقرر ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' ملک الموت کے بہت سے مددگار فرشتے ہیں جو روح کو جسم سے نکالتے ہیں اور حلقوم تک جب روح آ جاتی ہے پھر ملک الموت اسے قبض کر لیتے ہیں۔ اس کا مفصل بیان آیت يُثَبِّتُ اللّٰهُ میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پھر فرمایا وہ کوئی کمی نہیں کرتے یعنی یعنی روح کی حفاظت میں کوتاہی نہیں کرتے۔ اسے پوری حفاظت کے ساتھ یا تو علیین میں نیک روحوں سے ملا دیتے ہیں یا سجیین میں بری روحوں میں ڈال دیتے ہیں۔ پھر وہ سب اپنے سچے مولیٰ کی طرف بلا لئے جائیں گے۔ مسند احمد میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مرنے والے کی روح کو نکالنے کے لئے فرشتے آتے ہیں اور اگر وہ نیک ہے تو اس سے کہتے ہیں اے مطمئن روح جو پاک جسم میں تھی' تو نہایت اچھائیوں اور بھلائیوں سے چل۔ تو راحت و آرام کی خوشخبری سن۔ تو اس رب کی طرف چل جو تجھ پر کبھی خفا نہ ہوگا۔ وہ اسے سنتے ہی نکلتی ہے اور جب تک وہ نکل نہ چکے تب تک یہی مبارک صدا اسے سنائی جاتی ہے۔ پھر اسے آسمانوں پر لے جاتے ہیں۔ اس کے لئے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور فرشتے اس کی آؤ بھگت کرتے ہیں۔ مرحبا کہتے ہوئے ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں اور جو موت کے فرشتوں نے کہا تھا' وہی خوشخبری یہ بھی سناتے ہیں۔ یہاں تک کہ اسی طرح نہایت تپاک اور گرم جوشی سے فرشتوں کے استقبال کے ساتھ یہ نیک روح اس آسمان تک پہنچتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ ہے۔ (اللہ تعالیٰ ہماری موت بھی نیکی پر کرے) اور جب کوئی برا آدمی ہوتا ہے تو موت کے فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ اے خبیث روح جو گندے جسم میں تھی تو بری بن کر چل۔ گرم کھولتے ہوئے پانی اور سڑی بھسی غذا اور طرح طرح کے عذابوں کی طرف چل۔ پھر وہ اس روح کو نکالتے ہیں اور یہی کہتے رہتے ہیں۔ پھر اسے آسمان کی طرف چڑھاتے ہیں۔ دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں۔ آسمان کے فرشتے پوچھتے ہیں' کون ہے؟

یہ اس کا نام بتاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں اس خبیث نفس کے لئے مرحبا نہیں۔ یہ تھی بھی ناپاک۔ جسم میں تو برائی کے ساتھ لوٹ جا۔ تیرے لئے آسمانوں کے دروازے نہیں کھلتے۔ چنانچہ اسے زمین کی طرف پھینک دیا جاتا ہے۔ پھر قبر لائی جاتی ہے۔ پھر قبر میں ان دونوں روحوں سے سوال و جواب ہوتے ہیں جیسے پہلی حدیثیں گذر چکیں۔ پھر اللہ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ اس سے مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فرشتے لوٹائے جاتے ہیں یا یہ کہ مخلوق لوٹائی جاتی ہے یعنی قیامت کے دن۔ پھر جناب باری ان میں عدل و انصاف کرے گا اور احکام جاری فرمائے گا جیسے فرمایا قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ الخ یعنی کہہ دے کہ اول و آخر والے سب قیامت کے دن جمع ہوں گے۔ اور آیت میں ہے وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ہم سب جمع کریں گے اور کسی کو بھی باقی نہ چھوڑیں گے۔ یہاں بھی فرمایا کہ اپنے سچے مولیٰ کی طرف سب کا لوٹنا ہے۔ وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ اس سے زیادہ جلدی حساب میں کوئی نہیں

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ
تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ
الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ
ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ
عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا
وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۗ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ
لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾

پوچھ تو کہ تمہیں خشکی اور تری کے اندھیروں سے کون نجات دیتا ہے؟ تم اسی اللہ کو بلند اور پست آواز سے پکارتے ہو کہ اے اللہ اگر تو ہمیں اس سے نجات دے گا تو ہم بالیقین تیرے شکر گذار بندوں میں ہو جائیں گے ○ جواب دے کہ تمہیں ان اندھیریوں سے اور ہر طرح کی گھبراہٹ سے اللہ ہی نجات دیتا ہے۔ اس پر بھی تم اللہ کے شریک ٹھہراتے ہو ○ کہہ دے کہ اللہ قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر کی طرف سے یا تمہارے پیروں تلے سے کوئی عذاب بھیج دے یا تمہیں گروہ گروہ کر کے بھڑا دے اور بعض کو بعض کی لڑائی کا مزا چکھا دے دیکھ تو ہم کس طرح پھیر پھیر کر اپنی آیتوں کو بیان فرماتے ہیں تا کہ لوگ سمجھ لیں ○

کر سکتا۔

احسان فراموش نہ بنو: ☆☆ (آیت: ۶۳-۶۵) اللہ تعالیٰ اپنا احسان بیان فرماتا ہے کہ جب تم خشکی کے بیابانوں اور لق و دق سنسان جنگلوں میں راہ بھٹکے ہوئے قدم قدم پر خوف و خطر میں مبتلا ہوتے ہو اور جب تم کشتیوں میں بیٹھے ہوئے طوفان کے وقت سمندر کے تلاطم میں مایوس و عاجز ہو جاتے ہو اس وقت اپنے دیوتاؤں اور بتوں کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہو۔ یہی مضمون قرآن کریم کی آیت وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ میں اور آیت هُوَالَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ میں اور آیت اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ میں بھی بیان ہوا ہے۔ تضرعا و خفیة کے معنی جهراً او سرا یعنی بلند آواز اور پست آواز کے ہیں۔ الغرض اس وقت صرف اللہ کو ہی پکارتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ اگر تو ہمیں اس وقت سے نجات دے گا تو ہم ہمیشہ تیرے شکر گزار رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے باوجود اس عہد و پیمان کے ادھر ہم نے انہیں تنگی اور مصیبت سے چھوڑا' ادھر یہ آزاد ہوتے ہی ہمارے ساتھ شرک کرنے لگے اور اپنے جھوٹے معبودوں کو پھر پکارنے لگے۔

پھر فرماتا ہے کیا تم نہیں جانتے کہ جس اللہ نے تمہیں اس وقت آفت میں ڈالا تھا' وہ اب بھی قادر ہے کہ تم پر کوئی اور عذاب اوپر سے یا نیچے سے لے آئے جیسے کہ سورۂ سبحان میں رَبُّكُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ سے تبیعا تک بیان فرمایا۔ یعنی تمہارا پروردگار وہ ہے جو دریا میں تمہارے لئے کشتیاں چلاتا ہے تا کہ تم اس کا فضل حاصل کرو اور وہ تم پر بہت ہی مہربان ہے۔ لیکن جب تمہیں دریا میں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو جن کی تم عبادت کرتے رہتے تھے' وہ سب تمہارے خیال سے نکل جاتے ہیں اور صرف اللہ ہی کی طرف لو لگ جاتی ہے۔ پھر جب وہ تمہیں خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو تم اس سے منہ پھیر لیتے ہو۔ فی الواقع انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ کیا تم اس سے بے خوف ہو کہ وہ تمہیں خشکی میں ہی دھنسا دے یا تم پر آندھی کا عذاب بھیج دے۔ پھر تم کسی اور کو بھی اپنا کارساز نہ پاؤ۔ کیا تم اس بات سے بھی نڈر ہو کہ وہ تمہیں پھر دوبارہ دریا میں لے جائے اور تم پر تند و تیز ہوا بھیج دے۔ اور تمہیں تمہارے کفر کے باعث غرق کر دے۔ تم پھر کسی کو نہ پاؤ جو ہمارا پیچھا کر سکے۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں' اوپر نیچے کے عذاب مشرکوں کے لئے ہیں۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں' اس آیت میں اسی امت کو ڈرایا گیا تھا لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے معافی دے دی۔ ہم یہاں اس آیت سے تعلق رکھنے والی حدیثیں اور آثار بیان کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر ہمارا بھروسہ ہے اور اس سے ہم مدد چاہتے ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے یلبسکم کے معنی یخلطکم کے ہیں۔ یہ لفظ التباس سے ماخوذ ہے۔ شیعا کے معنی فرقا کے ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری کہ اللہ قادر ہے کہ تمہارے اوپر سے عذاب نازل فرمائے تو رسول اللہ ﷺ نے دعا کی کہ یا اللہ میں تیرے پر عظمت و جلال چہرہ کی پناہ میں آتا ہوں اور جب یہ سنا کہ نیچے سے عذاب آئے تو بھی آپ ﷺ نے یہ دعا کی۔ پھر یہ سن کر کہ یا وہ تم میں اختلاف ڈال دے اور تمہیں ایک دوسرے سے تکلیف پہنچے تو حضورؐ نے فرمایا یہ بہت زیادہ ہلکا ہے۔ ابن مردویہ کی اس حدیث کے آخر میں حضرت جابرؓ کا یہ فرمان بھی مروی ہے کہ اگر اس آپس کی ناچاقی سے بھی پناہ مانگتے تو پناہ مل جاتی۔ مسند میں ہے' حضورؐ سے جب اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا' یہ تو ہونے والا ہی ہے۔ اب تک یہ ہوا نہیں۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے۔ امام ترمذی سے غریب بتاتے ہیں۔

مسند احمد میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آ رہے تھے - آپ مسجد بنی معاویہ میں گئے اور دو رکعت نماز ادا کی - ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ پڑھی - پھر آپ نے لمبی مناجات کی اور فرمایا میں نے اپنے رب سے تین چیزیں طلب کیں ایک تو یہ کہ میری تمام امت کو ڈبوئے نہیں - اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ چیز عطا فرمائی - پھر میں نے دعا کی کہ میری عام امت کو قحط سالی سے اللہ تعالیٰ ہلاک نہ کرے - اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا بھی قبول فرمائی - پھر میں نے دعا کی کہ ان میں آپس میں پھوٹ نہ پڑے - میری یہ دعا قبول نہ ہوئی - صحیح مسلم وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے - مسند احمد میں ہے' حضرت عبداللہ بن عبداللہؓ فرماتے ہیں' ہمارے پاس عبداللہ بن عمرؓ بنی معاویہ کے محلے میں آئے اور مجھ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو تمہاری اس مسجد میں رسول اللہ ﷺ نے نماز کس جگہ پڑھی؟ میں نے مسجد کے ایک کونے کو دکھا کر کہا یہاں - پھر پوچھا' جانتے ہو یہاں تین دعائیں حضورؐ نے کیا کیا کیں؟ میں نے کہا ایک تو یہ کہ آپ کی امت پر کوئی غیر مسلم طاقت اس طرح غالب نہ آ جائے کہ ان کو پیس ڈالے - دوسرے یہ کہ ان پر عام قحط سالی ایسی نہ آئے کہ یہ سب تباہ ہو جائیں - اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی یہ دونوں دعائیں قبول فرمائیں - پھر تیسری دعا یہ کی کہ ان میں آپس میں لڑائیاں نہ ہوں لیکن یہ دعا قبول نہ ہوئی - یہ سن کر حضرت عبداللہؓ نے فرمایا' تم نے سچ کہا - یاد رکھو قیامت تک یہ آپس کی لڑائیاں چلی جائیں گی - ابن مردویہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام بنو معاویہ کے محلے میں گئے اور وہاں آٹھ رکعت نماز ادا کی' بڑی لمبی رکعت پڑھیں پھر میری طرف توجہ فرما کر فرمایا' میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگیں' اللہ پاک نے دو تو دیں اور ایک نہ دی - میں نے سوال کیا کہ میری امت پر ان کے دشمن اس طرح نہ چھا جائیں کہ انہیں برباد کر دیں اور ان سب کو ڈبویا نہ جائے - اللہ نے ان دونوں باتوں سے مجھے امن دیا - پھر میں نے آپس میں لڑائیاں نہ ہونے کی دعا کی لیکن اس سے مجھے منع کر دیا -

ابن ماجہ اور مسند احمد میں ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' میں رسول مقبول ﷺ کے پاس آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ تشریف لے گئے - اب دریافت کرتا کرتا حضورؐ جہاں تھے وہیں پہنچا' دیکھا تو آپ نماز پڑھ رہے ہیں - میں بھی آپ کے پیچھے نماز میں کھڑا ہو گیا - آپ نے بڑی لمبی نماز پڑھی - جب فارغ ہوئے تو میں نے کہا حضورؐ بڑی لمبی نماز تھی - پھر آپ نے اپنی ان تینوں دعاؤں کا ذکر کیا - نسائی وغیرہ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک سفر میں رسول اکرم ﷺ نے ضحی کی نماز کی آٹھ رکعت پڑھیں اور حضرت انسؓ کے سوال پر اپنی دعاؤں کا ذکر کیا - اس میں عام قحط سالی کا ذکر ہے - نسائی وغیرہ میں ہے کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ ساری رات نماز میں گزاری - صبح کے وقت سلام پھیرا تو حضرت خباب بن ارث رضی اللہ عنہ نے جو بدری صحابیؓ ہیں' پوچھا کہ ایسی طویل نماز میں تو میں نے آپؐ کو کبھی نہیں دیکھا آپ نے اس کے جواب میں وہی فرمایا جو اوپر مذکور ہوا - اس میں ایک دعا یہ ہے کہ اگلی امتوں پر جو عام عذاب آئے وہ میری امت پر عام طور پر نہ آئیں - تفسیر ابن جریر میں ہے کہ حضورؐ نے نماز پڑھی جس کے رکوع وسجود پورے تھے اور نماز ہلکی تھی پھر سوال وجواب وہی ہیں جو اوپر بیان ہوئے - مسند احمد میں ہے رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں' میرے لئے زمین لپیٹ دی گئی یہاں تک کہ میں نے مشرقین مغربین دیکھ لئے جہاں جہاں تک یہ زمین میری لئے لپیٹ دی گئی تھی وہاں وہاں تک میری امت کی بادشاہت پہنچے گی - مجھے دونوں خزانے دیئے گئے ہیں - سفید اور سرخ - میں نے اپنے رب عز وجل سے سوال کیا کہ میری امت کو عام قحط سالی سے ہلاک نہ کر اور ان پر کوئی ان کے سوا ایسا دشمن مسلط نہ کر جو انہیں عام طور پر ہلاک کر دے یہاں تک کہ یہ خود آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک کرنے لگیں اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگیں اور ایک دوسرے کو قید کرنے لگیں اور حضورؐ نے فرمایا میں اپنی امت پر کسی چیز سے نہیں ڈرتا بجز گمراہ کرنے والے اماموں کے - پھر جب میری امت میں تلوار رکھ دی جائے گی تو قیامت تک ان میں سے اٹھائی نہ جائے گی -

ابن مردویہ میں ہے کہ جب آپ لوگوں میں نماز پڑھتے تو نماز ہلکی ہوتی۔ رکوع وسجود پورے ہوتے۔ ایک روز آپ بہت دیر تک بیٹھے رہے یہاں تک کہ ہم نے ایک دوسرے کو اشارے سے سمجھا دیا کہ شاید آپ پر وحی اتر رہی ہے۔ خاموشی سے بیٹھے رہو۔ جب آپ فارغ ہوئے تو بعض لوگوں نے کہا' حضور آج تو اس قدر زیادہ دیر تک آپ کے بیٹھے رہنے سے ہم نے یہ خیال کیا تھا اور آپس میں ایک دوسرے کو اشارے سے یہ سمجھایا تھا۔ آپ نے فرمایا' نہیں یہ بات تو نہ تھی بلکہ میں نے یہ نماز بڑی رغبت ویکسوئی سے ادا کی تھی۔ میں نے اس میں تین چیزیں اللہ تبارک وتعالیٰ سے طلب کی تھیں جن میں سے دو تو اللہ تعالیٰ نے دے دیں اور ایک نہیں دی۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ تمہیں عذاب نہ کرے جو تم سے پہلی قوموں کو کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے پورا کیا۔ میں نے پھر کہا' یا اللہ میری امت پر کوئی ایسا دشمن چھا نہ جائے جو ان کا صفایا کر دے تو اللہ تعالیٰ نے میری یہ مراد بھی پوری کر دی۔ پھر میں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تم میں پھوٹ نہ ڈالے کہ ایک دوسرے کو ایذا پہنچائیں مگر اللہ تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول نہ فرمائی۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے' میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے چار دعائیں کیں تو تین پوری ہوئیں اور ایک رد ہو گئی۔ چوتھی دعا اس میں یہ ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہو جائے اور حدیث میں ہے دو چیزیں اللہ نے دیں' دو نہ دیں۔ آسمان سے پتھروں کا سب پر برسانا موقوف کر دیا گیا۔ زمین کے پانی کے طوفان سے سب کا غرق ہو جانا موقوف کر دیا گیا لیکن قتل اور آپس کی لڑائی موقوف نہیں کی گئی (ابن مردویہ) ابن عباسؓ فرماتے ہیں' جب یہ آیت اتری تو آنحضرت ﷺ وضو کر کے اٹھ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میری امت پر نہ تو ان کے اوپر سے عذاب اتار نہ نیچے سے انہیں عذاب چکھا اور نہ ان میں تفرقہ ڈال کہ ایک دوسرے کو مصیبت پہنچائے۔ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام اترے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو اس سے پناہ دے دی کہ ان کے اوپر سے یا ان کے نیچے سے ان پر عام عذاب اتارا جائے (ابن مردویہ)

ابن ابی کعبؓ سے مروی ہے کہ دو چیزیں اس امت سے ہٹ گئیں اور دو رہ گئیں۔ اوپر کا عذاب یعنی پتھراؤ اور نیچے کا عذاب یعنی زمین کا دھنساؤ ہٹ گیا اور آپس کی پھوٹ اور ایک کا ایک کو ایذائیں پہنچانا رہ گیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں چار چیزوں کا ذکر ہے جن میں سے دو تو حضورؐ کی وفات کے پچیس سال بعد ہی شروع ہو گئیں یعنی پھوٹ اور آپس کی دشمنی۔ دو باقی رہ گئیں' وہ بھی ضرور ہی آنے والی ہیں یعنی رجم اور خسف' آسمان سے سنگباری اور زمین میں دھنسایا جانا (احمد) حضرت حسنؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں' گناہ سے لوگ بچے ہوئے تھے۔ عذاب رکے ہوئے تھے جب گناہ شروع ہوئے' عذاب اتر پڑے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ با آواز بلند مجلس میں یا منبر پر فرماتے تھے' لوگو تم پر آیت قل هو القادر اتر چکی ہے۔ اگر آسمانی عذاب آ جائے' ایک بھی باقی نہ بچے' اگر تمہیں وہ زمین میں دھنسا دے تو تم سب ہلاک ہو جاؤ اور تم میں سے ایک بھی نہ بچے لیکن تم پر آپس کی پھوٹ کا تیسرا عذاب آ چکا ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اوپر کا عذاب برے امام اور بد بادشاہ ہیں نیچے کا عذاب بد باطن غلام اور بد دیانت نوکر چاکر ہیں۔ یہ قول بھی گو صحیح ہو سکتا ہے لیکن پہلا قول ہی زیادہ ظاہر اور قوی ہے۔ اس کی شہادت میں آیت ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ الخ پیش ہو سکتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے' میری امت میں سنگ باری اور زمین میں دھنس جانا اور صورت بدل جانا ہو گا۔ اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں جو قیامت کے قرب کی علامتوں کے بیان میں اس کے موقعہ پر جا بجا آئیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ آپس کی پھوٹ سے مراد فرقہ بندی ہے' خواہشوں کو پیشوا بنانا ہے۔ ایک حدیث میں ہے' یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک کے۔ ایک دوسرے کی تکلیف کا مزہ چکھے' اس سے مراد سزا اور قتل ہے۔ دیکھ لے کہ ہم کس طرح اپنی آیتیں وضاحت کے ساتھ بیان فرما رہے ہیں۔ تاکہ لوگ غور

وتدبیر کریں، سوچیں سمجھیں۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا لوگو! میرے بعد کافر بن کر نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسروں کی گردنوں پر تلواریں چلانے لگو۔ اس پر لوگوں نے کہا حضورؐ کیا، ہم اللہ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کو مانتے ہوئے ایسا کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، ہاں ہاں یہی ہوگا۔ کسی نے کہا، ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم مسلمان رہتے ہوئے مسلمانوں ہی کو قتل کریں۔ اس پر آیت کا آخری حصہ اور اس کے بعد کی آیت و کذب بہ الخ، اتری (ابن ابی حاتم اور ابن جریر)

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوۡمُكَ وَهُوَ الۡحَـقُّ‌ ؕ قُلْ لَّسۡتُ عَلَيۡكُمۡ بِوَكِيۡلٍ ؕ ﴿۶۶﴾
لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسۡتَقَرٌّ‌ وَّسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ‏ ﴿۶۷﴾ وَاِذَا رَاَيۡتَ الَّذِيۡنَ
يَخُوۡضُوۡنَ فِىۡۤ اٰيٰتِنَا فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ حَتّٰى يَخُوۡضُوۡا فِىۡ حَدِيۡثٍ
غَيۡرِهٖ‌ ؕ وَاِمَّا يُنۡسِيَنَّكَ الشَّيۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّكۡرٰى مَعَ
الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ‏ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَى الَّذِيۡنَ يَتَّقُوۡنَ مِنۡ حِسَابِهِمۡ مِّنۡ
شَىۡءٍ وَّلٰـكِنۡ ذِكۡرٰى لَعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ‏ ﴿۶۹﴾

تیری قوم نے اس قرآن کو جھٹلایا حالانکہ وہ سراسر حق ہے، کہہ دے کہ میں تم پر کچھ محافظ نہیں ○ ہر خبر کے لئے ایک معین وقت مقرر ہے ○ تم عنقریب جان لو گے۔ تو جب انہیں دیکھ جو ہماری آیتوں کا مضحکہ اڑاتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لیا کر یہاں تک کہ وہ اس کے سوا کسی اور بحث کو شروع کریں، اور اگر کبھی شیطان تجھے بھلا دے تو خبردار یاد آ جانے کے بعد ہرگز ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھنا ○ ان کے حساب میں سے کوئی چیز پرہیزگاری کرنے والوں پر نہیں۔ ہاں ان کے ذمہ نصیحت کرنا ہے تاکہ وہ لوگ پرہیزگاری اختیار کرلیں ○

غلط تاویلیں کرنے والوں سے نہ ملو: ☆☆ (آیت: ۶۶-۶۹) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس قرآن کو اور جس ہدایت و بیان کو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لایا ہے اور جسے تیری قوم قریش جھٹلا رہی ہے حقیقتاً وہ سراسر حق ہے بلکہ اس کے سوا اور کوئی حق ہے ہی نہیں۔ ان سے کہہ دیجئے میں نہ تو تمہارا محافظ ہوں نہ تم پر وکیل ہوں۔ جیسے اور آیت میں ہے، کہدے کہ یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے۔ جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے نہ مانے۔ یعنی مجھ پر صرف تبلیغ کرنا فرض ہے۔ تمہارے ذمہ سننا اور ماننا ہے۔ ماننے والے دنیا اور آخرت میں نیکی پائیں گے اور نہ ماننے والے دونوں جہان میں بدنصیب رہیں گے۔ ہر خبر کی حقیقت ہے۔ وہ ضرور واقع ہونے والی ہے۔ اس کا وقت مقرر ہے۔ تمہیں عنقریب حقیقت حال معلوم ہو جائے گی، واقعہ کا انکشاف ہو جائے گا اور جان لو گے۔

پھر فرمایا، جب تو انہیں دیکھے جو میری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں تو تو ان سے منہ پھیر لے اور جب تک وہ اپنی شیطنیت سے باز نہ آ جائیں تو ان کے ساتھ نہ اٹھو نہ بیٹھو۔ اس آیت میں گو فرمان حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن حکم عام ہے۔ آپ کی امت کے ہر شخص پر حرام ہے کہ وہ ایسی مجلس میں یا ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھے جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہوں۔ ان کے معنی الٹ پلٹ کرتے ہوں اور ان کی بے جا تاویلیں کرتے ہوں۔ اگر بالفرض کوئی شخص بھولے سے ان میں بیٹھ بھی جائے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالموں کے پاس بیٹھنا ممنوع ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کو خطا اور بھول سے درگذر فرما لیا ہے اور ان کاموں سے بھی جو ان سے زبردستی مجبور کر کے کرائے جائیں۔ اس آیت کے اسی حکم کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے وَقَدۡ نَزَّلَ عَلَيۡكُمۡ

فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ الخ یعنی تم پر اس کتاب میں یہ فرمان نازل ہو چکا ہے کہ جب اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر اور مذاق ہوتا ہوا سنو تو ایسے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو اور اگر تم نے ایسا کیا تو تم بھی اس صورت میں ان جیسے ہی ہو جاؤ گے۔ ہاں جب وہ اور باتوں میں مشغول ہوں تو خیر۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان کے ساتھ بیٹھے اور ان کی باتوں کو برداشت کر لیا تو تم بھی ان کی طرح ہی ہو۔

پھر فرمان ہے کہ جو لوگ ان سے دوری کریں ان کے ساتھ شریک نہ ہوں ان کی ایسی مجلسوں سے الگ رہیں وہ بری الذمہ ہیں۔ ان پر ان کا کوئی گناہ نہیں۔ ان کی اس بدکرداری کا کوئی بوجھ ان کے سر نہیں۔ دیگر مفسرین کہتے ہیں کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اگرچہ ان کے ساتھ بیٹھیں لیکن جبکہ ان کے کام میں اور ان کے خیال میں ان کی شرکت نہیں تو یہ بے گناہ ہیں لیکن یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ حکم سورۂ نساء مدنی کی آیت اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ سے منسوخ ہے۔ ان مفسرین کی اس تفسیر کے مطابق آیت کے آخری جملے کے یہ معنی ہوں گے کہ ہم نے تمہیں ان سے الگ رہنے کا حکم اس لئے دیا ہے کہ انہیں عبرت حاصل ہو اور ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے گناہ سے باز آ جائیں اور ایسا نہ کریں۔

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۭ
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ
وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع

انہیں چھوڑ دے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور جنہیں زندگانی دنیا نے مغرور کر دیا ہے۔ اس قرآن کے ساتھ نصیحت کر دے تاکہ کوئی شخص اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاک نہ کیا جائے سوائے اللہ کے کسی کا نہ کوئی دوست ہے نہ سفارشی گو کوئی سب کچھ بدلے میں دینا چاہے لیکن اس سے لیا نہ جائے گا۔ یہی ہیں جو اپنے کئے ہوئے کاموں کی وجہ سے ہلاک کئے گئے انہیں گرم گرم پانی پینے کو ملے گا اور ان کے کفر کی وجہ سے انہیں دردناک عذاب ہوں گے ○

(آیت: ۷۰) یعنی بے دینوں سے منہ پھیر لو۔ ان کا انجام نہایت برا ہے۔ اس قرآن کو پڑھ کر سنا کر لوگوں کو ہوشیار کر دو۔ اللہ کی ناراضگی سے اور اس کے عذابوں سے انہیں ڈرا دو تاکہ کوئی شخص اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ہلاک نہ ہو۔ پکڑا نہ جائے۔ رسوا نہ کیا جائے۔ اپنے مطلوب سے محروم نہ رہ جائے جیسے فرمان ہے كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ الخ ہر شخص اپنے اعمال کا گروی ہوا ہے مگر وہ اپنے ہاتھ والے۔ یاد رکھو کسی کا کوئی والی اور سفارشی نہیں جیسے ارشاد فرمایا۔ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ الخ اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ خرید فروخت ہے نہ دوستی اور محبت نہ سفارش اور شفاعت۔ کافر پورے ظالم ہیں۔ اگر یہ لوگ قیامت کے دن تمام دنیا کی چیزیں فدیئے یا بدلے میں دے دینا چاہیں تو بھی ان سے نہ فدیہ لیا جائے گا نہ بدلہ۔ کسی چیز کے بدلے وہ عذابوں سے نجات نہیں پا سکتے۔ جیسے فرمان ہے اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ الخ جو لوگ کفر پر جئے اور کفر پر ہی مرے یہ اگر زمین بھر کر سونا بھی دیں تو ناممکن ہے کہ قبول کیا جائے اور انہیں چھوڑا جائے۔ پس فرما دیا گیا کہ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے رسوا کر دیئے گئے۔ انہیں گرم کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا اور انہیں سخت المناک عذاب ہوں گے کیونکہ یہ کافر تھے۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ
عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ
فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا قُلْ
اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾

کہہ دے کہ کیا ہم اللہ کے سوا انہیں پکاریں جو نہ ہمیں کوئی نفع دے سکیں نہ کوئی نقصان پہنچا سکیں؟ اور کیا ہم اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی' اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جائیں؟ مثل اس شخص کے جسے شیطان راہ بھلا دے اور وہ سرگشتہ و پریشان رہ جائے۔ اس کے ساتھی اسے راہ راست کی طرف بلائیں اور کہیں کہ ہمارے ساتھ آ جا' تو کہہ دے کہ اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے' ہمیں یہ فرمان ہوا ہے کہ ہم رب العالمین کے فرمانبردار بن جائیں ○

اسلام کے سوا سب راستوں کی منزل جہنم ہے: ☆☆ (آیت:۷۱) مشرکوں نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ ہمارے دین میں آ جاؤ اور اسلام چھوڑ دو۔ اس پر یہ آیت اتری کہ کیا ہم بھی تمہاری طرح بے جان و بے نفع و نقصان معبودوں کو پوجنے لگیں؟ اور جس کفر سے ہٹ گئے ہیں' کیا پھر لوٹ کر اسی پر آ جائیں؟ اور تم جیسے ہی ہو جائیں؟ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اب تو ہماری آنکھیں کھل گئیں۔ صحیح راہ مل گئی۔ اب اسے کیسے چھوڑ دیں؟ اگر ہم ایسا کر لیں تو ہماری مثال اس شخص جیسی ہوگی جو لوگوں کے سیدھے راستے پر جا رہا تھا مگر راستہ گم ہو گیا۔ شیطان نے اسے پریشان کر دیا اور ادھر ادھر بھٹکانے لگا۔ اس کے ساتھ جو راستے پر تھے' وہ اسے پکارنے لگے کہ ہمارے ساتھ مل جا۔ ہم صحیح راستے پر جا رہے ہیں۔ یہی مثال اس شخص کی ہے جو آنحضرت ﷺ کو جان اور پہچان کے بعد مشرکوں کا ساتھ دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی پکارنے والے ہیں اور اسلام ہی سیدھا اور صحیح راستہ ہے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں' یہ مثال اللہ تعالیٰ نے معبودان باطل کی طرف بلا لینے والوں کی بیان فرمائی ہے اور ان کی بھی جو اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ ایک شخص راستہ بھولتا ہے' وہیں اس کے کان میں آواز آتی ہے کہ اے فلاں ادھر آ۔ سیدھی راہ یہی ہے۔ لیکن اس کے ساتھی جس غلط راستے پر لگ گئے ہیں' وہ اسے تھپکتے ہیں اور کہتے ہیں یہی راستہ صحیح ہے۔ اس پر چلا چل۔ اب اگر یہ سچے شخص کو مانے گا تو راہ راست لگ جائے گا ورنہ بھٹکتا پھرے گا۔ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے والے اس امید میں ہوتے ہیں کہ ہم بھی کچھ ہیں لیکن مرنے کے بعد انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کچھ نہ تھے۔ اس وقت بہت نادم ہوتے ہیں اور سوائے ہلاکت کے کوئی چیز انہیں دکھائی نہیں دیتی۔ یعنی جس طرح کسی جنگل میں گم شدہ انسان کو جنات اس کا نام لے کر آوازیں دے کر اسے غلط راستوں پر ڈال دیتے ہیں جہاں وہ مارا مارا پھرتا ہے اور بالآخر ہلاک اور تباہ ہو جاتا ہے' اسی طرح جھوٹے معبودوں کا پجاری بھی برباد ہو جاتا ہے۔ ہدایت کے بعد گمراہ ہونے والے کی یہی مثال ہے۔ جس راہ کی طرف شیطان اسے بلا رہے ہیں' وہ تو تباہی اور بربادی کی راہ ہے اور جس راہ کی طرف اللہ بلا رہا ہے اور اس کے نیک بندے جس راہ کو سجھا رہے ہیں' وہ ہدایت ہے گو وہ اپنے ساتھیوں کے مجمع میں سے نہ نکلے اور انہیں ہی راہ راست پر سمجھتا رہے اور وہ ساتھی بھی اپنے تئیں ہدایت یافتہ کہتے ہیں۔ لیکن یہ قول آیت کے لفظوں کے مطابق نہیں کیونکہ آیت میں موجود ہے کہ وہ اسے ہدایت کی طرف بلاتے ہیں۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ضلالت ہو؟ حیران پر زبر حال ہونے کی وجہ سے ہے۔ صحیح مطلب یہی ہے کہ اس کے ساتھی جو ہدایت پر ہیں' جب اسے غلط راہ پر دیکھتے ہیں تو اس کی خیر خواہی کے لئے پکار پکار کر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آ جا۔ سیدھا راستہ یہی ہے لیکن یہ بدنصیب ان کی بات پر اعتماد نہیں کرتا بلکہ توجہ تک نہیں کرتا۔ سچ تو یہ ہے کہ ہدایت اللہ کے قبضے میں ہے۔ وہ جسے راہ دکھائے۔ اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔

وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ۚ وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾
وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ وَيَوْمَ يَقُوْلُ
كُنْ فَيَكُوْنُ ڛ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۭ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۭ
عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾

اور یہ کہ تم نمازوں کو پابندی سے ادا کرو اور اس سے ڈرتے رہو۔ وہی ہے جس کی طرف تمہارا سب کا حشر کیا جائے گا ○ وہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، جب وہ فرماتا ہے ہو جا تو ہو جاتا ہے۔ اسی کا قول حق ہے اور اسی کا ملک ہے جس دن صور پھونکا جائے گا اللہ ہی کو پوشیدہ اور ظاہر کا علم ہے اور وہی حکمتوں والا اور خبرداری رکھنے والا ہے ○

(آیت: ۷۲۔۷۳) چنانچہ خود قرآن میں ہے کہ تو چاہے ان کی ہدایت پر حرص کرے لیکن جسے اللہ بھٹکا دے اسے وہی راہ پر لا سکتا ہے ایسوں کا کوئی مددگار نہیں۔ ہم سب کو یہی حکم کیا گیا ہے کہ ہم خلوص سے ساری عبادتیں محض اسی وحدہ لاشریک لہ کے لئے کریں اور یہ بھی حکم ہے کہ نمازیں قائم رکھیں اور ہر حال میں اس سے ڈرتے رہیں۔ قیامت کے دن اسی کے سامنے حشر کیا جائے گا۔ سب وہیں جمع کئے جائیں گے۔ اسی نے آسمان وزمین کو عدل کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ وہی مالک اور مدبر ہے۔ قیامت کے دن فرمائے گا ہو جا تو ہو جائے گا۔ ایک لحہ بھی دیر نہ لگے گی۔ یوم کا زبر یا تو واتقوہ پر عطف ہونے کی وجہ سے ہے۔ یعنی اس دن سے ڈرو جس دن اللہ فرمائے گا اور ہو جائے گا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یوم کا زبر خلق السموات والارض پر عطف ہونے کی بنا پر ہو تو گویا ابتدا پیدائش کو بیان فرما کر پھر دوبارہ پیدائش کو بیان فرمایا۔ یہی زیادہ مناسب ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فعل مضمر ہو یعنی اذکر اور اسی وجہ سے یوم پر زبر آیا ہو۔ اس کے بعد کے دونوں جملے محلاً مجرور ہیں۔ پس یہ دونوں جملے بھی محلاً مجرور ہیں۔ ان میں پہلی صفت یہ ہے کہ اللہ کا قول حق ہے۔ رب کے فرمان سب کے سب سچ ہیں۔ تمام ملک کا وہی اکیلا مالک ہے۔ سب چیزیں اس کی ملکیت ہیں۔ یوم ینفخ میں یوم ممکن ہے کہ یوم یقول کا بدل ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وله الملك کا ظرف ہو۔ جیسے اور آیت میں ہے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ الخ آج کس کا ملک ہے؟ صرف اللہ اکیلے غالب کا اور جیسے اس آیت میں ارشاد ہوا ہے اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ یعنی ملک آج صرف رحمان کا ہے اور آج کا دن کفار پر بہت سخت ہے۔ اور بھی اس طرح کی اور اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔ بعض کہتے ہیں صور جمع ہے صورۃ کی جیسے سور شہر پناہ کو کہتے ہیں اور وہ جمع ہے سورۃ کی۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ مراد صور سے قرن ہے جسے حضرت اسرافیلؑ پھونکیں گے۔ امام ابن جریرؒ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ حضرت اسرافیلؑ صور کو اپنے منہ میں لئے ہوئے اپنی پیشانی جھکائے ہوئے حکم الٰہی کے منتظر ہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابیؓ کے سوال پر حضورؐ نے فرمایا' صور ایک نرسنگھے جیسا ہے جو پھونکا جائے گا۔ طبرانی کی مطولات میں ہے' حضورؐ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش کے بعد صور کو پیدا کیا اور اسے حضرت اسرافیلؑ کو دیا۔ وہ اسے لئے ہوئے ہیں اور عرش کی طرف نگاہ جمائے ہوئے ہیں کہ کب حکم ہو اور میں اسے پھونک دوں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں' میں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صور کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ایک نرسنگھا ہے۔ میں نے کہا وہ کیسا ہے؟ آپؐ نے فرمایا' بہت ہی بڑا ہے۔ واللہ اس کے دائرے کی چوڑائی آسمان وزمین کے برابر ہے۔ اس میں سے تین نفخے پھونکے جائیں گے۔ پہلا گھبراہٹ کا۔ دوسرا بیہوشی کا' تیسرا رب العلمین کے

سامنے کھڑے ہونے کا - اول اول جناب باری حضرت اسرافیلؑ کو صور پھونکنے کا حکم دے گا - وہ پھونک دیں گے جس سے آسمان وزمین کی تمام مخلوق گھبرا اٹھے گی مگر جسے اللہ چاہے - یہ صور بحکم رب دیر تک برابر پھونکا جائے گا - اسی طرف اشارہ اس آیت میں ہے وَمَا یَنۡظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَیۡحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنۡ فَوَاقٍ یعنی انہیں صرف بلند زوردار چیخ کا انتظار ہے - پہاڑ اس صور سے مثل بادلوں کے چلنے پھرنے لگیں گے - پھر ریت ریت ہو جائیں گے - زمین میں بھونچال آ جائے گا اور وہ اس طرح تھر تھرانے لگے گی جیسے کوئی کشتی دریا کے بیچ زبردست طوفان میں موجوں سے ادھر ادھر ہو رہی ہو اور غوطے کھا رہی ہو - مثل اس ہانڈی کے جو عرش میں لٹکی ہوئی ہے' جسے ہوائیں ہلا جلا رہی ہیں - اسی کا بیان اس آیت میں ہے یَوۡمَ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَةُ الخ اس دن زمین جنبش میں آ جائے گی اور بہت ہی ہلنے لگے گی - اس کے پیچھے ہی پیچھے لگنے والی آ جائے گی - دل دھڑکنے لگیں گے اور کلیجے الٹنے لگیں گے - لوگ ادھر ادھر گرنے لگیں گے - مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی - حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے - بچے بوڑھے ہو جائیں گے - شیاطین مارے گھبراہٹ اور پریشانی کے بھاگتے بھاگتے زمین کے کناروں پر آ جائیں گے - یہاں سے فرشتے انہیں مار مار کر ہٹائیں گے - لوگ پریشان حال' حواس باختہ ہوں گے - کوئی جائے پناہ نظر نہ آئے گی - امر الٰہی سے بچاؤ نہ ہو سکے گا - ایک دوسرے کو آوازیں دیں گے - لیکن سب اپنی اپنی مصیبت میں پڑے ہوئے ہوں گے کہ ناگہاں زمین پھٹنی شروع ہو گی - کہیں ادھر سے پھٹی - کہیں ادھر سے پھٹی - اب تو ابتر حالت ہو جائے گی - کلیجہ کپکپانے لگے گا - دل الٹ جائے گا اور اتنا صدمہ اور غم ہو گا جس کا اندازہ نہیں ہو سکتا - جو آسمان کی طرف نظر اٹھائیں گے تو دیکھیں گے کہ گھل رہا ہے اور وہ بھی پھٹ رہا ہے - ستارے جھڑ رہے ہیں - سورج چاند بے نور ہو گیا ہے - ہاں مردوں کو اس کا کچھ علم نہ ہو گا -

حضرت ابو ہریرہؓ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ قرآن کی آیت میں جو فرمایا گیا ہے فَفَزِعَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰهُ یعنی زمین وآسمان کے سب لوگ گھبرا اٹھیں گے لیکن جنہیں اللہ چاہے - اس سے مراد کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا' یہ شہید لوگ ہیں کہ وہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں - روزیاں پاتے ہیں اور سب زندہ لوگ گھبراہٹ میں ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ انہیں پریشانی سے محفوظ رکھے گا - یہ تو عذاب ہے جو وہ اپنی بدترین مخلوق پر بھیجے گا - اسی کا بیان آیت یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمۡ الخ میں ہے یعنی اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو - یاد رکھو قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے - جس دن تم اسے دیکھ لو گے ہر ایک دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی - ہر حمل والی کا حمل گر جائے گا تو دیکھا جائے گا کہ سب لوگ بے ہوش ہوں گے حالانکہ وہ نشہ پئے ہوئے نہیں بلکہ اللہ کے سخت عذابوں نے انہیں بدحواس کر رکھا ہے - یہی حالت رہے گی جب تک اللہ چاہے - بہت دیر تک یہی گھبراہٹ کا عالم رہے گا - پھر اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت جبرئیلؑ کو بے ہوشی کے نفخے کا حکم دے گا - اس نفخہ کے پھونکتے ہی زمین وآسمان کی تمام مخلوق بے ہوش ہو جائیں گی مگر جسے اللہ چاہے اور اچانک سب کے سب مر جائیں گے - حضرت ملک الموت اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہو کر عرض کریں گے کہ اے باری تعالیٰ زمین وآسمان کی تمام مخلوق مر گئی مگر جسے تو نے چاہا - اللہ تعالیٰ باوجود علم کے سوال کرے گا کہ یہ بتاؤ اب باقی کون کون ہے؟ وہ جواب دیں گے' تو باقی ہے' تو حی وقیوم ہے' تجھ پر کبھی فنا نہیں اور عرش کے اٹھانے والے فرشتے اور جبرئیل ومیکائیل اس وقت عرش کو زبان ملے گی - اور وہ کہے گا' پروردگار' کیا جبرئیلؑ ومیکائیلؑ بھی مریں گے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' میں نے اپنے عرش سے نیچے والوں پر سب پر موت لکھ دی ہے چنانچہ یہ دونوں بھی فوت ہو جائیں گے پھر ملک الموت رب جبار وقہار کے پاس آئیں گے اور خبر دیں گے کہ جبرئیل ومیکائیل بھی انتقال کر گئے -

جناب الٰہ علم کے باوجود پھر دریافت فرمائے گا کہ اب باقی کون ہے - ملک الموت جواب دیں گے کہ باقی ایک تو تو ہے - ایسی بقا والا

جس پر فنا ہے ہی نہیں اور تیرے عرش کے اٹھانے والے فرشتے بھی مر گئے۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ اب باقی کون رہا؟ ملک الموت جواب دیں گے کہ ایک تو جس پر موت ہے ہی نہیں اور ایک تیرا غلام میں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا' تو بھی میری مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے۔ تجھے میں نے ایک کام کے لئے پیدا کیا تھا جسے تو کر چکا۔ اب تو بھی مر جا چنانچہ وہ بھی مر جائیں گے۔ اب اللہ تعالیٰ اکیلا باقی رہ جائیگا جو غلبہ والا' یگانگت والا' بے ماں باپ اور بے اولاد کے ہے۔ جس طرح مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے وہ یکتا اور اکیلا تھا۔ پھر آسمانوں اور زمینوں کو وہ اس طرح لپیٹ لے گا جیسے دفتری کاغذ کو لپیٹتا ہے۔ پھر انہیں تین مرتبہ الٹ پلٹ کرے گا اور فرمائے گا میں جبار ہوں۔ میں کبریائی والا ہوں۔ پھر تین مرتبہ فرمائے گا' آج ملک کا مالک کون ہے؟ کوئی نہ ہوگا جو جواب دے تو خود ہی جواب دے گا اللہ واحد وقہار۔ قرآن میں ہے اس دن آسمان وزمین بدل دیئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں پھیلا دے گا اور کھینچ دے گا جس طرح چمڑا کھینچا جاتا ہے۔ کہیں کوئی اونچ نیچ باقی نہ رہے گی۔ پھر ایک الٰہی آواز کے ساتھ ہی ساری مخلوق اس تبدیل شدہ زمین میں آ جائے گی۔ اندر والے اندر اور اوپر والے اوپر۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے عرش تلے سے اس پر بارش برسائے گا۔ پھر آسمان کو حکم ہوگا اور وہ چالیس دن تک مینہ برسائے گا یہاں تک کہ پانی ان کے اوپر بارہ ہاتھ چڑھ جائے گا۔ پھر جسموں کو حکم ہوگا کہ وہ اگیں اور وہ اس طرح اگنے لگیں گے جیسے سبزیاں اور ترکاریاں۔ اور وہ پورے پورے کامل جسم جیسے تھے ویسے ہی ہو جائیں گے۔ پھر حکم فرمائے گا کہ میرے عرش کے اٹھانے والے فرشتے جی اٹھیں۔ چنانچہ وہ زندہ ہو جائیں گے۔ پھر اسرافیل کو حکم ہوگا کہ صور لے کر منہ سے لگا لیں۔

پھر فرمان ہوگا کہ جبرئیلؑ ومیکائیل زندہ ہو جائیں۔ یہ دونوں بھی اٹھیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ روحوں کو بلائے گا۔ مومنوں کی نورانی ارواح اور کفار کی ظلماتی روحیں آئیں گی۔ انہیں لے کر اللہ تعالیٰ صور میں ڈال دے گا۔ پھر اسرافیل کو حکم ہوگا کہ اب صور پھونک دو چنانچہ بعث کا صور پھونکا جائے گا جس سے ارواح اس طرح نکلیں گی جیسے شہد کی مکھیاں۔ تمام خلا ان سے بھر جائے گا۔ پھر رب عالم کا ارشاد ہوگا کہ مجھے اپنی عزت وجلالت کی قسم ہے' ہر روح اپنے اپنے جسم میں چلی جائے۔ چنانچہ سب روحیں اپنے اپنے جسموں میں نتھنوں کے راستے چلی جائیں گی اور جس طرح زہر رگ وپے میں اثر کر جاتا ہے' روح روئیں روئیں میں دوڑ جائے گی۔ پھر زمین پھٹ جائے گی اور لوگ اپنی قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔ سب سے پہلے میرے اوپر سے زمین شق ہوگی۔ لوگ نکل کر دوڑتے ہوئے اپنے رب کی طرف چل دیں گے۔ اس وقت کافر کہیں گے کہ آج کا دن بڑا بھاری ہے۔ سب ننگے پیروں' ننگے بدن' بے ختنہ ہوں گے۔ ایک میدان میں بقدر ستر سال کے کھڑے رہیں گے۔ نہ ان کی طرف نگاہ اٹھائی جائے گی نہ ان کے درمیان فیصلے کئے جائیں گے۔ لوگ بے طرح گریہ وزاری میں مبتلا ہوں گے یہاں تک کہ آنسو ختم ہو جائیں گے اور خون آنکھوں سے نکلنے لگے گا۔ پسینہ اس قدر آئے گا کہ منہ تک یا ٹھوڑیوں تک اس میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ آپس میں کہیں گے' آؤ کسی سے کہیں کہ وہ ہماری شفاعت کرے۔ ہمارے پروردگار سے عرض کرے کہ وہ آئے اور ہمارے فیصلے کرے تو کہیں گے کہ اس کے لائق ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام سے بہتر کون ہوگا؟ جنہیں اللہ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا' اپنی روح ان میں پھونکی اور آمنے سامنے ان سے باتیں کیں۔ چنانچہ سب مل کر آپ کے پاس جائیں گے اور سفارش طلب کریں گے لیکن حضرت آدم علیہ السلام صاف انکار کر جائیں گے۔ حضور فرماتے ہیں پھر سب کے سب میرے پاس آئیں گے۔ میں عرش کے آگے جاؤں گا اور سجدے میں گر پڑوں گا۔ اللہ تعالیٰ میرے پاس فرشتہ بھیجے گا۔ وہ میرا بازو تھام کر مجھے سجدے سے اٹھائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' اے محمد (ﷺ) میں جواب دوں گا کہ ہاں اے میرے رب۔ اللہ عزوجل باوجود عالم کل ہونے کے مجھ سے دریافت فرمائے گا کہ کیا بات ہے؟ میں کہوں گا' یا اللہ تو نے

مجھ سے شفاعت کی قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے- اپنی مخلوق کے بارے میں میری شفاعت کو قبول فرما اور ان کے فیصلوں کے لئے تشریف لے آ- رب العالمین فرمائے گا' میں نے تیری سفارش قبول کی اور میں آ کر تم میں فیصلے کئے دیتا ہوں- میں لوٹ کر لوگوں کے ساتھ ٹھہر جاؤں گا کہ ناگہاں آسمانوں سے ایک بہت بڑا دھماکہ سنائی دے گا جس سے لوگ خوف زدہ ہو جائیں گے- اتنے میں آسمان کے فرشتے اترنے شروع ہوں گے جن کی تعداد کل انسانوں اور سارے جنوں کے برابر ہو گی- جب وہ زمین کے قریب پہنچیں گے تو ان کے نور سے زمین جگمگا اٹھے گی- وہ صفیں باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے- ہم سب ان سے دریافت کریں گے کہ کیا تم میں ہمارا رب آیا ہے؟ وہ جواب دیں گے نہیں- پھر اس تعداد سے بھی زیادہ تعداد میں اور فرشتے آئیں گے- آخر ہمارا رب عزوجل ابر کے سائے میں نزول فرمائے گا اور فرشتے بھی اس کے ساتھ ہوں گے- اس کا عرش اس دن آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے- اس وقت عرش کے اٹھانے والے چار فرشتے ہیں- ان کے قدم آخری نیچے والی زمین کی تہ میں ہیں- زمین و آسمان ان کے نصف جسم کے مقابلے میں ہے ان کے کندھوں پر عرش الٰہی ہے- ان کی زبانیں ہر وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کی پاکیزگی کے بیان میں تر ہیں- ان کی تسبیح یہ ہے سبحان ذی العرش و الجبروت سبحان ذی الملك و الملكوت سبحان الحی الذی لایموت سبحان الذی یمیت الخلائق ولا یموت سبوح قدوس قدوس قدوس سبحان ربنا الا علی رب الملائكة والروح سبحان ربنا الا علی الذی یمیت الخلائق ولا یموت پھر اللہ جس جگہ چاہے گا' اپنی کرسی زمین پر رکھے گا اور بلند آواز سے فرمائے گا' اے جنو اور انسانو! میں نے تمہیں جس دن سے پیدا کیا تھا' اس دن سے آج تک میں خاموش رہا- تمہاری باتیں سنتا رہا- تمہارے اعمال دیکھتا رہا- سنو تمہارے اعمال نامے میرے سامنے پڑھے جائیں گے- جو اس میں بھلائی پائے' وہ اللہ کی حمد کرے اور جو اس میں اور کچھ پائے وہ اپنی جان کو ملامت کرے-

پھر بحکم اله جہنم میں سے ایک دہکتی ہوئی گردن نکلے گی- اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدمؑ کی اولاد کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی پوجا نہ کرنا- وہ تمہارا کھلا دشمن ہے؟ اور صرف میری ہی عبادت کرتے رہنا- یہی سیدھی راہ ہے- شیطان نے تو بہت سی مخلوق کو گمراہ کر دیا ہے کیا تمہیں عقل نہیں؟ یہ ہے وہ جہنم جس کا تم وعدہ دیئے جاتے تھے اور جسے تم جھٹلاتے رہے- اے گنہگارو! آج تم نیک بندوں سے الگ ہو جاؤ- اس فرمان کے ساتھ ہی بدلوگ نیکوں سے الگ ہو جائیں گے- تمام امتیں گھٹنوں کے بل گر پڑیں گی جیسے قرآن کریم میں ہے کہ تو ہر امت کو گھٹنوں کے بل گرے ہوئے دیکھے گا- ہر امت اپنے نامہ اعمال کی طرف بلائی جائے گی- پھر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں فیصلے کرے گا- پہلے جانوروں میں فیصلے ہوں گے یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا- جب کسی کا کسی کے ذمہ کوئی دعویٰ باقی نہ رہے گا تو اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا' تم سب مٹی ہو جاؤ- اس فرمان کے ساتھ ہی تمام جانور مٹی بن جائیں گے- اس وقت کافر بھی یہی آرزو کریں گے کہ کاش ہم بھی مٹی ہو جاتے-

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کے فیصلے شروع کرے گا- سب سے پہلے قتل وخون کا فیصلہ ہو گا- اللہ تعالیٰ اپنی راہ کے شہیدوں کو بھی بلائے گا- ان کے ہاتھوں سے قتل شدہ لوگ اپنا سر اٹھائے ہوئے حاضر ہوں گے- رگوں سے خون بہہ رہا ہو گا- کہیں گے کہ باری تعالیٰ دریافت فرما کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا؟ پس باوجود علم کے اللہ عزوجل مجاہدین سے پوچھے گا کہ تم نے انہیں کیوں قتل کیا؟ وہ جواب دیں گے اس لئے کہ تیری بات بلند ہو اور تیری عزت ہو- اللہ تعالیٰ فرمائے گا' تم سچے ہو' اسی وقت ان کا چہرہ نورانی ہو جائے گا' سورج کی طرح چمکنے لگے گا اور فرشتے انہیں اپنے جھرمٹ میں لے کر جنت کی طرف چلیں گے- پھر باقی کے اور تمام قاتل و مقتول اسی طرح پیش ہوں گے اور جو نفس ظلم سے قتل کیا گیا ہے' اس کا بدلہ ظالم قاتل سے دلوایا جائے گا- اس طرح ہر مظلوم کو ظالم سے بدلہ دلوایا جائے گا یہاں تک کہ جو شخص دودھ

میں پانی ملا کر بیچتا تھا' اسے فرمایا جائے گا کہ اپنے دودھ سے پانی جدا کر دے۔ ان فیصلوں کے بعد ایک منادی با آواز بلند ندا کرے گا جسے سب سنیں گے' ہر عابد اپنے معبود کے پیچھے ہو لے اور اللہ کے سوا جس نے کسی اور کی عبادت کی ہے' وہ جہنم میں چل دے۔ سنو اگر یہ سچے معبود ہوتے تو جہنم میں وارد نہ ہوتے۔ یہ سب تو جہنم میں ہی ہمیشہ رہیں گے۔ اب صرف باایمان لوگ باقی رہیں گے۔ ان میں منافقین بھی شامل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے پاس جس ہیئت میں چاہے تشریف لائے گا اور ان سے فرمائے گا کہ سب اپنے معبودوں کے پیچھے چلے گئے۔ تم بھی جس کی عبادت کرتے تھے اس کے پاس چلے جاؤ۔ یہ جواب دیں گے کہ واللہ ہمارا تو کوئی معبود نہیں بجز الہ العالمین کے۔ ہم نے کسی اور کی عبادت نہیں کی۔ اب ان کے لئے پنڈلی کھول دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ اپنی عظمت کی تجلیاں ان پر ڈالے گا جس سے یہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں گے اور سجدے میں گر پڑے گے لیکن منافق سجدہ نہیں کر سکیں گے۔ یہ اوندھے اور الٹے ہو جائیں گے اور اپنی کمر کے بل گر پڑیں گے۔ ان کی پیٹھ سیدھی کر دی جائے گی۔ مڑ نہیں سکیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ مومنوں کو سجدے سے اٹھنے کا حکم دے گا اور جہنم پر پل صراط رکھی جائے گی جو تلوار جیسی تیز دھار والی ہو گی اور جگہ جگہ آنکڑے اور کانٹے ہوں گے۔ بڑی پھسلنی اور خطرناک ہو گی۔ ایماندار تو اس پر سے اتنی سی دیر میں گزر جائیں گے جتنی دیر میں کوئی آنکھ بند کر کے کھول دے جس طرح بجلی گزر جاتی ہے اور جیسے ہوا تیزی سے چلتی ہے۔ یا جیسے تیز رو گھوڑے یا اونٹ ہوتے ہیں یا خوب بھاگنے والے آدمی ہوتے ہیں۔ بعض صحیح سالم گزر جائیں گے۔ بعض زخمی ہو کر پار اتر جائیں گے بعض کٹ کر جہنم میں گر جائیں گے۔ جنتی لوگ جب جنت کے پاس پہنچیں گے تو کہیں گے کون ہمارے رب سے ہماری سفارش کرے کہ ہم جنت میں چلے جائیں؟ دوسرے لوگ جواب دیں گے اس کے حقدار تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام سے زیادہ اور کون ہوں گے جنہیں رب ذوالکرم نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح ان میں پھونکی اور آمنے سامنے باتیں کیں۔

پس سب لوگ آپ کے پاس آئیں گے اور آپ سے سفارش کرانی چاہیں گے لیکن اپنا گناہ یاد کر کے جواب دیں گے کہ میں اس لائق نہیں ہوں۔ تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ اللہ کے پہلے رسول ہیں۔ لوگ حضرت نوحؑ کے پاس آ کر یہ درخواست کریں گے لیکن وہ بھی اپنے گناہ کو یاد کر کے یہی فرمائیں گے اور کہیں گے کہ تم سب حضرت ابراہیمؑ کے پاس جاؤ۔ وہ خلیل اللہ ہیں۔ لوگ آپ کے پاس آئیں گے اور یہی کہیں گے۔ آپ بھی اپنے گناہ کو یاد کر کے یہی جواب دیں گے اور حضرت موسیٰؑ کے پاس جانے کی ہدایت کریں گے کہ اللہ نے انہیں سرگوشیاں کرتے ہوئے نزدیک کیا تھا۔ وہ کلیم اللہ ہیں۔ ان پر توراۃ نازل فرمائی گئی تھی۔ لوگ آپ کے پاس آئیں گے اور آپ سے طلب سفارش کریں گے آپ بھی اپنے گناہ کا ذکر کریں گے اور روح اللہ اور کلمۃ اللہ حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کے پاس بھیجیں گے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے' میں اس قابل نہیں۔ تم حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔

حضورؐ فرماتے ہیں' پس سب لوگ میرے پاس آئیں گے۔ میں اللہ کے سامنے تین شفاعتیں کروں گا۔ میں جاؤں گا۔ جنت کے پاس پہنچ کر دروازے کا کنڈا پکڑ کر کھٹکھٹاؤں گا تو مجھے مرحبا کہا جائے گا اور خوش آمدید کہا جائے گا۔ میں جنت میں جا کر اپنے رب کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑوں گا اور وہ حمد و ثنا جناب باری کی بیان کروں گا جو کسی نے نہ کی ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد (ﷺ) اپنا سر اٹھاؤ۔ شفاعت کرو۔ قبول کی جائے گی۔ مانگو ملے گا۔ میں سر اٹھاؤں گا' اللہ تعالیٰ تو دلوں کے بھید بھی جانتا ہے تاہم وہ دریافت فرمائے گا کہ کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں کہوں گا اے اللہ تو نے میری شفاعت کے قبول فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ میری شفاعت ان جنتیوں کے بارے میں قبول فرمائے گا اور انہیں جنت کے داخلے کی اجازت ہو جائے گی۔ واللہ جیسے تم اپنے گھر سے اپنے بال بچوں سے آگاہ ہو' اس سے بہت زیادہ یہ جنتی اپنی جگہ اور اپنی بیویوں سے واقف ہوں گے۔ ہر ایک اپنے اپنے ٹھکانے پہنچ جائے گا۔ ستر ستر حوریں اور دو دو عورتیں ملیں گی۔ یہ

دونوں عورتیں اپنی کی ہوئی نیکیوں کے سبب پر فضیلت چہروں کی مالک ہوں گی۔ جنتی ان میں سے ایک کے پاس جائے گا جو یاقوت کے بالا خانے میں سونے کے جڑاؤ تخت پر ستر ریشمی حلے پہنے ہوئے ہوگی۔ اس کا جسم اس قدر نورانی ہوگا کہ ایک طرف اگر جنتی اپنا ہاتھ رکھے تو دوسری طرف سے نظر آئے گا۔ اس کی صفائی کی وجہ سے اس کی پنڈلی کا گودا گوشت پوست میں نظر آ رہا ہوگا اس کا دل اس کا آئینہ ہوگا۔ نہ یہ اس سے بس کرے نہ وہ اس سے اکتائے۔ جب کبھی اس کے پاس جائے گا' باکرہ پائے گا۔ یہ نہ تھکے نہ اسے تکلیف ہو۔ نہ کوئی مکروہ چیز ہو۔ یہ اپنی اس مشغولی میں مزے میں لطف وراحت میں اللہ جانے کتنی مدت گزار دے گا جو ایک آواز آئے گی کہ مانا نہ تمہارا دل اس سے بھرتا ہے نہ ان کا دل تم سے بھرے گا۔ لیکن اللہ نے تمہارے لئے اور بیویاں بھی رکھی ہوئی ہیں۔ اب یہ اوروں کے پاس جائے گا جس کے پاس جائے گا بے ساختہ زبان سے یہی نکلے گا' اللہ کی قسم ساری جنت میں تم سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ مجھے تو جنت کی تمام چیزوں سے زیادہ تم سے محبت ہے۔ ہاں جنہیں ان کی بدعملیوں اور گناہوں نے تباہ کر رکھا ہے' وہ جہنم میں جائیں گے۔ اپنے اپنے اعمال کے مطابق آگ میں جلیں گے۔ بعض قدموں تک' بعض آدھی پنڈلی تک' بعض گھٹنے تک بعض آدھے بدن تک' بعض گردن تک۔ صرف چہرہ باقی رہ جائے گا کیونکہ صورت کا بگاڑنا اللہ نے آگ پر حرام کر دیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے گناہگار دوزخیوں کی شفاعت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' جاؤ جنہیں پہچانو' انہیں نکال لاؤ۔ پھر یہ لوگ جہنم سے آزاد ہوں گے یہاں تک کہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہے گا۔ پھر تو شفاعت کی عام اجازت مل جائے گی۔ کل انبیاء اور شہداء شفاعت کریں گے۔ جناب باری کا ارشاد ہوگا کہ جس کے دل میں ایک دینار برابر بھی ایمان پاؤ اسے نکال لاؤ۔ پس یہ لوگ بھی آزاد ہوں گے اور ان میں سے بھی کوئی باقی نہ رہے گا۔ پھر فرمائے گا' انہیں بھی نکال لاؤ جس کے دل میں دو ثلث دینار کے برابر ایمان ہو۔ پھر فرمائے گا ایک ثلث والوں کو بھی۔ پھر ارشاد ہوگا چوتھائی دینار کے برابر والوں کو بھی۔

پھر فرمائے گا ایک قیراط کے برابر والوں کو بھی۔ پھر ارشاد ہوگا انہیں بھی جہنم سے نکال لاؤ جن کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو۔ پس یہ سب بھی نکل آئیں گے اور ان میں سے ایک شخص بھی باقی نہ بچے گا۔ بلکہ جہنم میں ایک شخص بھی ایسا نہ رہ جائے گا جس نے خلوص کے ساتھ کوئی نیکی بھی اللہ کی فرمانبرداری کے ماتحت کی ہو۔ جتنے شفیع ہوں گے' سب سفارش کر لیں گے یہاں تک کہ ابلیس کو بھی امید بندھ جائے گی اور وہ بھی گردن اٹھا اٹھا کر دیکھے گا کہ شاید کوئی میری بھی شفاعت کرے کیونکہ وہ اللہ کی رحمت کا جوش دیکھ رہا ہوگا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین فرمائے گا کہ اب تو صرف میں ہی باقی رہ گیا اور میں تو سب سے زیادہ رحم و کرم کرنے والا ہوں۔ پس اپنا ہاتھ ڈال کر خود اللہ تبارک وتعالیٰ جہنم میں سے لوگوں کو نکالے گا جن کی تعداد سوائے اس کے اور کوئی نہیں جانتا۔ وہ جلتے جھلستے ہوئے کوئلے کی طرح ہو گئے ہوں گے۔ انہیں نہر حیوان میں ڈالا جائے گا جہاں وہ اس طرح اگیں گے جس طرح دانہ اگتا ہے۔ جو کسی دریا کے کنارے بویا گیا ہو کہ اس کا دھوپ کا رخ تو سبز رہتا ہے اور سائے کا رخ زرد رہتا ہے۔ ان کی گردنوں پر تحریر ہوگا کہ وہ رحمان کے آزاد کردہ ہیں۔ اس تحریر سے انہیں دوسرے جنتی بھی پہچان لیں گے۔ ایک مدت تک تو یونہی رہیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ اے اللہ یہ حروف بھی مٹ جائیں۔ اللہ عزوجل یہ بھی مٹا دے گا۔ یہ حدیث اور آگے بھی ہے اور بہت ہی غریب ہے اور اس کے بعض حصوں کے شواہد متفرق احادیث میں ملتے ہیں۔ اس کے بعض الفاظ منکر ہیں۔ اسماعیل بن رافع قاضی اہل مدینہ اس کی روایت کے ساتھ منفرد ہیں۔ ان کو بعض محدثین نے تو ثقہ کہا ہے اور بعض نے ضعیف کہا ہے اور ان کی حدیث کی نسبت کئی ایک محدثین نے منکر ہونے کی صراحت کی ہے۔ جیسے امام احمدؒ امام ابو حاتمؒ امام عمرو بن علیؒ۔ بعض نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ متروک ہیں۔ امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں' ان کی سب احادیث میں نظر ہے مگر ان کی حدیثیں ضعیف احادیث میں لکھنے کے قابل ہیں۔ میں نے اس حدیث کی سندوں میں جو اختلاف کئی وجوہ سے ہے' اسے علیحدہ ایک جزو میں

بیان کر دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کا بیان بہت ہی غریب ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ بہت سی احادیث کو ملا کر ایک حدیث بنالی ہے۔ اسی وجہ سے اسے منکر کہا گیا ہے۔ میں نے اپنے استاد حافظ ابوالحجاج مزی سے سنا ہے کہ انہوں نے امام ولید بن مسلمؒ کی ایک کتاب دیکھی ہے جس میں ان باتوں کے جو اس حدیث میں ہیں' شواہد بیان کئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّاۗلِّيْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾

جبکہ ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے فرمایا کہ کیا تو بتوں کو اللہ مانتا ہے؟ میں تو تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی پر جانتا ہوں ○ اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کے ملک و مخلوق بطور دلیل کے دکھائے تھے کہ وہ یقین ہونے والوں میں سے ہو جائیں ○ پھر جب اس پر رات کی اندھیری آئی تو اس نے ایک تارا دیکھا کہنے لگا یہ میرا رب ہے جب وہ غائب ہو گیا کہنے لگا میں چھپ جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا ○ پھر چاند کو چمکتا ہوا دیکھ کر کہہ اٹھا کہ یہ میرا رب ہے۔ جب وہ بھی چھپ گیا تو کہنے لگا اگر میرے رب نے میری سچی رہبری نہ فرمائی تو میں تو گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا ○ پھر آفتاب کو روشن دیکھ کر کہنے لگا یہ میرا رب ہے یہ تو سب سے بڑا ہے۔ جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہنے لگا اے میری قوم کے لوگو میں تو تمہارے مقرر کردہ شریکوں سے بالکل بیزار ہوں ○ میں تو پابند توحید ہو کر اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں نہیں ہوں ○

ابراہیم علیہ السلام اور آزر میں مکالمہ: ☆☆ (آیت: ۷۴-۷۹) حضرت عباسؓ کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہم السلام کے والد کا نام آزر نہ تھا بلکہ تارخ تھا۔ آزر سے مراد بت ہے۔ آپ کی والدہ کا نام مثلٰے تھا۔ آپ کی بیوی صاحبہ کا نام سارہ تھا۔ حضرت اسماعیلؑ کی والدہ کا نام ہاجرہ تھا۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کی سریہ تھیں۔ علماء نسب میں سے اوروں کا بھی قول ہے کہ آپ کے والد کا نام تارخ تھا۔ مجاہد اور سدی فرماتے ہیں' آزر اس بت کا نام تھا جس کے پجاری اور خادم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اس بت کے نام کی وجہ سے انہیں بھی اسی نام سے یاد کیا جاتا ہو اور یہی نام مشہور ہو گیا ہو۔ واللہ اعلم۔ ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ آزر کا لفظ ان میں بطور عیب گیری کے استعمال کیا جاتا تھا۔ اس کے معنی ہیں ٹیڑھے آدمی کے۔ لیکن اس کلام کی سند نہیں نہ امام صاحب نے اسے کسی سے نقل کیا ہے۔

سلیمانؒ کا قول ہے کہ اس کے معنی ٹیڑھے پن کے ہیں اور یہی سب سے سخت لفظ ہے جو خلیل اللہ کی زبان سے نکلا۔ ابن جریرؒ کا فرمان ہے کہ ٹھیک بات یہی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے والد کا نام آزر تھا اور یہ جو عام تاریخ داں کہتے ہیں کہ ان کا نام تارخ تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے دونوں نام ہوں یا ایک تو نام ہو اور دوسرا لقب ہو۔ بات تو یہ ٹھیک اور نہایت قوی ہے۔ واللہ اعلم۔ آزر اور آزر دونوں قراتیں ہیں۔ پچھلی قرات یعنی راء کے زبر کے ساتھ تو جمہور کی ہے۔ پیش والی قرات میں ندا کی وجہ سے پیش ہے اور زبر والی قرات لِاَبِیْہِ سے بدل ہونے کی ہے اور ممکن ہے کہ عطف بیان ہو اور یہی زیادہ مشابہ ہے۔ یہ لفظ علمیت اور عجمیت کی بنا پر غیر منصرف ہے۔ بعض لوگ اسے صفت بتلاتے ہیں۔ اس بنا پر بھی یہ غیر منصرف رہے گا جیسے احمر اور اسود۔

بعض اسے اَتَتَّخِذُ کا معمول مان کر منصوب کہتے ہیں۔ گویا حضرت ابراہیم یوں فرماتے ہے کہ اے باپ' کیا آپ آزر بت کو معبود مانتے ہیں؟ لیکن یہ دور کی بات ہے۔ خلاف لغت ہے کیونکہ حرف استفہام کے بعد والا اپنے سے پہلے والے میں عامل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اس کے لئے ابتداء کلام کا حق ہے۔ عربی کا یہ تو مشہور قاعدہ ہے۔ الغرض حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اپنے باپ کو وعظ سنا رہے ہیں اور انہیں بت پرستی سے روک رہے ہیں لیکن وہ باز نہ آئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ تو نہایت بری بات ہے کہ تم ایک بت کے سامنے الحاج اور عاجزی کرو جو اللہ کا حق ہے۔ یقیناً اس مسلک کے لوگ سب کے سب بہکے ہوئے اور راہ بھٹکے ہوئے ہیں اور آیت میں ہے کہ صدیق نبی ابراہیم خلیلؑ نے اپنے والد سے فرمایا' ابا آپ ان کی پرستش کیوں کرتے ہیں جو نہ سنیں نہ دیکھیں نہ کچھ فائدہ پہنچائیں۔ ابا میں آپ کو وہ کھری بات سناتا ہوں جو اب تک آپ کے علم میں نہیں آئی تھی۔ آپ میری بات مان لیجئے۔ میں آپ کو صحیح راہ کی رہنمائی کروں گا۔ ابا شیطان کی عبادت سے ہٹ جایئے۔ وہ تو رحمان کا نافرمان ہے۔ ابا مجھے تو ڈر لگتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو آپ پر اللہ کا کوئی عذاب آ جائے اور آپ شیطان کے رفیق کار بن جائیں۔ باپ نے جواب دیا کہ ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے ناراض ہے؟ سن اگر تو اس سے باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔ پس اب تو مجھ سے الگ ہو جا۔ آپ نے فرمایا' اچھا میرا اسلام لو۔ میں تو اب بھی اپنے پروردگار سے تمہاری معافی کی درخواست کروں گا۔ وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔ میں تم سب کو اور تمہارے ان معبودوں کو جو اللہ کے سوا ہیں' چھوڑتا ہوں۔ اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہوتا ہوں۔ ناممکن ہے کہ میں اس کی عبادت بھی کروں اور پھر بے نصیب اور خالی ہاتھ رہوں۔ چنانچہ حسب وعدہ خلیل اللہؑ اپنے والد کی زندگی تک استغفار کرتے رہے لیکن جبکہ مرتے ہوئے بھی وہ شرک سے باز نہ آئے تو آپ نے استغفار بند کر دیا اور بیزار ہو گئے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے حضرت ابراہیمؑ کا اپنے باپ کے لئے استغفار کرنا ایک وعدے کی بنا پر تھا۔ جب آپ پر یہ کھل گیا کہ وہ دشمن الٰہ ہے تو آپ اس سے بیزار اور بری ہو گئے۔ ابراہیمؑ بڑے ہی اللہ سے ڈرنے والے نرم دل' حلیم الطبع تھے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ آزر سے ملاقات کریں گے۔ آزر آپ کو دیکھ کر کہے گا بیٹا آج میں تیری کسی بات کی مخالفت نہ کروں گا۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ اے اللہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ قیامت کے دن تو مجھے رسوا نہ کرے گا۔ اس سے زیادہ رسوائی کیا ہو گی کہ میرا باپ رحمت سے دور کر دیا جائے۔ آپ سے فرمایا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے کی طرف دیکھو۔ دیکھیں گے کہ ایک بجو کیچڑ میں لتھڑا کھڑا ہے۔ اس کے پاؤں پکڑے جائیں گے اور آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ مخلوق کو دیکھ کر خالق کی وحدانیت سمجھ میں آ جائے اس لئے ہم نے ابراہیمؑ کو آسمان و زمین کی مخلوق دکھا دی جیسے اور آیت میں ہے اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور جگہ ہے افلم یروا الی مابین ایدھم الخ' یعنی لوگوں کو آسمان و زمین کی مخلوق پر عبرت کی نظریں ڈالنی چاہئیں۔ انہیں اپنے آگے پیچھے آسمان و زمین کو دیکھنا چاہئے۔ اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں۔ اگر چاہیں آسمان کا ٹکڑا ان پر گرا دیں۔ رغبت و رجوع والے بندوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔

مجاہدؒ وغیرہ سے منقول ہے کہ آسمان حضرت ابراہیمؑ کے سامنے کھول دیئے گئے۔ عرش تک آپ کی نظریں پہنچیں۔ حجاب اٹھا دیئے گئے اور آپ نے سب کچھ دیکھا۔ بندوں کو گناہوں میں دیکھ کر ان کے لئے بد دعا کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھ سے زیادہ میں ان پر رحیم ہوں۔ بہت ممکن ہے کہ یہ توبہ کرلیں اور بد اعمالیوں سے ہٹ جائیں۔ پس یہ دکھلانا موقوف کر دیا گیا ہے۔ ممکن ہے یہ کشف کے طور پر ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد معلوم کرانا اور حقائق سے متعارف کرا دینا ہو۔ چنانچہ مسند احمد اور ترمذی کی ایک حدیث میں حضورؐ کے خواب کا ذکر ہے کہ میرے پاس میرا رب بہت اچھی صورت میں آیا اور مجھ سے دریافت فرمایا کہ اونچی جماعت کے فرشتے اس وقت کس بارے میں گفتگو کر رہے ہیں؟ میں نے اپنی لاعلمی ظاہر کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہتھیلی میرے دونوں بازوؤں کے درمیان رکھ دی یہاں تک کہ اس کی پوریوں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی۔ پھر تو تمام چیزیں میرے سامنے کھل گئیں اور میں نے اسے پہچان لیا و لیکون کا واؤ زائدہ ہے۔ جیسے وَلِتَسْتَبِيْنَ میں اور کہا گیا ہے کہ وہ اپنی جگہ پر ہے یعنی اس لئے کہ وہ عالم اور یقین والے ہو جائیں۔ رات کے اندھیرے میں خلیل اللہ ستارے کو دیکھ کر فرماتے ہیں کہ یہ میرا رب ہے۔ جب وہ غروب ہو جاتا ہے تو آپ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ پروردگار نہیں کیونکہ رب دوام والا ہوتا ہے۔ وہ زوال اور انقلاب سے پاک ہوتا ہے۔ پھر جب چاند چڑھتا ہے تو یہی فرماتے ہیں۔ جب وہ بھی غروب ہو جاتا ہے تو اس سے بھی یکسوئی کر لیتے ہیں۔ پھر سورج کے طلوع ہونے پر اسے سب سے بڑا پا کر سب سے زیادہ روشن دیکھ کر یہی کہتے ہیں۔ جب وہ بھی ڈھل جاتا ہے تو اللہ کے سوا تمام معبودوں سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ اور پکار اٹھتے ہیں کہ میں تو اپنی عبادت کے لئے اللہ کی ذات کو مخصوص کرتا ہوں جس نے ابتداء میں بغیر کسی نمونے کے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے۔ میں شرک سے ہٹ کر توحید کی طرف لوٹتا ہوں اور میں مشرکوں میں شامل رہنا نہیں چاہتا۔ مفسرین ان آیتوں کی بابت دو خیال ظاہر کرتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ بطور نظر اور غور و فکر کے تھا۔ دوسرے یہ کہ یہ سب بطور مناظرہ کے تھا۔ ابن عباسؓ سے دوسری بات ہی مروی ہے۔

ابن جریر میں بھی اسی کو پسند کیا گیا ہے۔ اس کی دلیل میں آپ کا یہ قول لاتے ہیں کہ اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں گمراہ ہو جاتا۔ امام محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے ایک لمبا قصہ نقل کیا ہے جس میں ہے کہ نمرود بن کنعان بادشاہ سے یہ کہا گیا تھا کہ ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جس کے ہاتھوں تیرا تخت تاراج ہوگا۔ تو اس نے حکم دے دیا تھا کہ اس سال میری مملکت میں جتنے بچے پیدا ہوں سب قتل کر دیئے جائیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ نے جب یہ سنا تو کچھ وقت قبل شہر کے باہر ایک غار میں چلی گئیں وہیں حضرت خلیل اللہؑ پیدا ہوئے۔ تو جب آپ اس غار سے باہر نکلے تب آپ نے یہ سب فرمایا تھا جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے بالکل صحیح بات یہ ہے کہ یہ گفتگو اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مناظرانہ تھی۔ اپنی قوم کی باطل پرستی کا احوال اللہ کو سمجھا رہے تھے۔ اول تو آپ نے اپنے والد کی خطا ظاہر کی کہ وہ زمین کے ان بتوں کی پوجا کرتے تھے جنہیں انہوں نے فرشتوں وغیرہ کی شکل پر بنا لیا تھا اور جنہیں وہ سفارشی سمجھ رہے تھے۔ یہ لوگ بزعم خود اپنے آپ کو اس قابل نہیں جانتے تھے کہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ اس لئے بطور وسیلے کے فرشتوں کو پوجتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ان کے بارہ میں کہہ سن کر ان کی روزی وغیرہ بڑھوا دیں اور ان کی حاجتیں پوری کرا دیں۔ پھر جن آسمانی چیزوں کو یہ پوجتے تھے ان میں ان کی خطا بیان کی۔ یہ ستارہ پرست بھی تھے۔ ساتوں ستاروں کو جو چلنے پھرنے والے ہیں پوجتے تھے۔ چاند عطارد زہرہ سورج مریخ مشتری زحل۔ ان کے نزدیک سب سے زیادہ روشن سورج ہے پھر چاند پھر زہرہ پس آپ نے ادنیٰ سے شروع کیا اور اعلیٰ تک لے گئے۔ پہلے تو زہرہ کی نسبت فرمایا کہ وہ پوجا کے قابل نہیں کیونکہ یہ دوسرے کے قابو میں ہیں۔ یہ مقررہ چال سے چلتا مقررہ جگہ پر چلتا ہے دائیں بائیں ذرا بھی کھسک نہیں سکتا۔ تو جبکہ وہ خود اپنے اوپر بھی قابو نہیں رکھتا خود بھی آزاد نہیں تو تم پر یا دنیا پر اس کا کیا قبضہ ہوگا؟ اور کہاں

سے ہوگا؟ یہ تو خود اللہ کی ملکیت کی بے شمار چیزوں میں سے ایک چیز ہے۔ اس میں روشنی بھی اللہ کی دی ہوئی ہے۔ یہ مشرق سے نکلتا ہے پھر چلتا پھرتا رہتا ہے اور ڈوب جاتا ہے۔

پھر دوسری رات اسی طرح ظاہر ہوتا ہے تو ایسی چیز معبود ہونے کی صلاحیت کیا رکھتی ہے؟ پھر اس سے زیادہ روشن چیز یعنی چاند کو دیکھتے ہیں اور اس کو بھی عبادت کے قابل نہ ہونا ظاہر فرما کر پھر سورج کو لیا اور اس کی مجبوری اور اس کی غلامی اور مسکینی کا اظہار کیا اور کہا کہ لوگو! میں تمہارے ان شرکاء سے' ان کی عبادت سے' ان کی عقیدت سے' ان کی محبت سے دور ہوں۔ سنو اگر یہ سچے معبود ہیں اور کچھ قدرت رکھتے ہیں تو ان سب کو ملا لو اور جو تم سب سے ہو سکے میرے خلاف کر لو۔ میں تو اس اللہ کا عابد ہوں جو ان مصنوعات کا صانع' جو ان مخلوقات کا خالق ہے جو ہر چیز کا مالک' رب اور سچا معبود ہے جیسے قرآنی ارشاد ہے کہ تمہارا رب صرف وہی ہے جس نے چھ دن میں آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ پھر عرش پر مستوی ہو گیا۔ رات کو دن سے' دن کو رات سے ڈھانپتا ہے۔ ایک دوسرے کے برابر پیچھے جا رہا ہے۔ سورج' چاند اور تارے سب اس کے فرمان کے ماتحت ہیں۔ خلق و امر اسی کی ملکیت میں ہیں۔ وہ رب العالمین ہے۔ بڑی برکتوں والا ہے' یہ تو بالکل ناممکن سا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہ سب فرمان بطور واقعہ کے ہوں اور حقیقت میں آپ اللہ کو پہچانتے ہی نہ ہوں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ الخ' یعنی ہم نے پہلے سے حضرت ابراہیم کو سیدھا راستہ دے دیا تھا اور ہم اس سے خوب واقف تھے جبکہ اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا یہ صورتیں کیا ہیں جن کی تم پرستش اور مجاورت کر رہے ہو؟ اور آیت میں ہے اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ الخ ابراہیم تو بڑے خلوص والے اللہ کے سچے فرمانبردار تھے۔ وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔ اللہ نے انہیں پسند فرما لیا تھا اور صراط مستقیم کی ہدایت دی تھی۔ دنیا کی بھلائیاں دی تھیں اور آخرت میں بھی انہیں صالح لوگوں میں ملا دیا تھا۔ اب ہم تیری طرف وحی کر رہے ہیں کہ ابراہیم حنیف کے دین کا تابعدار رہ۔ وہ مشرک نہ تھا۔

بخاری و مسلم میں ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث قدسی میں ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' میں نے اپنے بندوں کو موحد پیدا کیا ہے۔ کتاب اللہ میں فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو فطرت اللہ پر پیدا کیا ہے۔ اللہ کی خلق کی تبدیلی نہیں۔ اور آیت میں ہے تیرے رب نے آدم کی پیٹھ سے ان کی اولاد نکال کر انہیں ان کی جانوں پر گواہ کیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے اقرار کیا کہ ہاں بے شک تو ہمارا رب ہے۔ پس یہی فطرت اللہ ہے جیسے کہ اس کا ثبوت عنقریب آئے گا ان شاء اللہ پس جبکہ تمام مخلوق کی پیدائش دین اسلام پر' اللہ کی سچی توحید پر ہے تو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جن کی توحید اور اللہ پرستی کا ثناخواں خود کلام رحمان ہے' ان کی نسبت کون کہہ سکتا ہے کہ آپ اللہ جل شانہ سے آگاہ نہ تھے اور کبھی تارے کو اور کبھی چاند سورج کو اپنا اللہ سمجھ رہے تھے۔ نہیں نہیں آپ کی فطرت سالم تھی۔ آپ کی عقل صحیح تھی۔ آپ اللہ کے سچے دین پر اور خالص توحید پر تھے۔ آپ کا یہ تمام کلام بحیثیت مناظرہ تھا اور اس کی زبردست دلیل اس کے بعد کی آیت ہے۔

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۭ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ۭ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ رَبِّيْ شَيْـــًٔـا ۭ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝۸۰

اس کی قوم اس سے حجت کرنے لگی تو اس نے کہا' کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑا کر رہے ہو؟ مجھے تو اللہ راہ دکھا چکا ہے۔ جنہیں تم اللہ کے ساتھ شریک بنا رہے ہو

ہو میں ان سے بالکل نہیں ڈرتا' ہاں اگر میرا پروردگار ہی کوئی بات چاہے میرا رب ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے ○

مشرکین کا توحید سے فرار: ☆☆ (آیت: ۸۰) ابراہیم علیہ السلام کی سچی توحید کے دلائل سن کر پھر بھی مشرکین آپ سے بحث جاری رکھتے ہیں تو آپ ان سے فرماتے ہیں' تعجب ہے کہ تم مجھ سے اللہ جل جلالہ کے بارے میں جھگڑا کر رہے ہو؟ حالانکہ وہ یکتا اور لاشریک ہے اس نے مجھے راہ دکھا دی ہے اور دلیل عطا فرمائی ہے۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ تمہارے یہ سب معبود محض بے بس اور بے طاقت ہیں۔ میں نہ تو تمہاری فضول اور باطل باتوں میں آؤں گا نہ تمہاری دھمکیاں سچی جانوں گا۔ جاؤ تم سے اور تمہارے باطل معبودوں سے جو ہو سکے کر لو۔ ہرگز ہرگز کمی نہ کرو بلکہ جلدی کر گزرو۔ اگر تمہارے اور ان کے قبضے میں میرا کوئی نقصان ہے تو جاؤ پہنچا دو۔ میرے رب کی منشا بغیر کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔ ضرر نفع سب اسی کی طرف ہے۔ تمام چیزیں اسی کے علم میں ہیں۔ اس پر چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی پوشیدہ نہیں۔ افسوس اتنی دلیلیں سن کر بھی تمہارے دل نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ ہود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کے سامنے یہی دلیل پیش کی تھی۔

قرآن میں موجود ہے کہ ان کی قوم نے ان سے کہا' اے ہود تم کوئی دلیل تو لائے نہیں ہو اور صرف تمہارے قول سے ہم اپنے معبودوں سے دست بردار نہیں ہو سکتے نہ ہم تجھ پر ایمان لائیں گے۔ ہمارا اپنا خیال تو یہ ہے کہ ہمارے معبودوں نے تجھے کچھ کر دیا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ تم جن کو بھی اللہ کا شریک ٹھہرا رہے ہو میں سب سے بیزار ہوں۔ جاؤ تم سب مل کر جو کچھ مکر میرے ساتھ کرنا چاہتے ہو وہ کر لو اور مجھے مہلت بھی نہ دو۔ میں نے تو اس رب پر توکل کر لیا ہے جو تمہارا میرا سب کا پالنہار ہے۔ تمام جانداروں کی پیشانیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ سمجھو اور سوچو تو سہی کہ میں تمہارے ان باطل معبودوں سے کیوں ڈروں گا؟ جب کہ تم اس اکیلے اللہ وحدہ لاشریک سے نہیں ڈرتے اور کھلم کھلا اس کی ذات کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرا رہے ہو۔ تم ہی بتلاؤ کہ ہم تم میں سے امن کا زیادہ حقدار کون ہے؟ دلیل میں اعلیٰ کون ہے؟ یہ آیت مثل آیت اَمۡ لَهُمۡ شُرَكٰٓؤُا الخ اور آیت اِنۡ هِىَ اِلَّاۤ اَسۡمَآءٌ الخ کے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کا بندہ جو خیر و شر کا' نفع و ضرر کا مالک ہے' امن والا ہو گا یا اس کا بندہ جو محض بے بس اور بے قدرت ہے' قیامت کے دن کے عذابوں سے امن میں رہے گا۔

وَكَيۡفَ اَخَافُ مَاۤ اَشۡرَكۡتُمۡ وَلَا تَخَافُوۡنَ اَنَّكُمۡ اَشۡرَكۡتُمۡ بِاللّٰهِ
مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهٖ عَلَيۡكُمۡ سُلۡطٰنًا ؕ فَاَىُّ الۡفَرِيۡقَيۡنِ اَحَقُّ
بِالۡاَمۡنِ ۚ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۘ‏ ۸۱ اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ يَلۡبِسُوۡۤا
اِيۡمَانَهُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰۤـئِكَ لَهُمُ الۡاَمۡنُ وَهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ۸۲ وَتِلۡكَ
حُجَّتُنَاۤ اٰتَيۡنٰهَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ عَلٰى قَوۡمِهٖ ؕ نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ
نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيۡمٌ عَلِيۡمٌ ۸۳

کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ میں تمہارے معبودوں سے کیوں خوف کھاؤں؟ اور تم نہیں ڈرتے کہ اللہ کے ساتھ انہیں شریک ٹھہرا رہے ہو جس کی کوئی دلیل اللہ نے تم پر نازل نہیں فرمائی۔ اگر تم میں صحیح علم ہے تو تم ہی بتلا دو کہ ہم دونوں جماعتوں میں سے امن کا زیادہ حقدار کون ہے؟ ○ جو لوگ ایمان لا کر اپنے ایمان

کو شرک سے خلط ملط نہیں کرتے' ان ہی کے لئے امن ہے اور حقیقتاً راہ یافتہ وہی لوگ ہیں ○ یہی ہمارے وہ دلائل تھے جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں عطا فرما رکھے تھے ۔ ہم جسے چاہیں مرتبوں میں بڑھا چڑھا دیں ۔ بیشک تیرا رب بڑی حکمت والا' کامل علم والا ہے ○

پھر جناب باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ صرف اللہ ہی کی عبادت کریں اور خلوص کے ساتھ دینداری کریں' رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں ۔ امن و امان اور راہ راست والے یہی لوگ ہیں ۔ جب یہ آیت اتری تو صحابہؓ ظلم کا لفظ سن کر چونک اٹھے اور کہنے لگے یا رسول اللہؐ ہم میں سے ایسا کون ہے جس نے کوئی گناہ ہی نہ کیا ہو؟ اس پر آیت اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ نازل ہوئی یعنی یہاں مراد ظلم سے شرک ہے (بخاری شریف) اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نے ان کے اس سوال پر فرمایا' کیا تم نے اللہ کے نیک بندے کا یہ قول نہیں سنا کہ اے میرے پیارے بچے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا ۔ شرک بڑا بھاری ظلم ہے ۔ پس مراد یہاں ظلم سے شرک ہے اور روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تم جو سمجھ رہے ہو وہ مقصد نہیں ۔ اور حدیث میں آپ کا خود بظلم کی تفسیر بشرك سے کرنا مروی ہے ۔ بہت سے صحابیوں سے بہت سی سندوں کے ساتھ بہت سی کتابوں میں یہ حدیث مروی ہے ۔ ایک روایت میں حضورؐ کا فرمان ہے کہ مجھ سے کہا گیا کہ تو ان ہی لوگوں میں سے ہے ۔

مسند احمد میں زاذانؒ اور جریر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ۔ جب ہم مدینہ شریف سے باہر نکل گئے تو ہم نے دیکھا کہ ایک اونٹ سوار بہت تیزی سے اپنے اونٹ کو دوڑاتا ہوا آ رہا ہے ۔ حضورؐ نے فرمایا' یہ تمہاری طرف ہی آ رہا ہے اس نے پہنچ کر سلام کیا ۔ ہم نے جواب دیا ۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا ۔ کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے کہا' اپنے گھر سے' اپنے بال بچوں میں سے' اپنے کنبے قبیلے میں سے ۔ دریافت فرمایا' کیا ارادہ ہے؟ کیسے نکلے ہو؟ جواب دیا اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی جستجو میں ۔ آپ نے فرمایا پھر تو تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ۔ میں ہی اللہ کا رسول ہوں ۔ اس نے خوش ہو کر کہا' یا رسول اللہؐ مجھے سمجھایئے کہ ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا' یہ کہہ دو کہ اللہ ایک ہے اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسولؐ ہیں اور نمازوں کو قائم رکھے اور زکوۃ ادا کرتا رہے اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے اس نے کہا مجھے سب باتیں منظور ہیں ۔ میں سب اقرار کرتا ہوں ۔ اتنے میں ان کے اونٹ کا پاؤں ایک سوراخ میں گر پڑا اور اونٹ ایک دم سے جھٹکا لے کر جھک گیا اور وہ اوپر سے گرے اور سر کے بل گرے اور اسی وقت روح پرواز کر گئی ۔ حضورؐ نے ان کے گرتے ہی فرمایا کہ دیکھو انہیں سنبھالو ۔ اسی وقت حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ اپنے اونٹوں سے کود پڑے اور انہیں اٹھا لیا ۔ دیکھا تو روح جسم سے علیحدہ ہو چکی ہے ۔ حضورؐ سے کہنے لگے' یا رسول اللہؐ یہ تو فوت ہو گئے ۔ آپؐ نے منہ پھیر لیا ۔

پھر ذرا سی دیر میں فرمانے لگے ۔ تم نے مجھے منہ موڑتے ہوئے دیکھا ہو گا ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے دیکھا دو فرشتے آئے تھے اور مرحوم کے منہ میں جنت کے پھول دے رہے تھے ۔ اس سے میں نے جان لیا کہ بھوکے فوت ہوئے ہیں ۔ سنو یہ انہی لوگوں میں سے ہیں جن کی بابت اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے نہ ملایا' ان کے لئے امن و امان ہے اور وہ راہ یافتہ ہیں ۔ اچھا اپنے پیارے بھائی کا کفن دفن کرو ۔

چنانچہ ہم انہیں پانی کے پاس اٹھا لے گئے' غسل دیا' خوشبو ملی اور قبر کی طرف جنازہ لے کر چلے ۔ آنحضرت ﷺ قبر کے کنارے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے' بغلی قبر بناؤ' سیدھی نہ بناؤ' بغلی قبر ہمارے لئے ہے اور سیدھی ہمارے سوا اوروں کے لئے ہے ۔ لوگو یہ وہ شخص ہے جس نے عمل بہت ہی کم کیا اور ثواب زیادہ پایا ۔ یہ ایک اعرابی تھے ۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے' میں اپنے گھر سے اپنے بال بچوں سے' اپنے مال سے' اپنے کنبے قبیلے سے اس لئے اور صرف اس لئے الگ ہوا

ہوں کہ آپ کی ہدایت کو قبول کروں' آپ کی سنتوں پر عمل کروں - آپ کی حدیثیں لوں - یا رسول اللہ میں گھاس پھوس کھاتا ہوا آپ تک پہنچا ہوں - آپ مجھے اسلام سکھایئے - حضورؐ نے سکھایا - اس نے قبول کیا - ہم سب ان کے اردگرد بھیڑ لگائے کھڑے تھے - اتنے میں جنگلی چوہے کے بل میں ان کے اونٹ کا پاؤں پڑ گیا - یہ گر پڑے اور گردن ٹوٹ گئی - آپ نے فرمایا' اس اللہ کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا' یہ سچ مچ فی الواقع اپنے گھر سے' اپنے اہل وعیال سے اور اپنے مال مویشی سے صرف میری تابعداری کی دھن میں نکلا تھا اور وہ اس بات میں بھی سچے تھے کہ وہ میرے پاس نہیں پہنچے یہاں تک کہ ان کا کھانا صرف سبز پتے اور گھاس رہ گیا تھا - تم نے ایسے لوگ بھی سنے ہوں گے جو عمل کم کرتے ہیں اور ثواب بہت پاتے ہیں - یہ بزرگ انہی میں سے تھے - تم نے سنا ہوگا کہ باری تعالیٰ فرماتا ہے' جو ایمان لائیں اور ظلم نہ کریں' وہ امن وہدایت والے ہیں - یہ انہی میں سے تھے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

پھر فرمایا ابراہیم علیہ السلام کو یہ دلیلیں ہم نے سکھائیں جن سے وہ اپنی قوم پر غالب آ گئے جیسے انہوں نے ایک اللہ کے پرستار کا امن اور اس کی ہدایت بیان فرمائی اور خود اللہ کی طرف سے اس بات کی تصدیق کی گئی دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ (1) کی یہی ایک قرات ہے' اضافت کے ساتھ اور بے اضافت دونوں طرح پڑھایا گیا ہے جیسے سورۂ یوسف میں ہے اور معنی دونوں قراتوں کے قریب قریب برابر ہیں - تیرے رب کے اقوال رحمت والے اور اس کے کام بھی حکمت والے ہیں - وہ صحیح راستے والوں کو اور گمراہوں کو بخوبی جانتا ہے جیسے فرمان ہے - جن پر تیرے رب کی بات صادق آ گئی ہے - ان کے پاس چاہے تم تمام نشانیاں لے آؤ - پھر بھی انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ اپنی آنکھوں سے عذاب دیکھ لیں - پس رب کی حکمت اور اس کے علم میں کوئی شبہ نہیں -

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾

ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب دیا - ہر ایک کو ہم نے ہدایت کی - اس سے پہلے کے زمانے میں ہم نے نوح کو بھی راہ راست دکھائی تھی اور ان کی اولاد میں سے داؤد' سلیمان' ایوب' یوسف' موسیٰ اور ہارون کو بھی نیک کام کرنے والوں کو ہم اسی طرح صلہ دیا کرتے ہیں ○ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو بھی - یہ سب نیک بندوں میں تھے ○ اور اسمٰعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو بھی ان سب کو ہم نے دنیا کے لوگوں پر برتری دی ○

خلیل الرحمٰن کو بشارت اولاد: ☆☆ (آیت:۸۴-۸۶) اللہ تعالیٰ اپنا احسان بیان فرما رہا ہے کہ خلیل الرحمٰن کو اس نے ان کے بڑھاپے کے وقت بیٹا عطا فرمایا جن کا نام اسحاق ہے - اس وقت آپ بھی اولاد سے مایوس ہو چکے تھے اور آپ کی بیوی صاحبہ حضرت سارہؓ بھی مایوس ہو چکی تھیں - جو فرشتے بشارت سنانے آتے ہیں' وہ قوم لوط کی ہلاکت کے لئے جا رہے تھے - ان سے بشارت سن کر مائی صاحبہ سخت متعجب ہو کر کہتی ہیں' میں بڑھیا کھوسٹ ہو چکی' میرے خاوند عمر سے اتر چکے' ہمارے ہاں بچہ ہونا تعجب کی بات ہے - فرشتوں نے جواب دیا اللہ کی قدرت میں ایسے تعجبات عام ہوتے ہیں - اے نبی کے گھرانے والو' تم پر رب کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں' اللہ بڑی تعریفوں والا اور بڑی

بزرگیوں والا ہے۔ اتنا ہی نہیں کہ تمہارے ہاں بچہ ہوگا بلکہ وہ نبی زادہ خود بھی نبی ہوگا اور اس سے تمہاری نسل پھیلے گی اور باقی رہے گی۔ قرآن کی اور آیت میں بشارت کے الفاظ میں نبیا کا لفظ بھی ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ اولاد کی اولاد بھی تم دیکھ لو گے۔ اسحاق کے گھر یعقوبؑ پیدا ہوں گے اور تمہیں خوشی پر خوشی ہوگی اور پھر پوتے کا نام یعقوب رکھنا جو عقب سے مشتق ہے۔ خوش خبری ہے اس امر کی کہ یہ نسل جاری رہے گی۔

وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۗ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

ان کے بعض باپ دادوں، اولادوں اور بھائیوں کو بھی ہم نے ہدایت دی اور ہم نے انہیں اپنا پسندیدہ کر لیا اور راہ مستقیم کی طرف ان کی رہبری کی ○ یہ ہے اللہ کی ہدایت اس سے نوازتا ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے، یہ لوگ بھی اگر شرک کرتے تو ان کے کیے کرائے تمام اعمال غارت ہو جاتے ○ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب وحکمت اور پیغمبری عطا فرمائی۔ اگر یہ کفار قرآنی آیتوں کا انکار کریں تو ہم نے ان آیتوں پر ایمان لانے والی وہ قوم مقرر کی ہے جو ان سے کبھی کفر نہ کرے گی ○

فی الواقع خلیل اللہ علیہ السلام اس بشارت کے قابل بھی تھے۔ قوم کو چھوڑا۔ ان سے منہ موڑا۔ شہر کو چھوڑا۔ ہجرت کی۔ اللہ نے دنیا میں بھی انعام دیئے۔ اتنی نسل پھیلائی جو آج تک دنیا میں آباد ہے۔ فرمان الٰہ ہے کہ جب ابراہیمؑ نے اپنی قوم کو اور ان کے معبودوں کو چھوڑا تو ہم نے انہیں اسحاق و یعقوب بخشا اور دونوں کو نبی بنایا۔

یہاں فرمایا، ان سب کو ہم نے ہدایت دی تھی اور ان کی بھی نیک اولاد دنیا میں باقی رہی۔ طوفان نوحؑ میں کفار سب غرق ہو گئے۔ پھر حضرت نوحؑ کی نسل پھیلی۔ انبیاء انہی کی نسل میں سے ہوتے رہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے بعد تو نبوت انہی کے گھرانے میں رہی جیسے فرمان ہے وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ ہم نے ان ہی کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی اور آیت میں ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ یعنی ہم نے نوح اور ابراہیم کو رسول بنا کر، پھر ان ہی دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب کر دی۔ اور آیت میں ہے۔ یہ ہیں جن پر انعام الٰہ ہوا نبیوں میں سے اور جنہیں ہم نے ہدایت کی تھی اور پسند کر لیا تھا ان پر جب رحمان کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو روتے گڑگڑاتے سجدے میں گر پڑتے تھے۔

پھر فرمایا ہم نے اس کی اولاد میں سے داؤد و سلیمان کو ہدایت کی۔ اس میں اگر ضمیر کا مرجع نوحؑ کو کیا جائے تو ٹھیک ہے اس لئے کہ ضمیر سے پہلے سب سے قریب نام یہی ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۗ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾ ع ۸ / ۱۶

یہی وہ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے۔ پس تو بھی انہی کی ہدایت کی پیروی کر کہہ دے کہ میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ دنیا جہاں کے سب لوگوں کے لئے یہ تو محض نصیحت ہے ○

امام ابن جریرؒ اسی کو پسند فرماتے ہیں اور ہے بھی یہ بالکل ظاہر جس میں کوئی اشکال نہیں۔ ہاں اسے حضرت ابراہیمؑ کی طرف لوٹانا بھی ہے تو اچھا اس لئے کہ کلام انہی کے بارے میں ہے۔ قصہ انہی کا بیان ہو رہا ہے لیکن بعد کے ناموں میں سے لوطؑ کا نام اولاد آدمؑ میں ہونا ذرا مشکل ہے اس لئے کہ حضرت لوطؑ خلیل اللہؑ کی اولاد میں نہیں بلکہ ان کے والد کا نام ماران ہے وہ آزر کے لڑکے تھے تو وہ آپ کے بھتیجے ہوئے ہاں اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ باعتبار غلبے کے انہیں بھی اولاد میں شامل کر لیا گیا ہے جیسے کہ آیت اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ الخ میں حضرت اسمٰعیلؑ کو جو اولاد یعقوب کے چچا تھے باپوں میں شمار کر لیا گیا ہے۔ ہاں یہ بھی خیال رہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو اولاد ابراہیم یا اولاد نوح میں گننا اس بنا پر ہے کہ لڑکیوں کی اولاد یعنی نواسے بھی اولاد میں داخل ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰؑ بن باپ کے پیدا ہوئے تھے۔

روایت میں ہے' حجاج نے حضرت یحییٰ بن یعمر کے پاس آدمی بھیجا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو حسنؓ' حسینؓ کو آنحضرت ﷺ کی اولاد میں گنتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ قرآن سے ثابت ہے لیکن میں تو پورے قرآن میں کسی جگہ یہ نہیں پاتا۔ آپ نے جواب دیا کیا تو نے سورۂ انعام میں وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ الخ نہیں پڑھا اس نے کہا۔ ہاں یہ تو پڑھا ہے۔ کہا پھر دیکھو اس میں حضرت عیسیٰؑ کا نام ہے اور ان کا کوئی باپ تھا ہی نہیں تو معلوم ہوا کہ لڑکی کی اولاد بھی اولاد ہی ہے۔ حجاج نے کہا بے شک آپ سچے ہیں' اسی لئے مسئلہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی ذریت کے لئے وصیت کرے یا وقف کرے یا ہبہ کرے تو لڑکیوں کی اولاد بھی اس میں داخل ہے۔ ہاں اگر اس نے اپنے لڑکوں کو دیا ہے یا ان پر وقف کیا ہے تو اس کے اپنے صلبی لڑکے اور لڑکوں کے لڑکے اس میں شامل ہوں گے اس کی دلیل عربی شاعر کا یہ شعر سنئے ۔

بنو نا بنوا ابنائنا وبناتنا   بنوهن ابنا الرجال الا جانب

یعنی ہمارے لڑکوں کے لڑکے تو ہمارے لڑکے ہیں اور ہماری لڑکیوں کے لڑکے اجنبیوں کے لڑکے ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ لڑکیوں کے لڑکے بھی ان میں داخل ہیں کیونکہ صحیح بخاری شریف میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی نسبت فرمایا' میرا یہ لڑکا سید ہے اور ان شاء اللہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں اللہ تعالیٰ صلح کرا دے گا۔ پس نواسے کو اپنا لڑکا کہنے سے لڑکیوں کی اولاد کا بھی اپنی اولاد میں داخل ہونا ثابت ہوا۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ مجاز ہے۔ اس کے بعد فرمایا' ان کے باپ دادے ان کی اولادیں' ان کے بھائی الغرض اصول و فروع اور اہل طبقہ کا ذکر آ گیا کہ ہدایت اور پسندیدگی ان سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ یہ اللہ کی سچی اور سیدھی راہ پر لگا دیئے گئے ہیں۔ یہ جو کچھ انہیں حاصل ہوا' یہ اللہ کی مہربانی' اس کی توفیق اور اس کی ہدایت سے ہے۔

پھر شرک کی کامل برائی لوگوں کے ذہن میں آ جائے۔ اس لئے فرمایا کہ اگر بالفرض نبیوں کا یہ گروہ بھی شرک کر بیٹھے تو ان کی بھی تمام تر نیکیاں ضائع ہو جائیں جیسے ارشاد ہے وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ الخ تجھ پر اور تجھ سے پہلے کے ایک ایک نبی پر یہ وحی بھیج دی گئی کہ اگر تو نے شرک کیا تو تیرے اعمال اکارت ہو جائیں گے۔ یہ یاد رہے کہ یہ شرط ہے اور شرط کا واقع ہونا ہی ضروری نہیں جیسے فرمان ہے قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ الخ' یعنی اگر اللہ کی اولاد ہو تو میں تو سب سے پہلے ماننے والا بن جاؤں اور جیسے اور آیت میں ہے لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ الخ یعنی اگر کھیل تماشا بنانا ہی چاہتے ہوتو اپنے پاس سے ہی بنا لیتے۔ اور فرمان ہے لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا الخ اگر اللہ تعالیٰ اولاد کا ہی ارادہ کرتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا

لیکن وہ اس سے پاک ہے اور وہ یکتا اور غالب ہے۔ پھر فرمایا بندوں پر رحمت نازل فرمانے کے لئے ہم نے انہیں کتاب وحکمت اور نبوت عطا فرمائی - پس اگر یہ لوگ یعنی اہل مکہ اس کے ساتھ یعنی نبوت کے ساتھ یا کتاب وحکمت ونبوت کے ساتھ کفر کریں' یہ اگر ان نعمتوں کا انکار کریں خواہ قریش ہوں' خواہ اہل کتاب ہوں' خواہ کوئی اور عربی یا عجمی ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ ہم نے ایک قوم ایسی بھی تیار کر رکھی ہے جو اس کے ساتھ کبھی کفر نہ کرے گی۔ یعنی مہاجرین' انصار اور ان کی تابعداری کرنے والے' ان کے بعد آنے والے یہ لوگ نہ کسی امر کا انکار کریں گے نہ تحریف یا ردو بدل کریں گے بلکہ ایمان کامل لے آئیں گے۔ ہر ہر حرف کو مانیں گے۔ محکم متشابہ سب کا اقرار کریں گے۔ سب پر عقیدہ رکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے فضل وکرم سے ان ہی باایمان لوگوں میں کر دے۔ پھر اپنے پیغمبر سے خطاب کر کے فرماتا ہے جن انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر ہوا اور جو مجمل طور پر ان کے بڑوں چھوٹوں اور لواحقین میں سے مذکور ہوئے' یہی سب اہل ہدایت ہیں تو اپنے نبی آخر الزمان ہی کی اقتدا اور اتباع کرو اور جب یہ حکم نبی کو ہے تو ظاہر ہے کہ آپ کی امت بطور اولیٰ اس میں داخل ہے۔

صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں حدیث لائے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آپ کے شاگرد رشید حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ کیا سورۂ ص میں سجدہ ہے؟ آپ نے فرمایا' ہاں ہے' پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا' آنحضرت ﷺ کو ان کی تابعداری کا حکم ہوا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اے نبیؐ ان میں اعلان کر دو کہ میں تو قرآن پہنچانے کا کوئی معاوضہ یا بدلہ یا اجرت تم سے نہیں چاہتا۔ یہ تو صرف دنیا کے لئے نصیحت ہے کہ وہ اندھے پن کو چھوڑ کر آنکھوں کا نور حاصل کر لیں اور برائی سے کٹ کر بھلائی پا لیں اور کفر سے نکل کر ایمان میں آ جائیں۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ
مِّنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَاۗءَ بِهٖ مُوْسٰي نُوْرًا
وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ
كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَاۗؤُكُمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ
ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ
مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى
وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ
وَهُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝

جیسی قدر اللہ کی جاننی چاہئے' انہوں نے نہیں جانی کہ کہنے لگے' اللہ نے کسی انسان پر کچھ بھی نازل نہیں فرمایا۔ دریافت تو کر کہ اس کتاب کو جسے موسیٰ لے کر آئے کس نے نازل فرمائی تھی؟ جو لوگوں کے لئے نور و ہدایت ہے' جسے تم نے ورق ورق بنا رکھا ہے۔ جسے تم ظاہر کرتے ہو اور بہت سے حصے کو چھپاتے ہو۔ تمہیں وہ وہ سکھایا گیا جسے نہ تم جانتے تھے نہ تمہارے باپ دادا' جواب دے کہ اللہ ہی نے نازل فرمائی تھی۔ پھر انہیں ان کی بحث میں کھیلتا ہوا چھوڑ دے ○ اور یہ قرآن وہ کتاب ہے جسے ہم نے بابرکت اور اپنے سے پہلی کتابوں کی سچا کرنے والی کر کے اتاری ہے تاکہ تو اہل مکہ کو اور اس کے آس پاس والوں کو

آ گاہ کردے- آخرت کے ماننے والے تو اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی پوری حفاظت کرتے ہیں ۝

تمام رسول انسان ہی ہیں: ☆☆ (آیت:۹۱-۹۲) اللہ کے رسولوں کے جھٹلانے والے دراصل اللہ کی عظمت کے ماننے والے نہیں- عبداللہ بن کثیرؒ کہتے ہیں' کفار قریش کے حق میں یہ آیت اتری ہے- اور قول ہے کہ یہود کی ایک جماعت کے حق میں ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ فخاص یہودی کے حق میں اور یہ بھی ہے کہ مالک بن صیف کے بارے میں کہا گیا ہے- صحیح بات یہ ہے کہ پہلا قول حق ہے اس لئے کہ آیت مکیہ ہے اور اس لئے بھی کہ یہودی آسمان سے کتاب اترنے کے بالکل منکر نہ تھے- ہاں البتہ قریشی اور عام عرب حضورؐ کی رسالت کے قائل نہ تھے اور کہتے تھے کہ انسان اللہ کا رسول نہیں ہو سکتا- جیسے قرآن ان کا تعجب نقل کرتا ہے اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ الخ یعنی کیا لوگوں کو اس بات پر اچنبھا ہوا کہ ہم نے انہی میں سے ایک شخص کی طرف وحی نزول فرمائی کہ وہ لوگوں کو ہوشیار کردے- اور آیت میں ہے وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا الخ لوگوں کے اس خیال نے ہی کہ کیا اللہ نے انسان کو اپنا رسول بنا لیا' انہیں ایمان سے روک دیا ہے- سنو اگر زمین میں فرشتے بستے ہوتے تو ہم بھی آسمان سے کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے- یہاں بھی کفار کا یہی اعتراض بیان کر کے فرماتا ہے کہ انہیں جواب دو کہ تم جو بالکل انکار کرتے ہو کہ کسی انسان پر اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی نازل نہیں فرمایا' یہ تمہاری کیسی کھلی غلطی ہے؟ بھلا بتلاؤ موسیٰ پر تورات کس نے اتاری تھی جو سراسر نور و ہدایت تھی-

الغرض تورات کے تم سب قائل ہو جو مشکل مسائل آسان کرنے والی' کفر کے اندھیروں کو چھانٹنے' شبہ کو ہٹانے اور راہ راست دکھانے والی ہے- تم نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر رکھے ہیں- صحیح اور اصلی کتاب میں سے بہت سا حصہ چھپا رکھا ہے- کچھ اس میں سے لکھ لاتے ہو اور پھر اسے بھی تحریف کر کے لوگوں کو بتا رہے ہو- اپنی باتوں' اپنے خیالات کو اللہ کی کتاب کی طرف منسوب کرتے ہو- قرآن تو وہ ہے جو تمہارے سامنے وہ علوم پیش کرتا ہے جن سے تم اور تمہارے اگلے اور تمہارے بڑے سب محروم تھے- پچھلی سچی خبریں اس میں موجود' آنے والی واقعات کی صحیح خبریں اس میں موجود ہیں- جو آج تک دنیا کے علم میں نہیں آئی تھیں- کہتے ہیں اس سے مراد مشرکین عرب ہیں اور بعض کہتے ہیں اس سے مراد مسلمان ہیں- پھر حکم دیتا ہے کہ یہ لوگ تو اس کا جواب کیا دیں گے کہ تورات کس نے اتاری؟ تو خود کہہ دے کہ اللہ نے اتاری ہے- پھر انہیں ان کی جہالت و ضلالت میں ہی کھیلتا ہوا چھوڑ دے یہاں تک کہ انہیں موت آئے اور یقین کی آنکھوں سے خود ہی دیکھ لیں کہ اس جہان میں یہ اچھے رہتے ہیں یا مسلمان متقی؟ یہ کتاب یعنی قرآن کریم ہمارا اتارا ہے- یہ بابرکت ہے- یہ اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے- ہم نے اسے تیری طرف اس لئے نازل فرمایا کہ تو اہل مکہ کو اس کے پاس والوں کو یعنی عرب کے قبائل اور عجمیوں کو ہوشیار کردے اور ڈرا وا دے دے- من حولها سے مراد ساری دنیا ہے- اور آیت میں ہے قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا یعنی اے دنیا جہان کے لوگو' میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغمبر ہوں- اور آیت میں ہے لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ تا کہ میں تمہیں بھی اور جسے یہ پہنچے' اسے ڈرا دوں اور قرآن سنا کر عذابوں سے خبردار کردوں- اور فرمان ہے وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ جو بھی اس کے ساتھ کفر کرے' اس کا ٹھکانہ جہنم ہے- اور آیت میں فرمایا گیا تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا یعنی اللہ برکتوں والا ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تا کہ وہ تمام جہان والوں کو آگاہ کردے- اور آیت میں ارشاد ہے وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ یعنی اہل کتاب سے اور ان پڑھوں سے سب سے کہہ دو کہ کیا تم اسلام قبول کرتے ہو؟ اگر قبول کر لیں تو راہ راست پر ہیں اور اگر منہ

موڑ لیں تو تجھ پر تو صرف پہنچا دینا ہے۔ اللہ اپنے بندے کو خوب دیکھ رہا ہے۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' مجھے پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں' ان کو بیان فرماتے ہوئے ایک یہ بیان فرمایا کہ ہر نبی صرف ایک قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا لیکن میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ اسی لئے یہاں بھی ارشاد ہوا کہ قیامت کے معتقد تو اسے مانتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ یہ قرآن اللہ کی سچی کتاب ہے اور وہ نمازیں بھی صحیح وقتوں پر برابر پڑھا کرتے ہیں۔ اللہ کے اس فرض کے قیام اور اس کی حفاظت میں سستی اور کاہلی نہیں کرتے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۗ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمُ ۗ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ افترا کرے یا کہے کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے حالانکہ اس کی طرف کوئی وحی نہیں کی گئی اور جو کہے جو اللہ نے اتارا ہے' میں بھی اسی جیسا اتار سکتا ہوں' کاش کہ تو ان ظالموں کو اس وقت دیکھتا جبکہ یہ موت کی بے ہوشیوں میں ہوں گے اور فرشتے ان کی طرف ہاتھ بڑھائے ہوئے ہوں گے کہ اپنی جانیں نکالو' آج تمہیں ذلت کی مار ماری جائے گی کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمے ناحق باتیں کہتے تھے اور اس کی آیتوں کو سن کر اکڑا کرتے تھے ○

مغضوب لوگ: ☆☆ (آیت: ۹۳-۹۴) اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں سے زیادہ ظالم اور کوئی نہیں۔ خواہ اس جھوٹ کی نوعیت یہ ہو کہ اللہ کی اولاد ہے یا اس کے کئی شریک ہیں یا یوں کہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے حالانکہ دراصل رسول نہیں۔ خواہ مخواہ کہہ دے کہ میری طرف وحی نازل ہوتی ہے حالانکہ کوئی وحی نہ اتری ہو اور اس سے بڑھ کر بھی کوئی ظالم نہیں جو اللہ کی سچی وحی سے صف آرائی کا مدعی ہو۔ چنانچہ اور آیتوں میں ایسے لوگوں کا بیان ہے کہ وہ قرآن کی آیتوں کو سن کر کہا کرتے تھے کہ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا کلام کہہ سکتے ہیں۔ کاش کہ تو ان ظالموں کو سکرات موت کی حالت میں دیکھتا جبکہ فرشتوں کے ہاتھ ان کی طرف بڑھ رہے ہوں گے اور وہ مار پیٹ کر رہے ہوں گے۔ یہ محاورہ مار پیٹ سے ہے۔ جیسے ہابیل قابیل کے قصے میں لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ ہے۔ اور آیت میں وَيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ ہے۔ ضحاک اور ابوصالح نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔

خود قرآن کی آیت میں يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ موجود ہے یعنی کافروں کی موت کے وقت فرشتے ان کے منہ پر اور کمر پر مارتے ہیں۔ یہی بیان یہاں ہے کہ فرشتے ان کی جان نکالنے کے لئے انہیں مار پیٹ کرتے ہیں اور کہتے ہیں اپنی جانیں نکالو۔ کافروں کی موت کے وقت فرشتے انہیں عذابوں' زنجیروں' طوقوں کی' گرم کھولتے ہوئے جہنم کے پانی اور اللہ کے غضب و غصے کی خبر سناتے ہیں جس سے ان کی روح ان کے بدن میں چھپتی پھرتی ہے اور نکلنا نہیں چاہتی۔ اس پر فرشتے انہیں مار پیٹ کر جبراً گھسیٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب تمہاری

بدترین اہانت ہوگی اور تم بری طرح رسوا کئے جاؤ گے جیسے کہ تم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ اس کے فرمان کو نہیں مانتے تھے اور اس کے رسولوں کی تابعداری سے چڑتے تھے۔ مومن و کافر کی موت کا منظر جو احادیث میں آیا ہے وہ سب آیت یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ الخ، کی تفسیر میں ہے۔ ابن مردویہ نے اس جگہ ایک بہت لمبی حدیث بیان کی ہے لیکن اس کی سند غریب ہے۔ واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۚ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٩٤﴾ ع ۱۱

یقیناً تم ہمارے پاس ایسے ہی تنہا تنہا حاضر ہوئے جیسے کہ پہلی بار ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا اور جو ساز و سامان ہم نے تمہیں عطا فرما رکھا تھا سب کچھ تم اپنی پیٹھ پیچھے چھوڑ آئے۔ ہم تو تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جنہیں تم اپنے میں شریک سمجھتے رہے۔ تمہارے آپس کے سب تعلقات ٹوٹ گئے اور جو دعوے تم کر رہے تھے سب جاتے رہے ○

پھر فرماتا ہے کہ جس دن انہیں ان کی قبروں سے اٹھایا جائے گا اس دن ان سے کہا جائے گا کہ تم تو اسے بہت دور اور محال مانتے تھے تو اب دیکھ لو جس طرح شروع شروع میں ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا اب دوبارہ بھی پیدا کر دیا۔ جو کچھ مال متاع ہم نے تمہیں دنیا میں دیا تھا سب تم وہیں اپنے پیچھے چھوڑ آئے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں انسان کہتا ہے میرا مال میرا مال حالانکہ تیرا مال وہی ہے جسے تو نے کھا پی لیا وہ فنا ہو گیا یا تو نے پہن اوڑھ لیا۔ وہ پھٹا پرانا ہو کر ضائع ہو گیا یا تو نے نام مولیٰ پر خیرات کیا وہ باقی رہا اس کے سوا جو کچھ ہے اسے تو تو اوروں کے لئے چھوڑ کر یہاں سے جانے والا ہے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں انسان کو قیامت کے دن اللہ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور رب العالمین اس سے دریافت فرمائے گا کہ جو تو نے جمع کیا تھا وہ کہاں ہے؟ یہ جواب دے گا کہ خوب بڑھا چڑھا کر اسے دنیا میں چھوڑ آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم پیچھے چھوڑا ہوا تو یہاں نہیں ہے البتہ آگے بھیجا ہوا یہاں موجود ہے۔ اب جو یہ دیکھے گا تو کچھ بھی نہ پائے گا۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ پھر انہیں ان کا شرک یاد دلا کر دھمکایا جائے گا کہ جنہیں تم اپنا شریک سمجھ رہے تھے اور جن پر ناز کر رہے تھے کہ یہ ہمیں بچا لیں گے اور نفع دیں گے وہ آج تمہارے ساتھ کیوں نہیں؟ وہ کہاں رہ گئے؟ انہیں شفاعت کے لئے کیوں آگے نہیں بڑھاتے؟ حق یہ ہے کہ قیامت کے دن سارے جھوٹ بہتان افترا کھل جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سب کو سنا کر ان سے فرمائے گا جنہیں تم نے میرے شریک ٹھہرا رکھا تھا وہ کہاں ہیں؟ اور ان سے کہا جائے گا کہ جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟ کیا وجہ ہے کہ نہ وہ تمہاری مدد کرتے ہیں نہ خود اپنی مدد وہ آپ کرتے ہیں۔ تم تو دنیا میں انہیں مستحق عبادت سمجھتے رہے۔ بینکم کی ایک قرات بینکم بھی ہے یعنی تمہاری یکجہتی ٹوٹ گئی اور پہلی قرات پر یہ معنی ہیں کہ جو تعلقات تم میں تھے جو وسیلے تم نے بنا رکھے تھے سب کٹ گئے۔ معبودان باطل سے جو غلط منصوبے تم نے باندھ رکھے تھے سب برباد ہو گئے جیسے فرمان باری ہے اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا الخ، یعنی تابعداری کرنے والے ان سے بیزار ہوں گے جن کی تابداری وہ کرتے رہے اور سارے رشتے ناتے اور تعلقات کٹ جائیں گے۔

اس وقت تابعدار لوگ حسرت و افسوس سے کہیں گے کہ اگر ہم دنیا میں واپس جائیں تو تم سے بھی ایسے ہی بیزار ہو جائیں جیسے تم ہم سے بیزار ہوئے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ انہیں ان کے کرتوت دکھائے گا۔ ان پر حسرتیں ہوں گی اور یہ جہنم سے نہیں نکلیں گے! اور آیت میں ہے

جب صور پھونکا جائے گا تو آپس کے نسب منقطع ہو جائیں گے اور کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا - اور آیت میں ہے کہ جن جن کو تم نے اپنا معبود ٹھہرا رکھا ہے اور ان سے دوستیاں رکھتے ہو وہ قیامت کے دن تمہارے اور تم ان کے منکر ہو جاؤ گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرو گے اور تم سب کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور کوئی بھی تمہارا مددگار کھڑا نہ ہوگا اور آیت میں ہے وَقِیْلَ ادْعُوْا شُرَکَآءَ کُمْ الخ' یعنی ان سے کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو آواز دو وہ پکاریں گے لیکن انہیں کوئی جواب نہ ملے گا اور آیت میں ہے وَیَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا الخ' یعنی قیامت کے دن ہم ان سب کا حشر کریں گے - پھر مشرکوں سے فرمائیں گے' کہاں ہیں تمہارے شریک؟ اس بارے کی اور آیتیں بھی بہت ہیں -

إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۖ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَأَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾

اللہ تعالیٰ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑ کر درخت نکالنے والا ہے - وہی زندے کو مردے سے نکالتا ہے اور وہی مردے کا زندے سے نکالنے والا ہے - یہی تو تمہارا اللہ ہے - پھر تم کدھر بہکے چلے جا رہے ہو ○ صبح کی روشنی کو پھاڑ نکالنے والا وہی ہے - اسی نے آرام کے لئے رات بنائی اور سورج چاند کو حساب کا معیار بنایا - یہ ہیں اندازے باندھے ہوئے اللہ غالب عالم کے ○ یہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو پیدا کیا کہ تم خشکی اور تری کے اندھیروں میں ان سے راہ پاتے رہو - جو لوگ ذی علم ہیں' ان کے لئے تو ہم نے کھول کھول کر اپنی نشانیاں بیان کر دیں ○

اس کی حیرت ناک قدرت: ☆☆ (آیت: ۹۵-۹۷) دانوں سے کھیتیاں' بیج اور گٹھلی سے درخت اللہ ہی اگاتا ہے - تم تو انہیں مٹی میں ڈال کر چلے آتے ہو - وہاں انہیں اللہ تعالیٰ پھاڑتا ہے - کونپل نکالتا' پھر وہ بڑھتے ہیں' قوی درخت بن جاتے ہیں اور دانے اور پھل پیدا ہوتے ہیں - پھر گویا اسی کی تفسیر میں فرمایا کہ زندہ درخت اور زندہ کھیتی کو مردہ بیج اور مردہ دانے سے وہ نکالتا ہے جیسے سورۂ یاسین میں ارشاد ہے وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ الخ' مُخْرِجُ کا عطف فَالِقُ پر ہے اور مفسرین نے دوسرے انداز سے ان جملوں میں ربط قائم کیا ہے لیکن مطلب سب کا یہی ہے اور اسی کے قریب قریب ہے - کوئی کہتا ہے مرغی کا انڈے سے نکلنا اور مرغ سے انڈے کا نکلنا مراد ہے - بد شخص کے ہاں نیک اولاد ہونا اور نیکوں کی اولاد کا بد ہونا مراد ہے - وغیرہ - آیت درحقیقت ان تمام صورتوں کو گھیرے ہوئے ہے - پھر فرماتا ہے' ان تمام کاموں کا کرنے والا اکیلا اللہ ہی ہے - پھر کیا وجہ ہے کہ تم حق سے پھر جاتے ہو؟ اور اس لاشریک کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے لگتے ہو؟ وہی دن کی روشنی کا لانے والا اور رات کے اندھیرے کا پیدا کرنے والا ہے - جیسے کہ اس سورت کے شروع میں فرمایا تھا کہ وہی نور و ظلمت کا پیدا کرنے والا ہے - رات کے گھٹا ٹوپ اندھیرے کو دن کی نورانیت سے بدل دیتا ہے - رات اپنے اندھیروں سمیت چھپ جاتی ہے اور دن اپنی تجلیوں سمیت کائنات پر قبضہ جما لیتا ہے - جیسے فرمان ہے وہی دن رات چڑھاتا ہے -

الغرض چیز اور اس کی ضد اس کے زیر اختیار ہے اور یہ اس کی بے انتہا عظمت اور بہت بڑی سلطنت پر دلیل ہے - دن کی روشنی اور اس

کی چہل پہل کی ظلمت اور اس کا سکون اس کی عظیم الشان قدرت کی نشانیاں ہیں- جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَالضُّحٰی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی اور جیسے اس آیت میں فرمایا وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی وَالنَّھَارِ اِذَا تَجَلّٰی اور آیت میں ہے وَالنَّھَارِ اِذَا جَلّٰھَا وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰھَا ان تمام آیتوں میں دن رات کا اور نور و ظلمت، روشنی اور اندھیرے کا ذکر ہے-

حضرت صہیب رومی رحمتہ اللہ علیہ سے ایک بار ان کی بیوی صاحبہ نے کہا کہ رات ہر ایک کے لئے آرام کی ہے لیکن میرے خاوند حضرت صہیبؓ کے لئے وہ بھی آرام کی نہیں- اس لئے کہ وہ رات کو اکثر حصہ جاگ کر کاٹتے ہیں- جب انہیں جنت یاد آتی ہے تو شوق بڑھ جاتا ہے اور یاد الٰہ میں رات گزار دیتے ہیں اور جب جہنم کا خیال آ جاتا ہے تو مارے خوف کے ان کی نیند اڑ جاتی ہے- سورج چاند اس کے مقرر کئے ہوئے اندازے پر برابر چل رہے ہیں- کوئی تغیر اور اضطراب ان میں نہیں ہوتا ہر ایک کی منزل مقرر ہے- جاڑے کی الگ، گرمی کی الگ اور اسی اعتبار سے دن رات ظاہر ہوتے ہیں- چھوٹے اور بڑے ہوتے ہیں جیسے فرمان ہے ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً الخ، اسی اللہ نے سورج کو روشن اور چاند کو منور کیا ہے- ان کی منزلیں مقرر کر دی ہیں- اور آیت میں ہے لَا الشَّمْسُ یَنْبَغِیْ لَھَا نہ تو آفتاب ہی سے بن پڑتا ہے کہ چاند کو جا لے اور نہ رات دن پر سبقت لے سکتی ہے- ہر ایک اپنے فلک میں تیرتا پھرتا ہے- اور جگہ فرمایا، سورج چاند ستارے سب اس کے فرمان کے ماتحت ہیں- یہاں فرمایا، یہ سب اندازے اس اللہ کے مقرر کردہ ہیں جسے کوئی روک نہیں سکتا، جس کے خلاف کوئی کچھ نہیں کر سکتا- جو ہر چیز کو جانتا ہے- جس کے علم سے ایک ذرہ باہر نہیں- زمین و آسمان کی کوئی مخلوق اس سے پوشیدہ نہیں- عموماً قرآن کریم جہاں کہیں رات دن سورج چاند کی پیدائش کا ذکر کرتا ہے، وہاں کلام کا خاتمہ اللہ جل وعلا نے اپنی عزت و علم کی خبر پر کیا ہے جیسے اس آیت میں- اور وَاٰیَةٌ لَّھُمُ الَّیْلُ میں اور سورۂ حم سجدہ کی شروع کی آیت وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا میں- پھر فرمایا ستارے تمہیں خشکی اور تری میں راہ دکھانے کے لئے ہیں- بعض سلف کا قول ہے کہ ستاروں میں ان تین فوائد کے علاوہ اگر کوئی اور کچھ مانے تو اس نے خطا کی اور اللہ پر جھوٹ باندھا- ایک تو یہ کہ یہ آسمان کی زینت ہیں- دوسرے یہ شیاطین پر آگ بن کر برستے ہیں جبکہ وہ آسمانوں کی خبریں لینے کو چڑھیں- تیسرے یہ کہ مسافروں اور مقیم لوگوں کو یہ راستہ دکھاتے ہیں- پھر فرمایا، ہم نے عقلمندوں عالموں اور واقف کار لوگوں کے لئے اپنی آیتیں بالتفصیل بیان فرما دی ہیں-

وَھُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَھُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِھَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِھًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰی ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَیَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾

وہی ہے جس نے تم سب کو ایک ہی جان سے پیدا کیا- پھر رہنے کی جگہ ہے اور سونپنے کی بھی، ہم نے ان کے سامنے جو سمجھ رکھتے ہیں، اپنی آیتیں تفصیل دار بیان کر

دیں ○ وہی ہے جو آسمان سے بارش اتارتا ہے پھر ہم نے اس سے ہر قسم کی روئیدگی اور بوٹیاں نکالیں - پھر اس سے ہرا سبزہ ہم نکالتے ہیں جس سے تہہ بہ تہہ چڑھے ہوئے دانے ہم پیدا کرتے ہیں اور کھجور کے گابھے میں سے گچھے ہیں جھکے ہوئے اور باغات انگور کے اور زیتون اور انار ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور نہ ملتے جلتے یہ سب پھل لائیں ان کا پھل لانا اور پکنا دیکھو جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کے لئے تو ان سب چیزوں میں بہت کچھ نشانات ہیں ○

قدرت کی نشانیاں: ☆☆ (آیت:۹۸-۹۹) فرماتا ہے کہ تم سب انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے تن واحد یعنی حضرت آدمؑ سے پیدا کیا ہے جیسے اور آیت میں ہے لوگو اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا - اسی وجہ سے اس کا جوڑ پیدا کیا - پھر ان دونوں سے مرد و عورت خوب پھیلا دیئے - مُسْتَقَرٌّ سے مراد ماں کا پیٹ اور مُسْتَوْدَعٌ سے مراد باپ کی پیٹھ ہے اور قول ہے کہ جائے قرار دنیا ہے اور سپردگی کی جگہ موت کا وقت ہے - سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں "ماں کا پیٹ" زمین اور جب مرتا ہے سب جائے قرار کی تفسیر ہے - حسن بصریؒ فرماتے ہیں جو مر گیا اس کے عمل رک گئے یہی مراد مستقر سے ہے - ابن مسعودؓ کا فرمان ہے مستقر آخرت میں ہے لیکن پہلا قول ہی زیادہ ظاہر ہے - واللہ اعلم -

سمجھداروں کے سامنے نشان ہائے قدرت بہت کچھ آ چکے - اللہ کی بہت سی باتیں بیان ہو چکیں جو کافی وافی ہیں - وہی اللہ ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا نہایت صحیح اندازے سے - بڑا بابرکت پانی جو بندوں کی زندگانی کا باعث بنا اور سارے جہان پر اللہ کی رحمت بن کر برسا - اسی سے تمام ترو تازہ چیزیں اگیں جیسے فرمان ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ پانی سے ہم نے ہر چیز کی زندگانی قائم کر دی - پھر اس سے سبزہ یعنی کھیتی اور درخت اگتے ہیں جس میں سے دانے اور پھل نکلتے ہیں - دانے بہت سارے ہوتے ہیں گتھے ہوئے تہہ بہ تہہ چڑھے ہوئے اور کھجور کے خوشے جو زمین کی طرف جھکے پڑتے ہیں - بعض درخت خرما چھوٹے ہوتے ہیں اور خوشے چپٹے ہوئے ہوتے ہیں - قنوان کو قبیلہ تمیم قنیان کہتا ہے - اس کا مفرد قنو ہے - جیسی صنوان صنو کی جمع ہے اور باغات انگوروں کے - پس عرب کے نزدیک یہی دونوں میوے سب میووں سے اعلیٰ ہیں - کھجور اور انگور اور فی الحقیقت ہیں بھی یہ اسی درجے کے - قرآن کی دوسری آیت وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ الخ میں اللہ تعالیٰ نے ان ہی دونوں چیزوں کا ذکر فرما کر اپنا احسان بیان فرمایا ہے - اس میں جو شراب بنانے کا ذکر ہے اس پر بعض حضرات کہتے ہیں کہ حرمت شراب کے نازل ہونے سے پہلے کی یہ آیت ہے - اور آیت میں بھی باغ کے ذکر میں فرمایا کہ ہم نے اس میں کھجور و انگور کے درخت پیدا کئے تھے - زیتون بھی ہیں انار بھی ہیں آپس میں ملتے جلتے پھل الگ الگ - شکل صورت مزہ حلاوت فوائد وغیرہ ہر ایک کے جداگانہ - ان درختوں میں پھلوں کا آنا بھی اور ان کا پکنا ملاحظہ کرو اور اللہ کی ان قدرتوں کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کرو کہ لکڑی میں میوہ نکالتا ہے - عدم سے وجود میں لاتا ہے - سوکھے کو گیلا کرتا ہے - مٹھاس لذت خوشبو سب کچھ پیدا کرتا ہے - رنگ روپ شکل صورت دیتا ہے - فوائد رکھتا ہے - جیسے اور جگہ فرمایا ہے کہ پانی ایک زمین ایک کھیتیاں باغات ملے جلے لیکن ہم جسے چاہیں جب چاہیں بنا دیں - کھٹاس مٹھاس کمی زیادتی سب ہمارے قبضے میں ہے - یہ سب خالق کی قدرت کی نشانیاں ہیں جن سے ایماندار اپنا عقیدہ مضبوط کرتے ہیں -

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ
بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع ۱۲ ۱۸

ان لوگوں نے جنات کو اللہ کے شریک ٹھہرا لئے حالانکہ اللہ ہی نے جنوں کو پیدا کیا ہے انہوں نے بے جانے بوجھے اللہ کے بیٹے اور بیٹیاں بھی تراش لیں - یہ لوگ جو کچھ اللہ کے اوصاف بیان کرتے ہیں اللہ ان سے بہت برتر اور پاکیزہ ہے ○

شیطانی وعدے دھوکہ ہیں: ☆☆ (آیت:۱۰۰) جو لوگ اللہ کے سوا اوروں کی عبادت کرتے تھے' جنات کو پوجتے تھے' ان پر انکار فرما رہا ہے۔ ان کے کفر و شرک سے اپنی بیزاری کا اعلان فرماتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ جنوں کی عبادت کیسے ہوئی' وہ تو بتوں کی پوجا پاٹ کرتے تھے تو جواب یہ ہے کہ بت پرستی کے سکھانے والے جنات ہی تھے جیسے خود قرآن کریم میں ہے اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا الخ' یعنی یہ لوگ اللہ کے سوا جنہیں پکار رہے ہیں' وہ سب عورتیں ہیں اور یہ سوائے سرکش ملعون شیطان کے اور کسی کو نہیں پکارتے وہ تو پہلے ہی کہہ چکا ہے کہ کچھ نہ کچھ انسانوں کو تو میں اپنا کر ہی لوں گا۔ انہیں بہکا کر سبز باغ دکھا کر اپنا مطیع بنالوں گا۔ پھر تو وہ بتوں کے نام پر جانوروں کے کان کاٹ کر چھوڑ دیں گے۔ اللہ کی پیدا کردہ ہیئت کو بگاڑنے لگیں گے۔ حقیقتاً اللہ کو چھوڑ کر شیطان کی دوستی کرنے والے کے نقصان میں کیا شک ہے؟ شیطانی وعدے تو صرف دھوکے بازیاں ہیں۔

اور آیت میں ہے اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّیَّتَهٗۤ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ کیا تم مجھے چھوڑ کر شیطان اور اولاد شیطان کو اپنا ولی بناتے ہو؟ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے والد سے فرمایا یٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ الخ' میرے باپ! شیطان کی پرستش نہ کرو۔ وہ تو اللہ کا نافرمان ہے۔ سورۂ یاسین میں ہے کہ کیا میں نے تم سے یہ عہد لیا تھا کہ اے اولاد آدم تم شیطان کی عبادت نہ کرنا۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور یہ کہ تم صرف میری ہی عبادت کرنا۔ سیدھی راہ یہی ہے۔ قیامت کے دن فرشتے بھی کہیں گے سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ الخ' یعنی تو پاک ہے یہ نہیں بلکہ سچا والی ہمارا تو تو ہی ہے۔ یہ لوگ تو جنوں کو پوجتے تھے۔ ان میں سے اکثر لوگوں کا ان پر ایمان تھا۔ پس یہاں فرمایا ہے کہ انہوں نے جنات کی پرستش شروع کر دی حالانکہ پرستش کے لائق صرف اللہ ہے۔ وہ سب کا خالق ہے۔ جب خالق وہی ہے تو معبود بھی وہی ہے۔ جیسے حضرت خلیل اللہ نے فرمایا اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ یعنی کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جنہیں خود گھڑ لیتے ہو حالانکہ تمہارا اور تمہارے تمام کاموں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ یعنی معبود وہی ہے جو خالق ہے۔ پھر ان لوگوں کی حماقت و ضلالت بیان ہو رہی ہے جو اللہ کی اولاد بیٹے بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ یہودی حضرت عزیرؑ کو اور نصرانی حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا جبکہ مشرکین عرب فرشتوں کو اللہ کی لڑکیاں کہتے تھے۔ یہ سب ان کی من گھڑت اور خود تراشیدہ بات تھی۔ اور محض غلط اور جھوٹ تھی۔ حقیقت سے بہت دور نرا بہتان باندھا تھا اور بے سمجھی سے اللہ کی شان کے خلاف ایک زبان سے اپنی جہالت سے کہہ دیا تھا۔ بھلا اللہ کو بیٹوں اور بیٹیوں سے کیا واسطہ؟ نہ اس کی اولاد نہ اس کی بیوی نہ اس کی کفو کا کوئی۔ وہ سب کا خالق' وہ کسی کی شرکت سے پاک' وہ کسی کی حصہ داری سے پاک۔ یہ گمراہ جو کہہ رہے ہیں' سب سے وہ پاک اور برتر' سب سے دور اور بالاتر ہے۔

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰی یَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ
صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝۱۰۱ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ
رَبُّكُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ
شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ۝۱۰۲ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ
اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ۝۱۰۳

آسمان و زمین کو بے نمونہ بنانے والا' اس کی اولاد کیسے ہوگی؟ جبکہ کبھی اس کی جورو ہی نہیں رہی۔ اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کے حال سے

واقف ہے ○ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے۔ کوئی معبود اس کے سوا نہیں۔ تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے تو تم سب اسی کی عبادت کرو۔ وہ ہر ہر چیز کا کارساز و نگہبان ہے ○ اسے نگاہیں نہیں پاسکتیں اور وہ تمام نگاہوں کو پالیتا ہے۔ وہ تو بہت ہی باریک بین اور بڑا ہی واقف ہے ○

اللہ بے مثال ہے۔ وحدہ لاشریک ہے: ☆☆ (آیت:۱۰۱) زمین و آسمان کا موجد بغیر کسی مثال اور نمونے کے انہیں عدم سے وجود میں لانے والا اللہ ہی ہے۔ بدعت کو بھی بدعت اسی لئے کہتے ہیں کہ پہلے اس کی کوئی نظیر نہیں ہوتی' بھلا اس کا صاحب اولاد ہونا کیسے ممکن ہے جبکہ اس کی بیوی ہی نہیں' اولاد کے لئے تو جہاں باپ کا ہونا ضروری ہے' وہیں ماں کا وجود بھی لازمی ہے' اللہ کے مشابہ جبکہ کوئی نہیں ہے اور جوڑا تو ساتھ کا اور جنس کا ہوتا ہے۔ پھر اس کی بیوی کیسے؟ اور بیوی نہیں تو اولاد کہاں؟ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور یہ بھی اس کے منافی ہے کہ اس کی اولاد اور زوجہ ہو۔ جیسے فرمان ہے وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ الخ' لوگ کہتے ہیں اللہ کی اولاد ہے۔ ان کی بڑی فضول اور غلط افواہ ہے۔ عجب نہیں کہ اس بات کو سن کر آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ رحمٰن اور اولاد؟ وہ تو ایسا ہے کہ آسمان و زمین کی کل مخلوق اس کی بندگی میں مصروف ہے۔ سب پر اس کا غلبہ' سب پر اس کا علم' سب اس کے سامنے فرداً فرداً آنے والے۔ وہ خالق کل ہے اور عالم کل ہے۔ اس کی جوڑ کا کوئی نہیں۔ وہ اولاد سے اور بیوی سے پاک ہے اور مشرکوں کے اس بیان سے بھی پاک ہے۔

ہماری آنکھیں اور اللہ جل شانہ: ☆☆ (آیت:۱۰۲-۱۰۳) جس کے یہ اوصاف ہیں یہی تمہارا اللہ ہے' یہی تمہارا پالنہار ہے' یہی سب کا خالق ہے۔ تم اسی ایک کی عبادت کرو' اس کی وحدانیت کا اقرار کرو۔ اس کے سوا کسی کو عبادت کے لائق نہ سمجھو۔ اس کی اولاد نہیں' اس کے ماں باپ نہیں' اس کی بیوی نہیں' اس کی برابری کا اس جیسا کوئی نہیں۔ وہ ہر چیز کا حافظ نگہبان اور وکیل ہے۔ ہر کام کی تدبیر وہی کرتا ہے۔ سب کی روزیاں اسی کے ذمہ ہیں' ہر ایک کی ہر وقت وہی حفاظت کرتا ہے۔ سلف کہتے ہیں' دنیا میں کوئی آنکھ اللہ کو نہیں دیکھ سکتی۔ ہاں قیامت کے دن مومنوں کو اللہ کا دیدار ہوگا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ جو کہے کہ حضورؐ نے اپنے رب کو دیکھا ہے' اس نے جھوٹ کہا۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔

ابن عباسؓ سے اس کے برخلاف مروی ہے۔ انہوں نے رؤیت کو مطلق رکھا ہے اور فرماتے ہیں' اپنے دل سے حضورؐ نے دو مرتبہ اللہ کو دیکھا۔ سورۂ نجم میں یہ مسئلہ پوری تفصیل سے بیان ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ' اسمٰعیل بن علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں کوئی شخص اللہ کو دیکھ نہیں سکتا اور حضرت فرماتے ہیں یہ تو عام طور بیان ہوا ہے۔ پھر اس میں سے قیامت کے دن مومنوں کا دیکھنا مخصوص کر لیا ہے۔ ہاں معتزلہ کہتے ہیں دنیا اور آخرت میں کہیں بھی اللہ کا دیدار نہ ہوگا۔ اس میں انہوں نے اہلسنت کی مخالفت کے علاوہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ سے بھی نادانی برتی۔ کتاب اللہ میں موجود ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ یعنی اس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے اور فرمان ہے كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ یعنی کفار قیامت والے دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں' اس سے صاف ظاہر ہے کہ مومنوں سے اللہ تعالیٰ کا حجاب نہیں ہوگا۔ متواتر احادیث سے بھی یہی ثابت ہے۔ حضرت ابوسعیدؓ' ابوہریرہؓ' انسؓ' جریرؓ' صہیبؓ' بلالؓ وغیرہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مومن اللہ تبارک وتعالیٰ کو قیامت کے میدانوں میں جنت کے باغوں میں دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں بھی انہی میں سے کرے۔ آمین! یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے آنکھیں نہیں دیکھ پاتیں یعنی عقلیں۔ لیکن یہ قول بہت دور کا ہے اور ظاہر کے خلاف ہے اور گویا کہ ادراک کو اس نے رؤیت کے معنی میں سمجھا' واللہ اعلم۔ اور حضرات دیدار کے دیکھنے کو ثابت شدہ مانتے ہوئے لیکن ادراک کے انکار کے بھی

مخالف نہیں اس لئے کہ ادراک رؤیت سے خاص ہے اور خاص کی نفی عام کی نفی کو لازم نہیں ہوتی - اب جس ادراک کی یہاں نفی کی گئی ہے' یہ ادراک کیا ہے اور کس قسم کا ہے - اس میں کئی قول ہیں مثلاً معرفت حقیقت پس حقیقت کا عالم بجز اللہ کے اور کوئی نہیں - گو مومن دیدار کریں گے لیکن حقیقت اور چیز ہے - چاند کو لوگ دیکھتے ہیں لیکن اس کی حقیقت' اس کی ذات' اس کی ساخت تک کسی کی رسائی ہوتی ہے؟ پس اللہ تعالیٰ تو بے مثل ہے -

ابن علیہ فرماتے ہیں نہ دیکھنا دنیا کی آنکھوں کے ساتھ مخصوص ہے - بعض کہتے ہیں ادراک اخص ہے رؤیت سے کیونکہ ادراک کہتے ہیں احاطہ کر لینے کو اور عدم احاطہ سے عدم رؤیت لازم نہیں آتی جیسے علم کا احاطہ نہ ہونے سے مطلق علم کا نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا - احاطہ علم کا نہ ہونا اس آیت سے ثابت ہے کہ وَلَا يُحِيطُونَ بِهٖ عِلْمًا صحیح مسلم میں ہے لا احصی ثناء علیك كما اثنیت علی نفسك یعنی اے اللہ میں تیری ثنا کا احاطہ نہیں کر سکتا لیکن ظاہر ہے کہ اس سے مراد مطلق ثنا کا نہ کرنا نہیں - ابن عباسؓ کا قول ہے کہ کسی کی نگاہ مالک الملک کو گھیر نہیں سکتی - حضرت عکرمہؒ سے کہا گیا کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ تو آپ نے فرمایا' کیا تو آسمان کو نہیں دیکھ رہا؟ اس نے کہا' ہاں' فرمایا - پھر سب دیکھ چکا ہے؟ قتادہؒ فرماتے ہیں' اللہ اس سے بہت بڑا ہے کہ اسے آنکھیں ادراک کر لیں - چنانچہ ابن جریر میں وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ کی تفسیر میں ہے کہ اللہ کی طرف دیکھیں گے ان کی نگاہیں' اس کی عظمت کے باعث احاطہ نہ کر سکیں گی اور اس کی نگاہ ان سب کو گھیرے ہوئے ہوگی - اس آیت کی تفسیر میں ایک مرفوع حدیث میں ہے' اگر انسان' جن' شیطان' فرشتے سب کے سب ایک صف باندھ لیں اور شروع سے لے کر آخر تک کے سب موجود ہوں تا ہم ناممکن ہے کہ کبھی بھی وہ اللہ کا احاطہ کر سکیں - یہ حدیث غریب ہے - اس کی اس کے سوا کوئی سند نہیں نہ صحاح ستہ والوں میں سے کسی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے - واللہ اعلم -

حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں' میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا کہ آنحضرت ﷺ نے اللہ تبارک و تعالیٰ کو دیکھا تو میں نے کہا' کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کو آنکھیں نہیں پا سکتیں اور وہ تمام نگاہوں کو گھیر لیتا ہے - تو آپؓ نے مجھے فرمایا' یہ اللہ کا نور ہے اور وہ جو اس کا ذاتی نور ہے جب وہ اپنی تجلی کرے تو اس کا ادراک کوئی نہیں کر سکتا - اور روایت میں ہے اس کے بالمقابل کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی - اسی جواب کے مترادف معنی وہ حدیث ہے جو بخاری و مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سوتا نہیں نہ اسے سونا لائق ہے - وہ ترازو کو جھکاتا ہے اور اٹھاتا ہے اس کی طرف دن کے عمل رات سے پہلے اور رات کے عمل دن سے پہلے چڑھ جاتے ہیں - اس کا حجاب نور ہے یا نار ہے - اگر وہ ہٹ جائے تو اس کے چہرے کی تجلیاں ہر اس چیز کو جلا دیں جو اس کی نگاہوں تلے ہے -

اگلی کتابوں میں ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہؑ نے اللہ تعالیٰ سے دیدار دیکھنے کی خواہش کی تو جواب ملا کہ اے موسیٰ جو زندہ مجھے دیکھے گا' وہ مر جائے گا اور جو خشک مجھے دیکھ لے گا' ریزہ ریزہ ہو جائے گا - خود قرآن میں ہے کہ جب تیرے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے - افاقہ کے بعد کہنے لگے' اللہ تو پاک ہے - میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلا مومن ہوں - یاد رہے کہ اس خاص ادراک کے انکار سے قیامت کے دن مومنوں کے اپنے رب کے دیکھنے سے انکار نہیں ہو سکتا - اس کی کیفیت کا علم اسی کو ہے - ہاں بے شک اس کی حقیقی عظمت' جلالت' قدرت' بزرگی وغیرہ جیسی ہے' وہ بھلا کہاں کسی کی سمجھ میں آ سکتی ہے؟ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں' آخرت میں دیدار ہوگا اور دنیا میں کوئی بھی اللہ کو نہیں دیکھ سکتا اور یہی آیت تلاوت فرمائی - پس جس ادراک کی نفی کی ہے' وہ معنی میں عظمت و جلالت کی رویت کے ہے جیسا کہ وہ ہے - یہ تو انسان کیا فرشتوں کے لئے بھی ناممکن ہے - ہاں وہ سب کو گھیرے ہوئے ہے - جب وہ خالق ہے تو عالم کیوں نہ ہوگا جیسے فرمان ہے اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ الخ کیا وہ

نہیں جانے گا جو پیدا کرتا ہے، جو لطف و کرم والا اور بڑی خبر داری والا ہے اور ہو سکتا ہے کہ نگاہ سے مراد نگاہ والا ہو یعنی اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا اور وہ سب کو دیکھتا ہے۔ وہ ہر ایک کو نکالنے میں لطیف ہے اور ان کی جگہ سے خبیر ہے۔ واللہ اعلم جیسے کہ حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو وعظ کہتے ہوئے فرمایا تھا کہ بیٹا اگر کوئی بھلائی یا برائی رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو خواہ پتھر میں ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں اللہ اسے لائے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور خبر دار ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ۭ وَمَآ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ ﴿۱۰۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ وَلِیَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَیِّنَهٗ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیلیں آ چکیں۔ اب جو دیکھے وہ اس کا اپنا ہی نفع ہے۔ اور جو اندھا ہو جائے، اس کا وبال اسی پر ہے۔ میں تم پر کچھ محافظ تو نہیں ○ ہم تو اسی طرح سے نشانیاں بیان کر دیتے ہیں تا کہ وہ بھی قائل ہو جائیں کہ تو نے پڑھ سنایا اور اس لئے بھی کہ ہم اسے علم والوں کے لئے واضح کر دیں ○

ہدایت و شفا قرآن و حدیث میں ہے: ☆☆ (آیت: ۱۰۴-۱۰۵) بصائر سے مراد دلیلیں اور حجتیں ہیں جو قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ جو انہیں دیکھے اور ان سے نفع حاصل کرے، وہ اپنا ہی بھلا کرتا ہے جیسے فرمان ہے کہ راہ پانے والا اپنے لئے راہ پاتا ہے اور گمراہ ہونے والا اپنا ہی بگاڑتا ہے۔ یہاں بھی فرمایا' اندھا اپنا ہی نقصان کرتا ہے کیونکہ آخر گمراہی کا اسی پر اثر پڑتا ہے جیسے ارشاد ہے' آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سینوں کے اندر دل اندھے ہو جاتے ہیں۔ میں تم پر نگہبان' حافظ' چوکیدار نہیں بلکہ میں تو صرف مبلغ ہوں' ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے۔ جس طرح توحید کے دلائل واضح فرمائے' اسی طرح اپنی آیتوں کو کھول کھول کر تفسیر اور وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا تا کہ کوئی جاہل نہ رہ جائے اور مشرکین' مکذبین اور کافرین یہ نہ کہہ دیں کہ تو نے اے نبی اہل کتاب سے یہ درس لیا ہے ان سے پڑھا ہے۔ انہی نے تجھے سکھایا ہے۔

ابن عباسؓ سے یہ معنی بھی مروی ہیں کہ تو نے پڑھ سنایا۔ تو نے جھگڑا کیا تو یہ اسی آیت کی طرح آیت ہو گی جہاں بیان ہے وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ افْتَرٰىهُ کافروں نے کہا کہ یہ تو صرف بہتان ہے جسے اس نے گھڑ لیا ہے اور دوسروں نے اس کی تائید کی ہے۔ اور آیتوں میں ان کے بڑے کا قول ہے کہ اس نے بہت کچھ غور و خوض کے بعد فیصلہ کیا کہ یہ تو چلتا ہوا جادو ہے۔ یقیناً یہ انسانی قول ہے اور اس لئے کہ ہم علماء کے سامنے وضاحت کر دیں تا کہ وہ حق کے قائل اور باطل کے دشمن بن جائیں۔ رب کی مصلحت وہی جانتا ہے کہ جو ایک گروہ کو ہدایت اور دوسرے کو ضلالت عطا کرتا ہے۔ جیسے فرمایا' اس کے ساتھ بہت کو ہدایت کرتا ہے۔ اور بہت کو گمراہ کرتا ہے اور آیت میں ہے تا کہ وہ شیطان کے القا کو بیمار دلوں کے لئے سبب فتنہ کر دے اور فرمایا وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ الخ' یعنی ہم نے دوزخ کے پاسبان فرشتے مقرر کئے ہیں۔ ان کی مقررہ تعداد بھی کافروں کے لئے فتنہ ہے تا کہ اہل کتاب کامل یقین کر لیں۔ ایماندار ایمان میں بڑھ جائیں۔ اہل کتاب اور مومن شک و شبہ سے الگ ہو جائیں اور بیمار دل کفر والے کہتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ کی کیا مراد ہے۔ اسی طرح جسے اللہ چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے راہ راست دکھاتا ہے۔ تیرے رب کے لشکروں کو بجز اس کے کوئی نہیں جانتا۔

اور آیت میں ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ الخ' یعنی ہم نے قرآن اتارا ہے جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے البتہ ظالموں کو تو نقصان ہی ملتا ہے۔ اور آیت میں ہے کہ یہ ایمان والوں کے لئے ہدایت و شفا ہے' اور بے ایمانوں کے کانوں میں بوجھ ہے اور ان پر اندھاپن غالب ہے۔ یہ دور کی جگہ سے پکارے جا رہے ہیں۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں جن

سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن سے لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں اور گمراہ بھی ہوتے ہیں۔ دارست کی دوسری قرات درَسَتْ بھی ہے یعنی پڑھا اور سیکھا اور یہ معنی ہیں کہ اسے تو مدت گزر چکی یہ تو تو پہلے سے لایا ہوا ہے' یہ تو تو پڑھایا گیا ہے اور سکھایا گیا ہے۔ ایک قرات میں درس بھی ہے لیکن یہ غریب ہے۔ ابی بن کعب فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے درست پڑھایا ہے۔

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۰۶ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۭ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝۱۰۷ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۠ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۰۸

تیرے رب کی طرف سے جو وحی تیری طرف کی جا رہی ہے' تو اس کی تابعداری کیے چلا جا۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ مشرکوں سے منہ پھیر لے ○ اگر تیرا رب چاہتا' یہ شرک ہی نہ کرتے' ہم نے تجھے ان کا نگہبان نہیں بنایا اور نہ تو ان پر وکیل ہے ○ جنہیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں تم اے مسلمانو! انہیں گالیاں نہ دو کہ یہ از روئے ظلم کے بے علمی سے اللہ کو گالیاں نہ دے لیں' اسی طرح ہم نے ہر گروہ کے اعمال ان کے لئے خوبصورت بنا دیئے ہیں پھر ان سب کا لوٹنا تو ان کے رب کی طرف ہی ہے پس وہ انہیں ان کے کردار پر متنبہ کرے گا ○

وحی کے مطابق عمل کرو: ☆☆ (آیت: ۱۰۶-۱۰۷) حضورؐ کو اور آپؐ کی امت کو حکم ہو رہا ہے کہ وحی الٰہ کی اتباع اور اسی کے مطابق عمل کرو۔ جو وحی اللہ کی جانب سے اترتی ہے' وہ سراسر حق ہے' اس کے حق ہونے میں ذرا سا بھی شبہ نہیں۔ معبود برحق صرف وہی ہے۔ مشرکین سے درگزر کر' ان کی ایذا دہی پر صبر کر' ان کی بدزبانی برداشت کر لے' ان کی بدزبانی سن لے۔ یقین مان کہ تیری فتح کا' تیرے غلبہ کا' تیری طاقت وقوت کا وقت دور نہیں۔ اللہ کی مصلحتوں کو کوئی نہیں جانتا۔ دیر گو ہو لیکن اندھیر نہیں۔ اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت دیتا۔ اس کی مشیت اس کی حکمت وہی جانتا ہے' نہ کوئی اس سے باز پرس کر سکے نہ اس کا ہاتھ تھام سکے۔ وہ سب کا حاکم اور سب سے سوال کرنے پر قادر ہے۔ تو ان کے اقوال واعمال کا محافظ نہیں۔ تو ان کے رزق وغیرہ امور کا وکیل نہیں۔ تیرے ذمہ صرف اللہ کے حکم کو پہنچا دینا ہے جیسے فرمایا' نصیحت کر دے کیونکہ تیرا کام یہی ہے۔ تو ان پر داروغہ نہیں اور فرمایا' تمہاری ذمہ داری تو صرف پہنچا دینا ہے۔ حساب ہمارے ذمہ ہے۔

سودا بازی نہیں ہوگی: ☆☆ (آیت: ۱۰۸) اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو اور آپ کے ماننے والوں کو مشرکین کے معبودوں کو گالیاں دینے سے منع فرماتا ہے گو کہ اس میں کچھ مصلحت بھی ہو لیکن اس میں مفسدہ بھی ہے اور وہ بہت بڑا ہے یعنی ایسا نہ ہو کہ مشرک اپنی نادانی سے اللہ کو گالیاں دینے لگ جائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ مشرکین نے ایسا ارادہ ظاہر کیا تھا اس پر یہ آیت اتری۔ قتادہؒ کا قول ہے کہ ایسا ہوا تھا اس لئے یہ آیت اتری اور ممانعت کر دی گئی۔ ابن ابی حاتم میں سدیؒ سے مروی ہے کہ ابوطالب کی موت کی بیماری کے وقت قریشیوں نے آپس میں کہا کہ چلو چل کر ابوطالب سے کہیں کہ وہ اپنے بھتیجے (حضرت محمد رسول ﷺ) کو روک دیں ورنہ یہ یقینی بات ہے کہ اب ہم اسے مار ڈالیں گے۔ ممکن ہے کہ عرب کی طرف سے آواز اٹھے کہ چچا کی موجودگی میں تو قریشیوں کی چلی نہیں' اس کی موت کے بعد مار ڈالا۔ یہ مشورہ کر کے ابوجہل' ابوسفیان' نضیر بن حارث' امیہ بن ابی خلف' عقبہ بن ابو معیط' عمرو بن عاص اور اسود بن بختری چلے۔ مطلب نامی ایک شخص کو ابوطالب

کے پاس بھیجا کہ وہ ان کے آنے کی خبر دیں اور اجازت لیں۔ اس نے جا کر کہا کہ آپ کی قوم کے سردار آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ ابو طالب نے کہا' بلا لو۔ یہ لوگ گئے اور کہنے لگے' آپ کو ہم اپنا بڑا اور سردار مانتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ محمد (ﷺ) نے ہمیں ستا رکھا ہے۔ وہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ بلا کر منع کر دیجئے۔ ہم بھی اس سے رک جائیں گے۔ ابو طالب نے حضور ﷺ کو بلایا۔ آپ تشریف لائے ابو طالب نے کہا۔ آپ دیکھتے ہیں آپ کی قوم کے بڑے یہاں جمع ہیں۔ یہ سب آپ کے کنبے' قبیلے اور رشتے کے ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ آپ انہیں اور ان کے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ یہ بھی آپ کو اور آپ کے اللہ کو چھوڑ دیں گے۔ آپ نے فرمایا' خیر ایک بات میں کہتا ہوں۔ یہ سب لوگ سوچ سمجھ کر اس کا جواب دیں۔ میں ان سے صرف ایک کلمہ طلب کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ اگر یہ میری ایک بات مان لیں تو تمام عرب ان کا ماتحت ہو جائے۔ تمام عجم ان کی مملکت میں آ جائے بڑی بڑی سلطنتیں انہیں خراج ادا کریں۔ یہ سن کر ابو جہل نے کہا' قسم ہے ایک ہی نہیں ایسی دس باتیں بھی اگر آپ کی ہوں تو ہم ماننے کو موجود ہیں۔ فرمایئے وہ کلمہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا بس لا الہ الا اللہ کہہ دو۔ اس پر ان سب نے انکار کیا اور ناک بھوں چڑھائی۔ یہ بات دیکھ کر ابو طالب نے کہا پیارے بھتیجے اور کوئی بات کہو۔ دیکھو تمہاری قوم کے سرداروں کو تمہاری یہ بات پسند نہیں آئی۔ آپ نے فرمایا' چچا جان آپ مجھے کیا سمجھاتے ہیں۔ اللہ کی قسم مجھے اسی ایک کلمہ کی دھن ہے اگر یہ لوگ سورج کو لا کر میرے ہاتھ میں رکھ دیں جب بھی میں کوئی اور کلمہ نہیں کہوں گا۔ یہ سن کر وہ لوگ اور بگڑے اور کہنے لگے' بس ہم کہے دیتے ہیں کہ یا تو آپ ہمارے معبودوں کو گالیاں دینے سے رک جائیں ورنہ پھر ہم بھی آپ کو اور آپ کے معبودوں کو گالیاں دیں گے۔ اس پر رب العالمین نے یہ آیت اتاری۔ اسی مصلحت کو مدنظر رکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' وہ ملعون ہے جو اپنے ماں باپ کو گالیاں دے۔ صحابہؓ نے کہا' حضور کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی کیسے دے گا؟ آپ نے فرمایا' اس طرح کہ یہ دوسرا اس کے باپ کو گالی دے۔ دوسرے کے باپ کو گالی دے۔ یہ کسی کی ماں کو گالی دے' وہ اس کی ماں کو۔

پھر فرماتا ہے' اسی طرح اگلی امتیں بھی اپنی گمراہی کو اپنے حق میں ہدایت سمجھتی رہیں۔ یہ بھی رب کی حکمت ہے۔ یاد رہے کہ سب کا لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے' وہ انہیں ان کے سب برے بھلے اعمال کا بدلہ دے گا اور ضرور دے گا۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰۹

اللہ تعالیٰ کی پرزور قسمیں کھا کھا کر کفار نے کہا کہ اگر ان کے پاس کوئی نشان آئے گا تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے' تو کہہ دے کہ معجزے اللہ کے قبضے میں ہیں۔ مسلمانو تم کیا جانو؟ یہ لوگ تو نشانیاں آ جانے کے بعد بھی ایمان نہیں لائیں گے ○

معجزوں کے طالب لوگ : ☆☆ (آیت:۱۰۹) صرف مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے اور اس لئے بھی کہ خود مسلمان شک وشبہ میں پڑ جائیں' کافر لوگ قسمیں کھا کھا کر بڑے زور سے کہتے تھے کہ ہمارے طلب کردہ معجزے ہمیں دکھا دیئے جائیں تو واللہ ہم بھی مسلمان ہو جائیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ہدایت فرماتا ہے کہ آپ کہہ دیں کہ معجزے میرے قبضے میں نہیں۔ یہ اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ چاہے دکھائے چاہے نہ دکھائے۔ ابن جریر میں ہے کہ مشرکین نے حضورؐ سے کہا کہ آپ فرماتے ہیں' حضرت موسیٰؑ ایک پتھر پر لکڑی مارتے تھے تو اس سے بارہ چشمے نکلتے تھے اور حضرت عیسیٰؑ مردوں میں جان ڈال دیتے تھے اور حضرت ثمودؑ نے اونٹنی کا معجزہ دکھایا تھا تو آپ بھی جو معجزہ ہمیں

کہیں دکھا دیں' واللہ ہم سب آپ کی نبوت کو مان لیں گے' آپؐ نے فرمایا' کیا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ آپؐ صفا پہاڑ کو ہمارے لئے سونے کا بنا دیں۔

پھر تو قسم اللہ کی ہم سب آپ کو سچا جاننے لگیں گے۔ آپ کو ان کے اس کلام سے کچھ امید بندھ گئی اور آپ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی شروع کی۔ وہیں حضرت جبرئیلؑ آئے اور فرمانے لگے' سنئے اگر آپ چاہیں تو اللہ بھی اس صفا پہاڑ کو سونے کا کر دے گا لیکن اگر یہ ایمان نہ لائے تو اللہ کا عذاب ان سب کو فنا کر دے گا ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے عذابوں کو روکے ہوئے ہے۔ ممکن ہے ان میں نیک سمجھ والے بھی ہوں اور وہ ہدایت پر آ جائیں۔ آپ نے فرمایا' نہیں اللہ تعالیٰ میں صفا کا سونا نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ تو ان پر مہربانی فرما کر انہیں عذاب نہ کر اور ان میں سے جسے چاہ ہدایت نصیب فرما۔ اسی پر یہ آیتیں وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ تک نازل ہوئیں۔ یہ حدیث گو مرسل ہے لیکن اس کے شاہد بہت ہیں چنانچہ قرآن کریم میں اور جگہ ہے وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ یعنی معجزوں کے اتارے سے صرف یہ چیز مانع ہے کہ ان سے اگلوں نے بھی انہیں جھٹلایا۔ انھا کی دوسری قرات اَنَّهَآ بھی ہے اور لَا يُؤْمِنُوْنَ کی دوسری قرات لاتومنون ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اے مشرکین کیا خبر ممکن ہے خود تمہارے طلب کردہ معجزوں کے آ جانے کے بعد بھی تمہیں ایمان لانا نصیب نہ ہو اور یہ بھی کہا گیا کہ اس آیت میں خطاب مومنوں سے ہے یعنی اے مسلمانو تم نہیں جانتے' یہ لوگ ان نشانیوں کے ظاہر ہو چکنے پر بھی بے ایمان ہی رہیں گے۔ اس صورت میں اَنَّهَا الف کے زیر کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے اور الف کے زبر کے ساتھ بھی یشعر کم کا معمول ہو کر اور لایومنون کا لام اس صورت میں صلہ ہو گا جیسے آیت اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ میں۔

اور آیت وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ میں تو مطلب یہ ہوتا کہ اے مومنو تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ اپنی من مانی اور منہ مانگی نشانی دیکھ کر ایمان لائیں گے بھی؟ اور یہ بھی کہا گیا کہ اَنَّهَا معنی میں لَعَلَّهَا کے ہے بلکہ حضرت ابی بن کعب کی قرات میں اَنَّهَا کے بدلے لَعَلَّهَا ہی ہے۔ عرب کے محاورے میں اور شعروں میں بھی یہی پایا گیا ہے۔ امام ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ اور اس کے بہت سے شواہد بھی انھوں نے پیش کئے ہیں۔ واللہ اعلم

وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

ع ۱۰ ۱۳ ۱۹

ہم ان کے دلوں کو اور ان کی آنکھوں کو الٹ دیں گے جیسا کہ یہ لوگ پہلی دفعہ اس پر ایمان نہیں لائے اور ہم انہیں ان کی سرکشی میں ہی بھٹکتا چھوڑ دیں گے ○

(آیت: ۱۱۰) پھر فرماتا ہے کہ ان کے انکار اور کفر کی وجہ سے ان کے دل اور ان کی نگاہیں ہم نے پھیر دی ہیں۔ اب یہ کسی بات پر ایمان لانے والے ہی نہیں۔ ایمان اور ان کے درمیان دیوار حائل ہو چکی ہے۔ روئے زمین کے نشانات دیکھ لیں گے تو بھی بے ایمان ہی رہیں گے۔ اگر ایمان قسمت میں ہوتا تو حق کی آواز پر پہلے ہی لبیک پکار اٹھتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بات سے پہلے یہ جانتا تھا کہ یہ کیا کہیں گے؟ اور ان کے عمل سے پہلے جانتا تھا کہ یہ کیا کریں گے؟ اسی لئے اس نے بتلا دیا۔ کہ ایسا ہو گا فرماتا ہے وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ اللہ تعالیٰ جو کامل خبر رکھنے والا ہے اور اس جیسی خبر اور کون دے سکتا ہے؟ اس نے فرمایا کہ یہ لوگ قیامت کے روز حسرت و افسوس کے ساتھ آرزو کریں گے کہ اگر اب لوٹ کر دنیا کی طرف جائیں تو نیک اور بھلے بن کر رہیں۔ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر بالفرض یہ لوٹا بھی دیئے جائیں تو بھی یہ ایسے کے ایسے ہی

رہیں گے اور جن کاموں سے روکے گئے ہیں' انہی کو کریں گے' ہرگز نہ چھوڑیں گے- یہاں بھی فرمایا کہ معجزوں کو دیکھنا بھی ان کے لئے مفید نہ ہو گا- ان کی نگاہیں حق کو دیکھنے والی ہی نہیں رہیں- ان کے دل میں حق کے لئے کوئی جگہ خالی ہی نہیں- پہلی بار ہی انہیں ایمان نصیب نہیں ہوا- اسی طرح نشانوں کے ظاہر ہونے کے بعد بھی ایمان سے محروم رہیں گے- بلکہ اپنی سرکشی اور گمراہی میں ہی بہکتے اور بھٹکتے حیران و سرگرداں رہیں گے- (اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو اپنے دین پر ثابت رکھے- آمین)